www.KitaboSunnat.com

اسلام کا تصورِ آزادی

ایفا پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا تصورِ آزادی

مرتب

ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی

www.KitaboSunnat.com

ایفا پبلیکیشنز - نئی دہلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	اسلام کا تصور آزادی
مرتب	:	ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی
صفحات	:	۳۵۲
قیمت	:	۲۲۰/روپے
سن طباعت	:	فروری ۲۰۱۴ء
کمپوزنگ	:	شمیم اختر

ناشر

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

ای میل: ifapublication@gmail.com

فون: 011 - 26981327

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۷
پہلا باب: تمہیدی امور		
رپورٹ سمینار		۱۳
کلیدی خطبہ		۱۶
تجاویز		۲۸
دوسرا باب: مقالات		
فکر ونظر کی آزادی اور اسلام	مولانا محمد سالم قاسمی صاحب	۳۵
آزاد عوامی حکومت - اسلامی تصور	مولانا اختر امام عادل قاسمی	۳۹
اظہار رائے کی آزادی اور اس کے حدود اسلامی شریعت کی روشنی میں	مولانا بدر احمد مجیبی	۸۲
اسلام میں آزادی کا تصور	ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی	۱۰۴
اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور	مفتی اقبال احمد قاسمی	۱۱۷
فکر ونظر کی آزادی اور اسلام — کچھ نئے پہلو	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۳۳
اسلام میں فکر ونظر اور اظہار رائے کی آزادی	ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی	۱۵۳
اسلام میں اظہار رائے کی آزادی کا حق اور اس کے حدود	ڈاکٹر محمد شہاب الدین سہیلی	۱۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں فرد کی آزادی کی قانونی حیثیت	ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی	۱۹۳
آزادی فکر ونظر کا اسلامی تصور اور مسلم معاشرے کی صورت حال	وارث مظہری	۲۰۳
اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور	مولانا محمد ابرار خان ندوی	۲۲۲
اسلام میں آزادی اظہار رائے توہین رسالت اور مغربی قوانین اور عالم اسلام کا ردعمل	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۲۳۲
اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور	محمد ارشد فاروقی	۲۴۱
اسلام اور معاشی آزادی	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی	۲۵۰
اسلام میں آزادی کا تصور	مولانا ارشاد اعظمی ندوی مدنی	۲۵۹
اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور	مولانا محمد صادق اصلاحی ندوی	۲۶۶
اسلام کا تصور آزادی	ڈاکٹر شکیل احمد حبیبی	۲۸۱
ذرائع ابلاغ کا آزادانہ کردار اور اسلام	مولانا ابرار احمد قاسمی اجراوی	۲۹۲
آزادی نسواں- اسلام ومغرب کے درمیاں	ڈاکٹر شمس الدین ندوی	۳۱۰
اظہار رائے کی آزادی اور اس کی حدیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	مفتی محمد مقصود رامپوری	۳۱۹
اسلام میں آزادی کا تصور **(ایک تجزیہ)**	ظفر دارک قاسمی	۳۲۳
اسلام کی روشنی میں فرد کی سیاسی آزادی	ڈاکٹر رشید کہوس	۳۴۲

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں جو جذبات رکھے ہیں، ان میں ایک اہم چیز آزادی اور حریت کا جذبہ ہے، اگر انسان کے اندر اپنی آزادی کا جذبہ بے کراں نہ ہوتا تو اس کی نظر میں جیل سب سے محبوب جگہ ہوتی، جہاں کسی محنت اور کدو کاوش کے بغیر اس کی تمام ضروریات پوری کی جاتی ہیں اور گاہے گاہے اپنے متعلقین سے بھی ملاقات کا موقع فراہم کیا جاتا ہے؛ لیکن سب جانتے ہیں کہ ایک قیدی اپنی رہائی کے لئے کس قدر بے قرار ہوتا ہے، اس سے بڑھ کر اس کی کوئی آرزو نہیں ہوتی کہ وہ جیل سے نکل کر باہر آجائے اور سماج میں آزادی کے ساتھ زندگی گذارے، دنیا میں کتنے ہیں ممالک ہیں جہاں استعماری طاقتوں سے آزاد ہونے کے لئے محبان وطن نے اپنے لہو کا نذرانہ پیش کیا ہے اور ہزاروں جانیں مادر وطن کی آزادی پر نثار کردی ہیں؛ اس لئے نہیں کہ وہ غلامی کی زندگی میں فاقہ سے دو چار تھے اور اُن کو ضروریات زندگی مہیا نہیں تھیں؛ بلکہ اس لئے کہ وہ چاہتے تھے کہ وہ خود اپنے ملک کی قسمت کے مالک ہوں، انہیں یہ گوارا نہیں تھا کہ ان کے گلے میں گلامی کا طوق لٹکا رہے؛ اگر چہ کہ یہ طوق سونے اور ہیرے کا ہو۔

اسی لئے اسلام نے انسان کے حق آزادی کو تسلیم کیا ہے، عقیدۂ توحید دراصل انسانی آزادی کا مژدہ ہے اور یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اب انسان ہر طرح کی غلامی سے آزاد ہو کر صرف خدا کا بندہ بن کر رہے گا، اس پر کسی مخلوق کی ملکیت نہیں ہوگی، پھر شریعت اسلامی نے قدم قدم پر آزادی کے اس فطری جذبہ کا لحاظ رکھا، چاہے مسئلہ نکاح کا ہو یا خرید وفرخت اور مالی معاملات کا، یا اسلام کے سیاسی نظام کی تنفیذ پیش نظر ہو اور انتخاب امیر کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوبت آئے، ہر جگہ حق آزادی کو تسلیم کرتے ہوئے ملک کے تمام شہریوں کو اظہار رائے کی آزادی دی گئی ہے، اور اس پر کسی بات کو مسلط کر دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔

خاص کر شریعت نے اظہار رائے کی آزادی کو بڑی اہمیت دی ہے، قرآن مجید میں بار بار تدبر کرنے، سمجھنے، عقل کا استعمال کرنے، غور وفکر سے کام لینے، جس چیز کو برا سمجھتا ہو، اس پر ٹوکنے اور تنقید کرنے کی اجازت دی گئی ہے، یہاں تک کہ دین ومذہب کے بارے میں بھی فرمایا گیا کہ اس میں جبر واکراہ کا کوئی دخل نہیں ہے، "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی" لیکن آزادی دودھاری تلوار ہے جیسے آزادی اللہ کی بڑی نعمت ہے، اسی طرح اس آزادی کا غلط استعمال اتنی ہی بڑی مصیبت بھی ہے، اگر کوئی شخص ٹریفک قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے حق آزادی کو اس طرح استعمال کرے کہ جس طرف سے مخالف سمت کی ٹریفک آرہی ہے، وہ بھی اسی سمت سے جانے پر مصر ہو تو یقیناً یہ آزادی انسان کو ہلاکت تک پہنچادے گی، اگر آبادی میں کوئی شخص اپنے مکان کو یہ کہہ کر آگ لگادے کہ وہ اپنے ہی مکان کو تو جلا رہا ہے، اس معاملے میں اس پر کوئی بندش نہیں لگائی جاسکتی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری آبادی جل کر خاکستر ہو جائے گی؛ اس لئے ضروری ہے کہ حق آزادی کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ وہ انسانی سماج کے لئے ضرر وفساد کا ذریعہ نہ بن جائے۔

افسوس کہ موجودہ دور میں بہت سے دوسرے مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی افراط وتفریط ہے، ایک طرف وہ ممالک ہیں جن کو کمیونزم کی باقیات کہا جاسکتا ہے، یہاں صورت حال یہ ہے کہ لوگوں کو مہر بہ لب کر کے رکھ دیا گیا ہے

خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

وہ مسلم ممالک جہاں ملوکیت یا آمریت کا دور دورہ ہے، اگر انسانی آزادی کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلب کرنے میں وہ کمیونسٹوں سے آگے نہ ہوں تو غالباً پیچھے بھی نہ ہوں گے، دوسری طرف وہ مغربی ممالک ہیں جہاں آزادی کے تصور نے تمام حدود و قیود کو پار کر لیا ہے، یہاں آزادی کا مطلب یہ سمجھا گیا کہ انسان مذہب اور اخلاق سے بالکل آزاد ہو جائے، آزادی کے نام پر بے حیائی اور عریانیت کو فروغ دیا گیا، سود و قمار کی اجازت دی گئی، شراب کی حوصلہ افزائی کی گئی اور جنسی تلذذ کی تمام امکانی صورتوں کو سند جواز دے دیا گیا، یعنی انسان نے ایسی آزادی حاصل کی کہ وہ مذہب و اخلاق سے تو آزاد ہو جائے؛ لیکن نفس کا بدترین غلام بن جائے، جیسے جابر و ظالم ممالک میں عوام کی غلامی انسانیت کے لئے ایک مصیبت ہے، اسی طرح آزادی کا بالکل بے قید ہو جانا بھی انسانیت کے لئے زبردست فساد اور مضرت ہے۔

اسلام نے آزادی کا تصور پیش کیا ہے، حضرت عمرؓ نے اپنے بعض گورنروں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنم دیا تھا، تمہیں کس نے اختیار دیا کہ تم نے ان کو غلام بنا دیا اور حضرت ربیع بن عامر کا مشہور قول ہے، جو انہوں نے رستمِ ایران کے دربار میں کہے تھے کہ اللہ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لائیں، ''ان اللہ ابتعثنا لنخرج عباداللہ من عبادۃ الناس الی عبادۃ اللہ''، یعنی اسلام نے بنی نوع انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے اس میں ایک اہم نعمت یہ ہے اس کے گلے میں صرف خدا کی غلامی کا طوق رہے، کسی اور کی غلامی کا داغ اس کے وجود پر نہ رہے، بقول علامہ اقبال:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان دین و مذہب اور اخلاق و شائستگی کی حدود کو پھلانگ جائے، نفس کی ہر دعوت پر لبیک کہتا جائے اور اسے آزادی کا عنوان دیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا جہاں عصر حاضر کے فقہی مسائل پر مذاکرات منعقد کرتی ہے، وہیں اس دور میں پیدا ہونے والے فکری مسائل پر بھی تبادلہ خیال کا موقع فراہم کرتی ہے؛ چنانچہ اسی پس منظر میں مورخہ ۱۲-۱۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو بمقام جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی اکیڈمی نے اسلام کا تصور آزادی جیسے اہم موضوع پر سمینار کا اہتمام کیا، اس میں علماء اور دینی جامعات کے فضلاء کے دوش بہ دوش دانشوران اور عصری جامعات کے فارغین نے بھی شرکت کی، اور بیش قیمت مقالات پیش کئے گئے، موضوع کے مختلف پہلوؤں پر کھل کر اظہار رائے کیا گیا اور موضوع سے متعلق مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی، سمینار کے ان ہی مقالات اور متعلقات کو محبّ عزیز ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی نے خوش سلیقگی کے ساتھ مرتب کیا ہے، جو اس وقت قارئین کے سامنے ہے، امید ہے کہ اکیڈمی کے دوسرے مجلّات کی طرح اس مجموعہ کو بھی شوق کے ہاتھوں لیا جائے گا اور انشاء اللہ یہ ایک اہم موضوع پر علماء ومفکرین اور اصحاب دانش کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی اکیڈمی کی اس سعی کو مقبول فرمائے اور اس کو امت کے لئے نفع کا ذریعہ بنائے۔ واللہ ھوالمستعان

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری)

۳/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

۵/جنوری ۲۰۱۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

تمہیدی امور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رپورٹ: سمینار

اسلام کا تصور آزادی

منعقدہ: ۱۲-۱۳/اکتوبر ۲۰۱۲- بمقام: جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کے اشتراک وتعاون سے ایف ٹی کے، سی آئی ٹی کانفرنس ہال، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ایک دوروزہ قومی سمینار ''تصور آزادی اور فقہ اسلامی میں اس کی تطبیق'' کے موضوع پر مورخہ ۱۲-۱۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو منعقد ہوا۔ اس علمی سمینار میں افتتاحی اور اختتامی اجلاس کے علاوہ چار نشستیں منعقد ہوئیں جن میں علمی وتحقیقی ملاقات پیش کئے گئے اور ان پر مناقشہ ومباحثہ بھی ہوا۔

افتتاحی نشست مورخہ ۱۲/اکتوبر شام ۴/بجے حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوئی، خیر مقدمی کلمات ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر پروفیسر اختر الواسع صاحب نے پیش کئے، اور موضوع کا تعارف اسلامک فقہ اکیڈمی کے سکریٹری اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاذ حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے کرایا، اسلامک فقہ اکیڈمی کے جنرل سکریٹری اور المعہد العالی الاسلامی کے ڈائرکٹر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کلیدی خطبہ پیش کیا، اور کلمات صدارت جناب صدر نے ارشاد فرمائے، جبکہ مہمانوں کا شکریہ رفیق شعبہ علمی اسلامک فقہ اکیڈمی مولانا صفدر زبیر ندوی صاحب نے ادا کیا، اس پروگرام میں نظامت کے فرائض مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی نے ادا کیے۔

مقالات کی پہلی نشست حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب کی صدارت میں منعقد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی، نظامت ڈاکٹر جنید حارث (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے کی۔ اس نشست میں کل تین مقالات پیش کیے گئے: (۱) اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور (مفتی ارشد فاروقی، دیوبند)، (۲) اسلام میں فرد کی آزادی (ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری، علی گڑھ)، (۳) اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور (مفتی اقبال احمد قاسمی، کانپور)۔

مقالات کی دوسری نشست مورخہ ۱۳/اکتوبر صبح ۹:۳۰ بجے معروف عالم دین مولانا ارشاد احمد اعظمی مدنی کی صدارت میں منعقد ہوئی، اس نشست میں نظامت کے فرائض جامعۃ الامام انور کے مفتی مولانا محمد ارشد فاروقی نے انجام دیئے۔ اس نشست میں کل چھ مقالات پڑھے گئے: (۱) اسلام میں فکر ونظر اور اظہار رائے کی آزادی (ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی، دہلی)، (۲) اظہار رائے کی آزادی اور اس کے حدود- اسلامی شریعت کی روشنی میں (مولانا بدر احمد مجیبی، پٹنہ)، (۳) اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور (مولانا ابرار خان ندوی، راجستھان)، (۴) اظہار رائے کی آزادی اور اس کی حدیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں (مفتی محمد مقصود رامپوری)، (۵) آزادئ فکر ونظر کا اسلامی تصور اور مسلم معاشرہ کی صورت حال (ڈاکٹر وارث مظہری، دہلی)، (۶) اسلام میں آزادی کا تصور (مولانا ارشاد احمد اعظمی مدنی، بھوپال)۔

تیسری نشست کی صدارت ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے ڈائرکٹر پروفیسر اختر الواسع صاحب نے فرمائی، جبکہ نظامت کی ذمہ داری قلم کار اور صحافی ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی نے انجام دی۔ اس نشست میں کل چار مقالے پیش ہوئے: (۱) اسلام میں آزادئ اظہار رائے - توہین رسالت، مغربی قوانین اور عالم اسلام کا ردعمل (پروفیسر محسن عثمانی ندوی، حیدرآباد)، (۲) اسلام اور معاشی آزادی (پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی، علی گڑھ)، (۳) آزاد عوامی حکومت - اسلامی تصور (مولانا اختر امام عادل قاسمی، سمستی پور بہار)، (۴) اسلام اور تصور آزادی (ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی، حیدرآباد)۔

چوتھی نشست کی صدارت ایفل یونیورسٹی شعبہ عربی کے سابق صدر پروفیسر محسن عثمانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ندوی نے فرمائی، نظامت کے فرائض اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر مشتاق احمد تجاروی نے انجام دیئے۔ اس نشست میں کل چھ مقالے پیش کئے گئے: (۱) آزادئ نسواں- اسلام اور مغرب کے درمیان (ڈاکٹر شمس الدین ندوی، بھوپال)، (۲) اسلام میں اظہار رائے کی آزادی کا حق اور اس کے حدود (ڈاکٹر محمد شہاب الدین سبیلی، حیدرآباد)، (۳) اسلام کا تصور آزادی (ڈاکٹر شکیل احمد، دہلی)، (۴) اسلام میں آزادی کا تصور- ایک تجزیہ (مولانا ظفر دارک قاسمی، علی گڑھ)، (۵) ذرائع ابلاغ کا آزادانہ کردار اور اسلام (ابرار احمد اجراوی، جے این یو، دہلی)، (۶) دلت قوم: غیر منقسم ہندوستان میں (ڈاکٹر زبیر ظفر خان، دہلی)۔

اس دوروزہ سمینار کی اختتامی نشست حضرت مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی کی صدارت میں منعقد ہوئی، مہمان خصوصی کی حیثیت سے ممبر پارلیمنٹ اور راجیہ سبھا کے سابق ڈپٹی اسپیکر جناب کے رحمٰن خان صاحب نے شرکت کی۔

پروفیسر اختر الواسع صاحب نے مہمان خصوصی کا استقبال کیا اور اختتامی خطاب بھی پیش کیا، اس کے بعد ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی نے تجاویز پیش کیں جس کی تائید شرکاء نے ہاتھ اٹھا کر کی، اس کے بعد مہمان خصوصی محترم جناب کے رحمٰن خان صاحب شرکاء کے روبرو ہوئے اور تفصیلی خطاب فرمایا، بعدہ حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے اسلامک فقہ اکیڈمی کی جانب سے مہمان خصوصی کا استقبال کیا اور صدارتی کلمات بھی ارشاد فرمائے، اخیر میں اسلامک فقہ اکیڈمی کی جانب سے مفتی امتیاز احمد قاسمی نے مہمان خصوصی، جناب صدر، اہم شخصیات اور تمام مندوبین کا شکریہ ادا کیا۔

اختتامی نشست کی نظامت اسلامک فقہ اکیڈمی کی جانب سے مفتی احمد نادر قاسمی کی۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلیدی خطبہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ☆

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين ، ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين، أما بعد ۔

صدر عالی قدر، بزرگان محترم، برادرانِ عزیز ! اس وقت ایک ایسے موضوع پر غور وفکر کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں جو ہر دور میں انسانی آبادی کا بڑا اہم مسئلہ رہا ہے اور اس کی گونج اس وقت خاص طور پر عالم اسلام اور عالم عرب میں سنی جارہی ہے، شخصی حکمرانی کی بساطیں لپیٹی جارہی ہیں، جہاں زبان کھولنے کی بھی اجازت نہیں تھی، وہاں آزادی کے نعرۂ مستانہ نے فرزانوں کو دیوانہ بنادیا ہے، اس لیلائے مقصود کو حاصل کرنے کے لئے جو قربانیاں دی جارہی ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں؛ لیکن مغرب کے اور اسلام کے تصور آزادی میں یقیناً فرق ہے، اسلام ایک ایسی آزادی کا قائل ہے جس میں نہ اکثریت کی غلامی، نہ نفس کی، نہ مختلف طبقات کے لوگوں کے لئے انصاف کے الگ الگ پیمانے ہوں، اور نہ وہ مذہب واختلاف سے آزاد ہو۔

اس لئے اسلامک فقہ اکیڈمی نے اس موضوع پر غور وفکر کا راستہ کھولنے کے لئے یہ اہم پروگرام منعقد کیا ہے، اور مقامِ مسرت ہے کہ یہ پروگرام ایک ایسی درسگاہ میں منعقد ہورہا ہے،

☆ جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندستان کی جنگ آزادی کے سورماؤں نے آزادی کی تحریک کو آگے بڑھانے اور شمع آزادی کی لَو کو تیز کرنے کے لئے جس کی بنیاد رکھی تھی، جس کی جڑوں میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر ذاکر حسین، حکیم مختار احمد انصاری اور ان جیسے ملک کے نامور رہنماؤں اور بے غرض فداکاروں کی تخم اُمید پنہاں ہے۔

میں اس موقع پر جامعہ کی انتظامیہ بالخصوص پروفیسر اختر الواسع صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اکیڈمی کے اس پروگرام کی میزبانی قبول فرمائی اور اس طرح ایک ایسی جگہ یہ سمینار منعقد ہو رہا ہے کہ شاید اس پروگرام کے لئے اس سے زیادہ کوئی اور جگہ موزوں نہیں ہو سکتی تھی۔

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں تین طرح کی مخلوقات پیدا کی ہیں، جمادات، نباتات اور حیوانات، جمادات سے مراد ایسی چیزیں ہیں جن میں نمو اور حرکت کی صلاحیت نہیں ہوتی جیسے پتھر، زمین، لوہا، نباتات سے مراد پودے ہیں جن میں بڑھوتری اور افزائش تو ہوتی ہے، لیکن وہ نقل وحرکت کی صلاحیت سے محروم اور بظاہر احساس وشعور سے عاری ہیں، حیوانات سے مراد جاندار مخلوق ہیں جن میں شعور واحساس ہے، کسی میں کم اور کسی میں زیادہ ادراک کی صلاحیت اور نقل وحرکت کی قوت ہے — جمادات اور نباتات دراصل اسی تیسری مخلوق کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، پتھر جہاں نصب کر دئے جائیں، نصب رہتے ہیں، لوہے کو آپ جس سانچے میں چاہیں ڈھال لیں، لکڑی کو آپ جس مقصد کے لئے چاہیں استعمال کریں، درخت آپ جہاں چاہیں لگا دیں، انھیں کوئی انکار نہیں اور نہ ان کی طرف سے کوئی احتجاج سامنے آئے گا، گویا یہ جاندار مخلوقات کے لئے قدرت ہی کی طرف سے خادم اور اپنی اعلیٰ تر مخلوق کے غلام ہیں، اس غلامی پر انھیں کوئی اعتراض نہیں۔

لیکن جو جاندار مخلوقات ہیں، ان کا معاملہ ان سے مختلف ہے، شیر اور ہاتھی سے لے کر چیونٹی اور مکھی تک اگر آپ کسی کو بھی اپنی قید میں لانا چاہیں تو وہ ضرور احتجاج کریں گے، انکار کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رویہ اختیار کریں گے، اپنی طاقت وصلاحیت کے مطابق وار کرنے یا راہِ فرار اختیار کرنے سے نہیں چوکیں گے اور کسی طور آپ کی گرفت میں آنا پسند نہیں کریں گے، گویا فطری طور پر ان کو غلامی سے انکار ہے اور یہ آزادی کے طلبگار ہیں، جاندار مخلوقات میں سب سے عظیم ترین مخلوق انسان ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے عقل وشعور اور فہم وادراک کی ایسی صلاحیت ودیعت کی ہے کہ کسی اور جاندار مخلوق کو شاید اس کا سوواں حصہ بھی حاصل نہ ہو، اس لئے انسان میں آزاد رہنے کا جذبہ زیادہ ہے اور اس کی فطرت غلامی سے اباء کرتی ہے، انسان کے نومولود شیر خوار بچہ کو بھی اس کے مزاج اور طبیعت کے خلاف کوئی بات پیش آجائے، تو اس کی طرف سے ضرور ہی احتجاج اور ردعمل کا اظہار ہوتا ہے، وہ روتا ہے اور بے تحاشہ آنسو بہا کر اپنی ناگواری کا اظہار کرتا ہے، یہ اسی صدائے آزادی کی بازگشت ہے، جو انسانی فطرت میں رکھی گئی ہے، جس کی وجہ سے انسان پتھر اور لکڑی کی طرح ہر عمل پر خاموش اور ردعمل سے عاری نہیں رہ سکتا اور مزاج ومذاق کے خلاف پیش آنے والی بات پر ناگواری کے اظہار کے لئے اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے اور یہ اس کے بے چین دل کے لئے کسی قدر سکون وطمانینت کا باعث بنتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اور وہ سلیم فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنے آیا ہے، نہ کہ اس کو دبانے اور اس کا گلا گھونٹنے، اسلام کا پورا نظامِ حیات اسی بنیادی تصور پر مبنی ہے، اس میں کہیں قانونِ فطرت سے تصادم اور ٹکراؤ نہیں، اس نے انسان کے آزاد رہنے کے اس فطری حق کو تسلیم کیا ہے، اس کی بہترین ترجمانی ان کلمات سے ہوتی ہے جو عالم اسلام کے سفیر صحابیٔ رسول ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے رستمِ ایران کے دربار میں کہے تھے اور ان پر اپنا مقصد ومنشا واضح کیا تھا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو انسان کی بندگی اور غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں داخل کریں: ''اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد الی عبادة اللہ'' (البدایۃ والنہایۃ: ۷/۳۹)---

انسان کے اسی فطری حق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو فرمایا کہ ان کو ان کی ماؤں نے تو آزاد جنا تھا، تم نے ان کو کب سے غلام بنالیا ہے؟ یہ آزادی کے اسی فطری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق کا اعلان واظہار ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات کا ایک حصہ ہے، اس لئے آزادی ایک انسانی اور اسلامی حق ہے۔

سامعین کرام ! آزادی کے تصور کو طاقت پہنچانے کی غرض سے اسلام نے سب سے پہلے انسانی مساوات کا تصور دیا کہ تمام انسان ایک ہی آدم کی اولاد ہیں، محض رنگ ونسل، خاندان و نسب اور علاقہ ووطن کی بنیاد پر ان میں ایک دوسرے سے بڑا نہیں، بہتری اور کہتری انسان کے عمل اور کردار سے متعلق ہے: ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ'' (الحجرات: ۱۳)--- یہ وہ بنیادی تصور ہے جس کے بعد ایک انسان کا پیدائشی طور پر حکمراں اور دوسروں کا محکوم ہونا غلط قرار پاتا ہے، اسلام سے پہلے قریب قریب پوری دنیا میں بادشاہتیں قائم تھیں، روم، ایران، حبش، یمن، ہندوستان، غرض اس وقت کی معلوم دنیا میں ہر جگہ شاہانہ طرزِ حکومت مروج تھا اور مخصوص خاندانوں کو حکومت کا اہل سمجھا جاتا تھا، اس کا سب سے تکلیف دہ پہلو یہ تھا کہ اس آمرانہ طرزِ حکومت کو مذہبی رنگ دے دیا گیا تھا، ایران میں لوگ شاہی خاندان کو خدا کا کنبہ تصور کرتے تھے، مغرب میں رفتہ رفتہ کلیسا نے انسان کو اپنا مکمل غلام بنالیا تھا، وہ نہ صرف اپنے آپ کو لوگوں کی آخرت کا ٹھیکیدار تصور کرتے تھے؛ بلکہ دنیا میں بھی اپنے فیصلہ کو خدائی فیصلہ باور کرتے تھے، اور یہی عقیدہ لوگوں کے ذہن میں راسخ کردیا گیا تھا، ایک طرف وہ مغفرت نامے تقسیم کرتے اور لوگوں کے لئے جنت کی رجسٹری کرتے اور دوسری طرف مملکت کے نظام کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھ کر نہایت جابرانہ طرزِ عمل اختیار کرتے اور جو ان کی رائے سے سرمو انحراف کرتا ان کو لرزا دینے والے عقوبت خانوں میں تختۂ مشق بنایا جاتا اور زندہ جلا دینے کی سزا دی جاتی، بالآخر ۱۷۸۹ء کے انقلاب فرانس پر یہ ظالمانہ کلیسائی نظام یورپ سے ختم ہوا، گویا ایک آمریت تھی جو مذہب اور خدا کے نام پر روا رکھی گئی تھی، اس لئے یورپ میں جو انقلابی تحریکیں اُٹھیں ان کا خمیر مذہب کی مخالفت اور عناد سے تیار ہوا۔

اسلام نے اس طرح کی خاندانی بادشاہت کو سند جواز عطا نہیں کیا اور ایک ایسی آزاد طرزِ حکومت کا تصور پیش کیا، جس میں رنگ ونسل کے بجائے صلاحیت اور کردار کی بنیاد پر فرمانرواں کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتخاب عمل میں آئے اور پھر یہ بھی بتا دیا کہ حکمراں کوئی مافوق العادت حیثیت کا حامل نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ بھی عام لوگوں ہی میں کا ایک شخص ہوتا ہے، اس کے فیصلے غلط بھی ہو سکتے ہیں، اس کی ذات تنقید سے بالاتر نہیں ہوتی اور عوام کو ان کے احتساب کا پورا حق حاصل ہوتا ہے، یہ بات کہ حق حکمرانی قدرتی اور غیر اختیاری اتفاقی سبب سے متعلق نہیں کہ کوئی شخص کسی خاندان میں پیدا ہو جائے تو وہ حکمرانی کا حقدار ہے؛ بلکہ یہ حق انسان کے کردار اور اکتساب سے متعلق ہے، یہ ایک انقلابی فکر ہے جس سے آزادی کا تصور اُبھرتا ہے اور غلامی کی نفی ہوتی ہے۔

یہ مذہبی خوش عقیدگی اور مبالغہ آرائی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے کہ گذشتہ چند صدیوں میں انسان کے حق آزادی اور مساوات و برابری کا جو تصور ابھرا ہے، وہ دراصل اسلامی تعلیمات ہی کا اثر ہے، اسلام جس وقت دنیا میں آیا اس وقت بادشاہت اور ملوکیت کا تصور ذہنوں پر چھایا ہوا تھا، اس وقت دنیا میں جتنی قابل ذکر حکومتیں تھیں وہ سب خاندانی بادشاہت کے نظام پر مبنی تھیں، ایران و روم کی حکومتیں اسی تصور پر قائم تھیں، ہندوستان اور چین میں بھی ایسی ہی چھوٹی بڑی ریاستیں تھیں، لوگ اس کے اس قدر خوگر ہو چکے تھے کہ جمہوریت اور آزادی کے تصور سے بھی وہ محروم تھے۔

یورپ افلاطون اور اس کے شاگرد ارسطو کو جمہوری طرز فکر کا بانی تصور کرتا ہے اور افلاطون کی کتاب ''جمہوریت'' (Republic) کو اس موضوع پر پہلی کتاب خیال کیا جاتا ہے؛ لیکن افلاطون کے جمہوری تصور کا حال یہ ہے کہ اس کے نزدیک صرف فلاسفہ کو حکمرانی کا حق حاصل ہے اور وہ سماج کے بقیہ افراد کو فوجیوں، کاشتکاروں اور غلاموں میں تقسیم کرتا ہے، اس کے نزدیک ان سب کی تخلیق کا خمیر بھی الگ الگ ہے، فلاسفہ کو خدا نے سونے سے بنایا ہے، ان کے معاونین کو چاندی سے، پھر کاشتکار اور دستکار وغیرہ کو لوہے اور پیتل سے، یہ ہے جمہوریت اور انصاف کا وہ تصور جو افلاطون نے پیش کیا ہے۔

افلاطون کے بعد مشہور فلسفی اور افلاطون کے شاگرد ''ارسطو'' کو نظام جمہوری کا مفکر تصور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جاتا ہے، ارسطو کے یہاں سماج کی طبقاتی تقسیم اتنی نمایاں ہے کہ ایک دانشور سے ایسے غیر منصفانہ خیالات کا صدور حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے، ارسطو کا خیال ہے کہ ''غریب امیروں کے پیدائشی غلام ہیں، وہ بھی، ان کی بیویاں بھی اور ان کے بچے بھی''۔ ارسطو کو مساوات اور حکومت میں غریبوں کی شرکت نہایت ناگوار خاطر ہے، جب فلاسفہ روزگار اور دانشورانِ عصر کے فکر ونظر کا یہ حال ہو تو عام لوگوں کی سوچ کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ اسلام ہے جس نے انسانی وحدت اور تکریم آدمیت کا انقلابی پیغام دیا اور اس کو برت کر دکھایا اور آج پوری دنیا میں آزادی کے تصور نے جو تقویت پائی ہے وہ یقیناً اسی انقلابی فکر کی بازگشت ہے، انسانی وحدت کا تصور مسلم سماج میں ایک عقیدہ کی طرح رچ بس گیا تھا اور ایک معمولی سے معمولی انسان فرماں روائے وقت کے خلاف اپنی زبان کھولنے اور اپنا مقدمہ پیش کرنے میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتا تھا۔

حضرت انس ﷺ راوی ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر ﷺ کے پاس تھے کہ مصر کے ایک قبطی نے فریاد کی، آپ ﷺ نے دریافت کیا تو اس نے کہا: عمرو بن العاص ﷺ نے مصر میں گھوڑ دوڑ کرائی، جس میں میرا گھوڑا آگے نکل گیا اور لوگوں نے اسے دیکھا بھی، مگر محمد بن عمرو بن العاص کہنے لگے کہ بخدا! یہ میرا گھوڑا ہے، وہ جب قریب آئے تو میں نے انھیں پہچان کر کہا کہ نہیں بخدا وہ میرا گھوڑا ہے، اس پر مجھے کوڑوں سے مارنے لگے، انھوں نے کہا کہ جانتے نہیں کہ میں ''ابن الاکرمین'' (شریف زادہ) ہوں۔

اس پر حضرت عمر ﷺ نے اس سے کہا: اچھا، بیٹھو! پھر عمرو بن العاص ﷺ کو لکھا کہ میرا خط دیکھتے ہی تم اور تمہارے بیٹے محمد حاضر ہو جائیں، راوی کہتا ہے کہ عمرو بن العاص ﷺ نے اپنے بیٹے کو بلا کر پوچھا کہ کیا تم نے کوئی جرم کیا ہے؟ اس کے بعد وہ حضرت عمر ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے، حضرت انس ﷺ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر ﷺ ہی کے پاس تھے کہ عمرو ابن العاص ﷺ کو ایک لنگی اور چادر میں آتے دیکھا، حضرت عمر ﷺ دیکھنے لگے کہ انکا بیٹا بھی ساتھ ہے یا نہیں، جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے پیچھے پیچھے آرہا تھا، حضرت عمر ﷺ نے مصری کو بلایا اور حکم دیا کہ درّہ لے کر ابن الاکرمین (شریف زادہ) کی خبر لو، راوی کہتا ہے کہ اس نے اسے اچھی طرح مارا، پھر حضرت عمر ﷺ نے کہا کہ عمرو کے سر پر بھی گھماؤ، کیوں کہ انھیں کے سہارے پر اس نے تمہیں مارا تھا، مصری کہنے لگا کہ میں مارنے والے کو مار چکا، حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: کہ اگر تم انھیں مارتے تو میں بیچ میں نہ پڑتا، جب تک کہ تم ہی نہ انھیں چھوڑ دیتے، پھر فرمایا عمرو! تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنایا، حالاں کہ ان کی ماؤں نے تو انھیں آزاد جنا تھا؟ پھر مصری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اطمینان سے جاؤ، اگر کوئی بات پیش آئے تو مجھے لکھنا۔ (سیرت عمر لابن جوزی: ۸۶-۸۷)

دنیا نے بہت بعد کو آزادی کی لذت چکھی ہے، روسو تو ۱۷۵۰ء میں بھی شکوہ سنج تھا کہ ''انسان آزاد پیدا ہوا تھا؛ لیکن وہ ہر جگہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے''۔ یہ عجیب بات ہے کہ مغربی اقوام جو آج حقوقِ انسانی، حق آزادی اور جمہوریت کا سہرا اپنے سر باندھے ہوئی ہیں، نصف صدی پہلے تک انھوں نے ہی نصف دنیا سے زیادہ حصہ کو اپنا غلام بنایا تھا اور اب بھی دنیا کے بعض خطوں کو وہ اپنی نو آبادی بنائے ہوئے ہیں، ۳۰ر نومبر ۱۹۷۳ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے نسل پرستی کو قانونی جرم قرار دینے کے سلسلے میں ایک قرارداد منظور کی، تو چار ملکوں نے اس کی مخالفت کی اور حیرت کے کانوں سے سنئے کہ ان چار ملکوں میں جنوبی افریقہ اور پرتگال کے ساتھ امریکہ اور برطانیہ بھی تھے، یہ ہیں آزادی اور انسانی حقوق کے عالمی ٹھیکیدار!!

محترم حضرات! پھر اسلام نے تفصیل کے ساتھ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق انسان کے بنیادی حقوق کو متعین کیا، قرآن نے کہا: کہ ہر شخص کو جینے کا حق ہے اور کسی بھی نفس انسانی کو زندہ قتل کر دیا جائے تو اس کے وارث کو قاتل سے بدلہ لینے کا پورا پورا حق حاصل ہے (الاسراء: ۳۳) گویا انسان اپنی زندگی کے لئے کسی کے رحم وکرم کا محتاج نہیں، ہر شخص کو اپنے مال پر ملکیت کا حق ہے، دوسروں کو حق نہیں کہ وہ ناروا طریقہ پر اس کی رضامندی کے بغیر اس کے مال پر قابض ہو جائے، (النساء: ۲۹) — پھر کسب معاش کے لئے ہر شخص آزاد ہے، کہ وہ جس پیشہ کو چاہے اختیار کرے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اگر اس کے خاندان میں پہلے سے کوئی ایسا پیشہ آ رہا ہو جسے لوگ کمتر سمجھتے ہوں، تو وہ وہی پیشہ اختیار کرے، ہاں! اگر کوئی شخص کسی کام کا اہل نہیں، جیسے اس نے میڈیکل تعلیم حاصل نہ کی ہو اور لوگوں کا علاج کرنے لگے تو عام لوگوں کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے اس سے روکا جا سکتا ہے، خود حدیث نبوی میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔

عزت و آبرو کا تحفظ ایک بنیادی حق ہے اور کسی قوم کے لئے گنجائش نہیں کہ وہ دوسری قوم کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کرے: ''لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ'' (الحجرات:۱۱)، عدل و انصاف ہر شخص کا حق ہے، اسلام نے اس کا شفاف اور مساوات پر مبنی نظام دیا ہے اور انصاف کے معیارات بھی یکساں رکھے ہیں، اس میں حکمران و محکوم اور سماج کے باوجاہت اور معمولی لوگوں کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا، یہاں تک کہ اگر مسلمانوں کی کسی قوم سے عداوت ہو تب بھی حکم دیا گیا کہ پیمانۂ انصاف میں کوئی فرق نہ ہونے پائے: ''وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا'' (المائدہ:۸)، ہر شخص کو رائے اور ضمیر کی آزادی عطا کی گئی اور وہ جس چیز کو غلط سمجھے اس کے اظہار کی اجازت دی گئی، جسے قرآن کی زبان میں نہی عن المنکر کہا جاتا ہے (آل عمران:۱۰)، ملک کے ہر شہری کو احتجاج اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق دیا گیا ہے: ''لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم''۔ (النساء:۴۱)

اسلام ملک کے تمام شہریوں کو مذہبی آزادی عطا کرتا ہے، کہ وہ اپنے ضمیر و اعتقاد کے مطابق خود زندگی گذاریں: ''لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ'' (البقرۃ: ۲۵۶)۔

قرآن مجید نے صاف طور پر حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے مشرکین مکہ کو کہلایا: ''لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ'' (الکافرون:۶) ''تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین''، ایک اور موقع پر ارشاد ہے: ''لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ'' (الشوریٰ:۱۵) ''ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال''۔ رسول اللہ ﷺ کی رواداری کا حال یہ تھا کہ نجران کے عیسائیوں کا وفد بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو ان کے مذہب کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق اوران کے قبلہ کی طرف رخ کر کے مسجدِ نبوی ﷺ میں نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی (احکام الذمۃ: ۱/۳۱۶)، فقہاء نے لکھا ہے کہ:

اگر کسی مسلمان کی بیوی یہودی یا عیسائی ہو اور اس کے عقیدہ کے مطابق کسی خاص دن روزہ رکھنا واجب ہو تو مسلمان شوہر اسے روزہ رکھنے سے روک نہیں سکتا ہے، گو اس کی وجہ سے وہ جنسی استفادہ کے حق سے محروم ہوتا ہے (احکام أہل الذمۃ: ۱/۳۱۶)۔

اسی طرح اگر وہ اپنے عقیدہ کے مطابق صلیب پہنے، یا مسلمان شوہر کے گھر میں صلیب رکھے تو اسے یہ حق ہے اور شوہر اس کو روک نہیں سکتا۔ (حوالۂ سابق)

یہ بھی ضروری ہے کہ دوسرے مذہبی گروہوں کے مذہبی جذبات کو مجروح نہ کیا جائے اور دوسری قومیں جن دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرتی ہوں، ان کو برا بھلا نہ کہا جائے؛ حالاں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام خدا کی ذات وصفات میں کسی کی شرکت کو جائز نہیں سمجھتا؛ کیوں کہ یہ سچائی اور واقعہ کے خلاف ہے؛ لیکن پھر بھی مذہبی رواداری کے تحت ان معبودانِ باطل کے بارے میں ناشائستہ باتیں کہنے سے منع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ ۔ (الانعام: ۱۰۸)

وہ اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں، تم ان کو برا بھلا نہ کہو۔

اسی طرح عبادت گاہوں کے معاملات میں بھی تمام اہل مذاہب کے جذبات کو ملحوظ رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے، قرآن مجید نے جہاں عبادت گاہوں کے منہدم کرنے کی مذمت کی ہے، وہاں مسلمانوں کی مسجدوں سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں کے گرجوں کا ذکر فرمایا ہے (الحج: ۴۰)، اس سے ظاہر ہے کہ عبادت گاہیں — خواہ کسی مذہب کی ہوں — ان کا احترام ملحوظ رکھنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے بنو نجران سے جو معاہدہ کیا، اس میں یہ صراحت فرمائی کہ ان کی عبادت گاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی اور نہ مذہبی اُمور میں کوئی مداخلت کی جائے گی، (ابوداؤد، حدیث نمبر:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۰۴۱) عہدِ صدیقی میں حضرت خالد بن ولید ﷺ کے ذریعہ حیرہ کا علاقہ فتح ہوا، اہل حیرہ کے لئے انھوں نے جو دستاویز تیار فرمائی، اس میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ ان کے چرچ اور گرجے منہدم نہیں کئے جائیں گے، امام ابو یوسفؒ نے اسے نقل کیا ہے (موسوعۃ الخراج: ۱۴۳)۔

اس سلسلہ میں خلافتِ راشدہ اور بعد کے مسلم عہد میں بہت سی مثالیں موجود ہیں، جن کا ذکر اس وقت درازیٔ تحریر کا باعث ہوگا؛ لیکن اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام عقیدۂ توحید کی حفاظت اور اپنی شناخت کی بقا کے سلسلہ میں جس قدر حساس ہے، غیر مسلموں کے مذہبی اور سماجی مسائل میں اسی قدر کشادہ قلب، سیر چشم اور رَواداربھی ہے، افسوس کہ اس پر غلط فہمیوں کے تہ در تہ دبیز پردے ڈال دیے گئے ہیں۔

سزا کے نظام میں بھی مساوات و برابری اور ہر بالغ و مکلف کے لئے یکساں سزا رکھی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے قریش کی ایک معزز خاتون کا ہاتھ چوری کے جرم میں کٹوایا اور اس سلسلہ میں اپنے قریب ترین لوگوں کی سفارش کو رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی اس کی مرتکب ہوتی تو اسے بھی یہی سزا دی گئی ہوتی، اسلام نے ایک ایسے نظامِ مملکت کا تصور دیا جو شورائیت پر مبنی ہو: ''وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ'' (الشوریٰ: ۳۸)۔

اسی طرح ہر شخص کو اظہار خیال کی آزادی ہے، قرآن مجید نے اس کو ''نہی عن المنکر'' سے تعبیر کیا ہے؛ لیکن آزادی اسی حد تک ہے کہ دوسروں کے جذبات اس سے مجروح نہ ہوں، آپ فضا میں لاٹھی گھما سکتے ہیں؛ لیکن یہ احتیاط ضروری ہے کہ آپ کی لاٹھی کسی اور کے سر سے نہ ٹکرائے، کسی شخص کے لئے بہر حال اس کی گنجائش نہیں کہ وہ شخصی آزادی کے نام پر دوسروں کا سر پھوڑے اور راہ چلتے لوگوں کو زخمی کردے، اس کا نام آزادی نہیں؛ بلکہ بے راہ روی اور آوارگی ہے۔

غرض اسلام ایک ایسے سیاسی نظام کا نقیب و ترجمان ہے جو غلامی کے بجائے آزادی پر مبنی ہو، جو انسانی تفریق کے بجائے مساوات پر قائم ہو، جس میں رنگ و نسل کے بجائے اخلاق و کردار کو تولا جاتا ہو، جس میں انصاف کا ایک ہی پیمانہ ہو، جس میں اصحاب اقتدار کے احتساب کی اسی قدر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنجائش ہو، جتنی ایک ادنیٰ رعایا کی، اور جو انسانی کرامت وشرافت کے بنیادی تصور پر استوار ہو۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ آزادی کے لئے بھی کچھ حدود وقیود ضروری ہیں، سڑک پر ہر شخص کو چلنے کا حق ہے؛ لیکن اگر لوگ یہ سمجھیں کہ یہ آزادی ان کو ٹریفک کے قواعد سے بھی آزاد کرتی ہے تو یقیناً یہ آزادی پروانۂ ہلاکت بن جائے گی، اس لئے آزادی کے بھی دائرے ہیں اور یہ دائرہ اخلاقی اقدار کا ہے، آزادی ایسی نہ ہو کہ جس سے اخلاق کے بندھن ٹوٹ جائیں، جو شرم وحیا کے الفاظ کو انسانی ڈکشنری سے مٹا کر رکھ دے، جو انسان کو ظلم واستبداد کے لئے آزاد کردے، جو فطرتِ انسانی کی تسلیم شدہ حقیقتوں پر بھی خط نسخ پھیر دے، یہ آزادی رحمت نہیں؛ بلکہ زحمت ہے اور سامان عافیت نہیں؛ بلکہ ابتلاء ومصیبت ہے، افسوس کہ مغرب میں کلیسائی نظام کے خلاف جو بغاوت ہوئی، اس نے مذہب بے زاری کی ایسی برقی رو دوڑادی کہ جس نے فکر ونظر کے تار وپود بکھیر کر رکھدیئے، اور لوگوں نے سمجھا کہ آزادی یہ ہے کہ انسان مادر وپدر سے آزاد ہوجائے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمہ اخلاقی قدروں کو بھی غلامی کی علامت سمجھ لیا گیا، مخرب اخلاق اسباب کو بھی آزادی کا پروانہ دیدیا گیا اور انسان کے لئے یہ بات مشکل ہوگئی کہ وہ اپنے پیکر آزادی پر اخلاق وشرافت کی قید وبند کا کوئی تارِ لباس باقی رہنے دے۔

اسلام ایسی بے قید آزادی کا قائل نہیں، اسی لئے اس نے انتظام وتدبیر انسان کے ہاتھ میں رکھا اور قانون کی لگام خدا کے ہاتھ میں دی: ''اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ'' (یوسف:۴۰) کیوں کہ انسان کے خالق سے بڑھ کر انسان کی آزادی کی حدود اور اس کی بھلائی کے لئے مطلوب پابندیوں اور قیود کو کوئی اور ذات نہیں سمجھ سکتی، یہ آزادی کا ایک متوازن، معتدل تصور ہے، جس میں نہ صرف آخرت کی فلاح ہے؛ بلکہ دنیا کی بھی بھلائی ہے، کہ خدا کی غلامی ہی اصل میں انسان کی آزادی ہے، جو شخص خدا کا غلام بننے کو تیار نہ ہو تو اسے ضرور مخلوق کا غلام بننا پڑے گا، اگر وہ دوسروں کا غلام نہ بنے، تو کم سے کم خود اپنے نفس کی غلامی اسے قبول کرنی ہوگی، اسی کو مردِ حق آگاہ شاعر اسلام علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حضرات! اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا بنیادی طور پر جدید شرعی مسائل کے لئے پروگرام منعقد کرتی ہے اور اس کے لئے ملک و بیرونِ ملک سے معتبر علماء وفقہاء کو جمع کر کے مسائل کو حل کرتی ہے؛ لیکن موجودہ دور میں جو فکری مسائل پیدا ہوئے ہیں ان پر بھی اپنے پروگرام منعقد کرتی ہے؛ تاکہ یہ جہت لوگوں کے سامنے آسکے اور یہ ان موضوعات پر وسیع تر غور وفکر کے لئے ذریعہ بن سکے؛ چنانچہ اب تک اس طرح کے بیس سے زیادہ سمینار منعقد ہو چکے ہیں، دُعا ہے کہ یہ پروگرام اپنے مقصد میں کامیاب ہو اور اُمت کے لئے نفع کا ذریعہ بنے۔

میں اخیر میں جامعہ کے ذمہ داران، اساتذہ وطلبہ، مقالہ نگاران، دور دراز سے آئے والے مہمانان اور خود اکیڈمی کے رفقاء وکارکنان کا بے حد شکر گزار ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی اکیڈمی کو ان حضرات کا تعاون حاصل رہے گا۔

☆ ☆ ☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجاویز:

۱- آزادی اللہ کی عطا کردہ عظیم ترین نعمت ہے، اللہ نے انسانوں کو آزاد پیدا کیا ہے اور زندگی کے مختلف میدانوں میں کچھ حدود و قیود کے ساتھ آزادی عطا فرمائی ہے جس کی حفاظت اور اس کے لیے موافق ماحول کی فراہمی تمام انسانوں کی خصوصاً مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

۲- اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور عقیدہ توحید، نظریہ وحدت بنی آدم اور نظریہ تکریم انسانی پر مبنی ہے۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے انسان بلکہ ساری کائنات صرف اللہ کی بندگی کے لیے پیدا ہوئی ہے، عقیدہ توحید کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان کامل طور پر اللہ کی بندگی میں داخل ہو اور غیر اللہ کی بندگی سے آزادی حاصل کرے، اسلام کے نظریہ وحدت بنی آدم نے انسانوں کی طبقاتی تقسیم، نسلی برتری اور اونچ نیچ کے تصورات کو جڑ سے ختم کر دیا ہے اور سارے انسانوں کو ایک ہی ماں باپ کی اولاد قرار دے کر پوری انسانیت کو مساوات و آزادی کی نعمت سے بہرہ ور کیا ہے، قرآن میں کہا گیا ہے: "**یا أیها الناس إنا خلقناکم من ذکر وأنثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا**" (اے لوگوں! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو) (سورہ حجرات: ۱۳)۔

اور اسلام کے نظریہ تکریم انسانی نے یہ عقیدہ اور شعور پیدا کیا کہ انسان اللہ کی پیدا کردہ اشرف ترین مخلوق ہے، دوسری مخلوقات انسان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتیں اور انسان کے شرف و مجد کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "**ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر**

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممن خلقنا تفضیلا" (اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور دریا (دونوں) میں سوار کیا اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں عطا کیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر بڑی فضیلت دی ہے) (بنی اسرائیل: ۷۰)۔

۳- اسلام نے انسانوں کو مختلف میدانوں میں آزادی کی نعمت سے سرفراز کیا ہے اور اس جہاں کے خالق اور انسانوں کے رب نے مذہب وعقیدہ کی آزادی عطا فرمائی ہے اور دین وعقیدہ کے باب میں جبر واکراہ کو سختی سے روکا ہے اور اسلام نے سیاست ومعاشرت اور معیشت میں بھی آزادی کو روا رکھا ہے اور انسانوں کو وہ تمام بنیادی حقوق عطا فرمائے ہیں جن کی وجہ سے انسان دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر زندگی کی جدوجہد میں ترقیات حاصل کرسکتا ہے اور اپنی بنیادی ضروریات پوری کرسکتا ہے۔

۴- اسلام نے انسانوں کو فکر ونظر کی آزادی سے بھی نوازا ہے۔ اللہ کی عطا کردہ عظیم ترین نعمت عقل وفہم کو استعمال کرنے کی دعوت دی ہے اور اختلاف فکر ونظر کی ہمت افزائی کرکے علمی اور فکری ترقیات کی راہیں کھولی ہیں اور اس بات کا بھی سلیقہ سکھایا ہے کہ مختلف مذاہب اور فکر ونظر کے ماننے والے کس طرح باہمی محبت اور امن وامان کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار سکتے ہیں۔

۵- اسلام نے ہر شخص کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے عقائد وافکار اور نظریات وخیالات کو تہذیب وشائستگی کے دائرہ میں رہتے ہوئے دوسروں کے سامنے زبان وقلم اور ابلاغ وترسیل کے دوسرے ذرائع کا استعمال کرکے پیش کرے، لیکن اظہار رائے کا وہ طریقہ جو دوسروں کی ایذا رسانی کا باعث ہو، خصوصاً ایک دوسرے کی مذہبی شخصیات وشعائر کی توہین اور استہزاء کا ذریعہ بنے، اسلام اس کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ قرآن پاک میں صاف حکم ہے: "ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم" (اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے) (سورہ انعام:۱۰۸)۔

۶- یہ سمینار اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ اس وقت دنیا کے مختلف ملکوں میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ فداہ ابی وامی - اور قرآن پاک کی توہین واستہزاء کے جو شرمناک واقعات، کارٹونوں، تحریروں اور فلموں وغیرہ کی صورت میں پیش آرہے ہیں، ان ممالک کے حکمراں ایسی حرکتیں کرنے والے اشخاص واداروں کو سخت سے سخت سزائیں دیں، اور اظہار رائے کی آزادی کے نام پر ایسی گھٹیا حرکتوں کی سرپرستی نہ کریں تاکہ دنیا میں منافرت کی فضا نہ پھیلے اور امن وامان متاثر نہ ہو۔

۷- یہ سمینار اقوام متحدہ اور عالمی اداروں سے اپیل کرتا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر وہ ایسا قانون بنائیں جس کے ذریعہ کسی بھی مذہب کی مقدس شخصیات، مذہبی کتابوں اور مذہبی علامتوں کی بے حرمتی اور استہزاء کو سنگین جرم قرار دیا جائے اور ایسی کسی بھی حرکت پر پابندی لگائی جائے تاکہ مذہبی منافرت وبدامنی سے بچا جاسکے اور اس دنیا میں جو عالمی گاؤں میں تبدیل ہوچکی ہے پُرامن بقائے باہم کا ماحول قائم رہے۔

۸- یہ سمینار مسلم ممالک کی حکومتوں اور سربراہوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسلام کی عطا کردہ آزادی اور اس سے وابستہ حقوق واحکام پر عمل پیرا ہوں اور اپنے باشندوں کو وہ تمام بنیادی حقوق اور آزادیاں عطا کریں جو اسلام نے انسانوں کو دیا ہے، تاکہ مسلم ممالک کی عملی صورت حال اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق اور آزادیوں کا جیتا جاگتا ثبوت ہو۔

۹- یہ سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا سے درخواست کرتا ہے کہ اسلام کے تصور آزادی اور اس سے مربوط موضوعات کے سلسلہ میں دور حاضر میں جو مسائل بحث اور غور وخوض کے مستحق ہیں، ان کی جامع فہرست تیار کرکے ان پر اہل علم سے ریسرچ وتحقیق کرائے اور موضوع پر علمی تیاری کے بعد غور وخوض اور مذاکرہ کے لیے ورکشاپ اور سمپوزیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منعقد کرے۔

۱۰- یہ سیمینار ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ذمہ داران بالخصوص جامعہ کے وائس چانسلر محترم جناب نجیب جنگ صاحب کا اور اسی طرح اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ذمہ داران کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے اس اہم موضوع پر دو روزہ سیمینار منعقد کر کے خوشگوار علمی ماحول میں ان پر غور وفکر کرنے کا موقع فراہم کیا۔

اس سیمینار کے شرکاء شام کی موجودہ صورت حال کو انتہائی تشویش اور اضطراب کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس ملک میں حکومت کے ذریعہ بنیادی انسانی حقوق کی پامالی اور شہریوں پر اندھا دھند بمباری کی شدید مذمت کرتے ہیں اور حکومت شام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ظلم کا یہ سلسلہ فوری طور پر بند کرے، نیز مسلم ممالک سے اپیل کرتے ہیں کہ شام کے حالات کو معمول پر لانے اور وہاں انسانی حقوق کی بحالی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

مقالات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکر ونظر کی آزادی اور اسلام

مولانا محمد سالم قاسمی صاحب☆

حضرات گرامی!

تمہید: عرض ہے کہ آزادی کا سیاست سے انمٹ رابطہ ہے لیکن آج مغرب نے دیانت وامانت سے یکسر خالی اور اخلاق وانسانیت کی عظمتوں سے قطعاً بے علاقہ آزادی کی اساس ''قیصر کا حق قیصر کو دو اور کلیسا کا حق کلیسا کو دو'' کو بنا کر مذہب کا سیاست سے رابطہ قطعی طور پر توڑ دیا ہے، جب کہ مذہب سیاست کو امانت داری، دیانت آمیزی، اخلاقی اور انسانی شرافت ومروت کی حدود میں برقرار رکھنے کا واحد ذریعہ ہے، نتیجۃً شریفانہ صفات سے بے تعلق اس مغربی فکر نے تمدنی راہ سے عالمگیر پیمانے پر اسی مذہب بیزار فکر کو اقوام عالم کے دماغوں پر مسلط کر دیا۔

بیشتر اقوام عالم کی تہذیبی اور تمدنی بنیادیں اپنے افکار ونظریات پر مبنی تھیں، جن میں تغیر وتبدل صرف ایک جذباتی مسئلہ ہے، جو کسی غیر معمولی دشواری کے بغیر قابل قبول یا قابل رد بن سکتا ہے، اور بلا کسی غیر معمولی ردوکد کے بن بھی رہا ہے، لیکن ملت اسلام کا سرچشمہ اعتقادات کتاب اللہ وسنت رسول اللہ (ﷺ) ہیں جن کی متعین کردہ اعتقادی بنیادیں نا قابل تغیر وتبدل ہیں، اس لئے جہاں اسلامی طاعات وعبادات، عقود ومعاملات، معاشرت ومعیشات، اقتصادیات وتجارات، حدود دین سے متجاوز نہیں ہوسکتیں اسی طرح اجتماعیات وسیاسیات کے اصول اسلامی بھی تغیر پذیر افکار ونظریات سے برتر ہونے کی وجہ سے اصولاً نا قابل تبدیل ہوتے ہیں، انہی

☆ مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل اجتماعیہ میں ''آزادی'' بھی داخل ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی نقطہ نظر سے آزادی بھی اسلام کے علم واخلاق کی قیود سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ''انما بعثت معلما'' اور ''بعثت لاتمم مکارم الاخلاق'' کے تحت آزادی بھی زندگی کے تمام نظاموں کی طرح علم واخلاق کی حدود سے متجاوز ہو کر حقیقی معنی میں آزادی نہیں رہتی، بلکہ وہ انسانیت کے لئے باعث شرم لاابالیت کی غیر معقولیت سے دوچار ہوجاتی ہے، اس لئے قیصر وکلیسا کی ایک دوسرے سے بے تعلقی پر مبنی فکر کے ذریعہ سیاست کا دین ودیانت سے رابطہ کا انقطاع وہ فکر ہے کہ دیانت وامانت کے فکر کی حامل ملت اسلامیہ کے لئے قابل قبول تو کیا لائق التفات بھی نہیں ہوسکتا، اس فکر کے نتیجے میں آزادی کے معنی اس بے قید آزادی کے ہوجاتے ہیں، کہ جس میں کھانا، پینا، گانا، بجانا، نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنا، دنیا بھر میں تفریحی اسفار کرنا، دستور کے نام پر کمزور اقوام کو بے بس کر کے ان کو انسانی حقوق سے محروم کرنا، اپنے مفادات کی تکمیل کی خاطر قانون سازی اور انہی قانونی داؤ پیچ کے ذریعہ ماتحت طبقات پر کمتری کے احساس کو غالب اور مسلط کرنے کے علاوہ آزادی کے کوئی دوسرے معنی باقی نہیں رہتے۔

جبکہ دین فطرت اسلام نے آزادی کو عدل وانصاف، حق وصداقت، اور ایثار و رواداری، کمزوروں اور مظلوموں کی دادرسی، اور مظلوموں کو ظلم سے نجات، تذلیل انسانیت پر مبنی اونچ نیچ کو ختم کر کے انسانی عزت ومساوات کی بحالی، گویا آزادی کے حقیقی معنی بلا استثناء تمام انسانی حقوق کی ادائیگی کے بن جاتے ہیں، اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ کمزوروں کو قوت عطا کی جائے، تاکہ وہ ظالموں کے پنجوں سے اپنے غصب کردہ حقوق واگزار کرسکیں، اور وہ آزادی کی عزت سے بہرہ مند ہوسکیں، اس کے بعد یہ حقیقت کسی دلیل کی ضرورت مند نہیں رہتی کہ ''آزادی'' کا یہ مفہوم اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک سیاست کو علم واخلاق کے ساتھ ہمرشتہ نہ بنایا جائے، کیونکہ ''بے علم واخلاق سیاست اندھی ہوتی ہے، اور بے سیاست آزادی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لنگڑی ہوتی ہے''، فرعون کی اسی بے علم واخلاق اندھی سیاست کی ترجمانی قرآن کریم نے اس طرح فرمائی ہے کہ:

﴿إن فرعون علا فی الأرض وجعل أهلها شیعاً یستضعف طائفة منهم یذبح أبنائهم ویستحیی نسائهم إنه كان من المفسدین﴾ اس کا حاصل یہ ہے کہ فرعون نے اپنے کبر وتکبر کے ساتھ انسانیت سوز اندھی سیاست کے تحت پارٹی بندی پھیلا کر پھر کسی ایک پارٹی کو قوت وتائید دے کر دوسرے حق طلب کمزوروں کو سر ابھارنے کے قابل ہی نہیں رکھا، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دینے میں کوئی باک نہیں کیا۔

ارباب اقتدار غلام سازی کا کوئی نظام ترتیب نہیں دیتے بلکہ ان کے نام نہاد'' نظام آزادی'' کے بطن سے غلام سازی کی تولید ہوجاتی ہے جو آزادی کو ان کے لئے ایک موہوم خیال بنا کر رکھ دیتی ہے، مغرب کے اسی فکر فاسد نے فلسفۂ استعمار کو جنم دیا ہے، جو آزادی کو سلب کرنے کا وہ بدترین طریقہ ہے، جس کو ماضی میں ایشیا نے طویل مدت تک صرف بھگتا ہی نہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ سمجھا تک نہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔

قلت فرصت کی وجہ سے بر سبیل اجمال عرض ہے کہ مغرب سے مغلوب خود غرض اقوام اس استعماری فکر کو سیکھ کر اسے کمزوروں پر استعمال کرنا چاہتی ہیں، لیکن تجرباتی لحاظ سے اس کا تار وپود چونکہ بکھر چکا ہے اس لئے انہیں اب ذلت ناک شکستوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔

آزادی ضمیر:

آج یہ ضرورت ایک اہم ضرورت بن گئی ہے کہ ارباب اقتدار کے سامنے استعمار کی ادنی رنگ آمیزی سے محفوظ آزادی کا یہ حقیقی مفہوم پیش کیا جائے کہ حقیقی آزادی کی اولین دفعہ ''آزادی ضمیر'' ہے جو ناجائز دباؤ ہی سے نہیں بلکہ ایذا رسانی کے ذریعہ آزادی ضمیر کو ختم کرنا بد باطنی کے ساتھ نفس انسانیت سے سو فیصد محرومی کا نام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی فہم وفراست:

دلیل کی قوت فہم وفراست کا اصل سرمایہ یہ ہے کہ اگر دلیل آفرینی کی راہ مسدود کردی جائے تو فہم وفراست سے محروم انسان اندھا اور بہرہ بن کر اسے اپناتا ہے اور نتیجۃً وہ بے شعور حیوانات کی صف میں شامل وداخل ہوجاتا ہے، جبکہ خالق کی طرف سے انسانی عزت مندی اثبات دعوی دلائل پر ہی موقوف ہے۔

اظہار رائے کی آزادی:

قلب انسانی جس فکر وخیال کی صداقت وحقانیت کو مانے ہوئے ہو وہ فطرۃً اس کا مستحق ہے کہ اسے اظہار رائے کی آزادی بھی حاصل ہے، لیکن صحت رائے کے باوجود اس پر اگر قوت وطاقت کے بل بوتے پر قدغن لگادی جائے تو ظلم کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ملک وقوم وہی آزاد شمار ہوگی جس پر اس کی سچی آواز کو برملا کہنے سے روکنے والی کوئی قوت قاہرہ مسلط نہ ہو، ورنہ وہ غلام ہے اور اس کی آزادی خیال خام کے سوا کسی تعبیر کی مستحق نہیں ہوگی۔

صادق ومصدوق نبی کریم ﷺ نے حقیقی آزادی کی ندا بلند کی تو پاک دل افراد نے اپنے دل کی تائید کے ساتھ اس ندا پر لبیک کہا، نتیجۃً یہ حضرات آخری پستیوں سے ابھر کر آخری بلندیوں کو سر کر گئے، اور اس صدائے حق کو حق نا آشنا رد کر کے پستیوں کی دائمی گہرائیوں میں وہاں تک اتر گئے کہ جس سے ان کی برآمدگی کی امید ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔

عنوان کی عظیم وسعت تفصیل کی طالب تھی بتسلسل اسفار غیر معمولی اداری مصروفیات اور مزید برآں علالت ونقاہت کی بنا پر میں ان مختصر طالب علمانہ کلمات کو تعجیلاً پیش کر کے خواستگار دعا پر اجازت خواہ ہوں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزاد عوامی حکومت - اسلامی تصور

مولانا اختر امام عادل قاسمی ☆

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے لئے پوری رہنمائی موجود ہے، سیاست وحکمرانی بھی دنیاوی زندگی کا اہم ترین باب ہے، یہ انسانی معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے، اس کے بغیر نہ نظم وضبط قائم ہوسکتا ہے، نہ رشتوں اور مرتبوں کا احترام باقی رہ سکتا ہے، نہ صلاحیتوں کا صحیح استعمال ہوسکتا ہے اور نہ روئے زمین جنت کا نمونہ بن سکتی ہے، اسی لئے انسانی تاریخ کے ہر دور میں اس کو ایک اجتماعی ضرورت کے طور پر برتا گیا، ہر عہد کے بہترین دماغوں نے اس کے لئے اپنی صلاحیتیں صرف کیں، ہر علاقہ کی چنیدہ شخصیتوں نے اس میں حصہ لیا، اس کی تشکیل وتاسیس سے لیکر اس کی توسیع وترقی تک کے اصول وضوابط بنائے گئے، اور تاریخی ارتقا کے ساتھ اس تصور نے بھی ترقی کی، یہ فکر انسانی کی جولانگاہ رہی، یہی چیز انسانی معاشرہ کو دوسری تمام مخلوقات کے مقابلے میں قابل رشک عظمت عطا کرتی ہے، روئے زمین کا تمام تر حسن اسی اجتماعی نظام کی بدولت ہے اور یہی بات انسانوں کو ساری کائنات سے ممتاز کرتی ہے، رب کائنات نے جس وقت تخلیق انسانی کا فیصلہ فرمایا اسی وقت اس کی حیثیت کا تعین ان الفاظ میں فرمایا:

"وإذ قال ربک للملٰئکة إني جاعل في الأرض خلیفة" (البقرۃ:۳۰)۔

☆ مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (اور جس وقت تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں)۔

یہ قدرت کا بیش قیمت عطیہ ہے، وہ لوگ بڑے صاحب نصیب ہیں جو انسانیت کی اس عظیم اجتماعی ضرورت کے لئے منتخب ہوتے ہیں، قرآن کریم کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس ضرورت کے لئے تیار ہونے والے افراد بہت ہی غیر معمولی ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ اس کو اسی طرح برتیں جس طرح اس کا حق ہے:

"وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحت ليستخلفنهم فى الأرض كما استخلف الذين من قبلهم" (النور:۵۵)۔

ترجمہ: (ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ ان کو روئے زمین کی خلافت عطا فرمائیں گے، جس طرح کہ ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمایا تھا)۔

اسلام نے زندگی کے ہر مرحلے کی طرح اس باب میں بھی کافی ہدایات دی ہیں اور اسلامی تاریخ میں اس کے بے شمار عملی نمونے ملتے ہیں، حکومت کی تشکیل وتاسیس اور طریقۂ انتخاب سے لیکر اس کی توسیع واستحکام تک اور آئینی اور اصولی نظریات سے ان کی عملی جزئیات تک ہر مرحلے کے لئے اسلامی تعلیمات میں مکمل ہدایات موجود ہیں، جن کی روشنی میں حقیقی بنیادوں پر پہلے بھی اسلامی حکومتیں قائم ہوئی ہیں اور آئندہ بھی قائم ہوسکتی ہیں۔

اسلامی نظریۂ حکومت

قرآن کریم، احادیث پاک اور سلف صالحین کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام روئے زمین پر ایک ایسی آئینی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، جہاں حکمراں اور رعایا دونوں کسی بالاتر قانون کے پابند ہوں، جہاں قانون حکمراں طبقے کے لئے بازیچۂ اطفال نہ بنے، جہاں انسانوں کی مرضی سے نہیں، بلکہ رب العالمین کے مقرر کردہ اصول وکلیات کی روشنی میں نظام العمل مرتب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے، جس پر کسی خاص طبقہ یا ٹولہ کی جاگیرداری نہ ہو، اور جس کے انتخاب سے لیکر انتظام تک میں ارباب حل وعقد اور اصحاب دانش کی آراء سے استفادہ کیا جائے۔

دو انتہاؤں کے درمیان

دنیا میں حکمرانی کی اب تک کی تاریخ دو الگ الگ انتہاؤں کو چھو رہی ہے، یا تو وہ آمریت کے ذہن سے جنم لیتی ہے یا عوامی آزادی کے بطن سے، دوسرے لفظوں میں حکومت یا تو ایک فرد، خاندان یا طبقہ کی اسیر ہوتی ہے، یہ نسلی یا خاندانی نظام ہے، یا پھر ہر کس وناکس کے خیالات کی پابند، جیسا کہ مروجہ جمہوری نظام حکومت میں ہوتا ہے،.....مگر یہ دونوں صورتیں ایک ناقص وناتمام نظام حکومت ہے، اس لئے کہ تمام تر اختیارات کسی فرد یا خاندان کو دینا جتنا خطرناک ہے، ہر بوالہوس کو صاحب اختیار بنا دینا اس سے بھی زیادہ خطرناک حماقت ہے، اسلام ان دو انتہاؤں کے درمیان ایک ایسی آئینی حکومت کا طرفدار ہے جہاں اختیارات افراد کے بجائے قانون کے ہاتھ میں ہو، جہاں انسان کے بجائے رب العالمین کا اختیار چلتا ہو، جس کی تاسیس وتشکیل کو نہ کسی فرد یا خاندان میں محدود کیا جائے اور نہ ریاست کے ہر ہر فرد تک عام کرنے کا لزوم ہو، بلکہ یہ اختیار ہر علاقہ کے ارباب حل وعقد اور اصحاب علم ودانش کو حاصل ہو کہ وہ باہم مشورہ سے امیر کا انتخاب کریں۔ فقہاء نے اہلیت امیر کا ایک معیار مقرر کیا ہے، جو شخص بھی اس معیار مطلوب پر پورا اترے اس کو یہ ذمہ داری دی جاسکتی ہے، یہ شورائی نظام ہے، یہ جمہوری نظام سے قریب تر ہونے کے باوجود اس سے مختلف ہے، مثلاً:

جمہوریت اور شورائیت میں فرق

☆ جمہوری نظام میں ریاست کے ہر شہری کو اس میں شرکت کا قانونی استحقاق ہوتا ہے، اور اس میں کسی ایک شخص کو بھی اس حق کے استعمال سے قصداً بے دخل نہیں کیا جاسکتا، جبکہ شورائی نظام میں ریاست کے ہر فرد کی شرکت ضروری نہیں ہوتی، صرف ارباب حل وعقد کی ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابل لحاظ تعداد کی شرکت کافی ہوتی ہے۔

☆اسی طرح جمہوری نظام میں امیر کا انتخاب ایک محدود مدت کے لئے ہوتا ہے، اور مدت کے اختتام پر اس کی امارت خود بخود ختم ہوجاتی ہے، اگر چہ کہ اس میں ساری صلاحیتیں بدستور موجود ہوں، اور نظام حکومت بہتر انداز میں چل رہا ہو، جبکہ شورائی نظام میں امیر کا انتخاب (عہد صحابہ سے آج تک کی عام روایت کے مطابق) محدود مدت کے لئے نہیں، بلکہ تاحیات کے لئے ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کی صحت اور عقل وفکر سلامت رہے اور اس سے کسی ایسی بڑی خیانت یا دینی یا قومی گناہ سرزد نہ ہو جس سے اس کو معزول کرنا ضروری ہوجائے۔

☆جمہوری نظام کی بنیاد عددی قوت پر ہوتی ہے، جبکہ شورائی نظام اصولی طور پر معنویت اور معقولیت کو رہنما بناتا ہے، اور کسی بھی رائے کو ترجیح بالعموم اسی اصول پر حاصل ہوتی ہے۔

☆جمہوری نظام میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی جیت کے امکانات بہت محدود ہوتے ہیں، اس لئے کہ دنیا میں اکثریت ہمیشہ غیر معیاری لوگوں کی ہوتی ہے، جبکہ شورائی نظام میں یہ خطرہ نسبتاً کم ہوتا ہے، وغیرہ۔

خلافت ارضی

اسلام ایک نظریاتی حکومت کا علمبردار ہے، اس کی تشریح کے لئے یہ وضاحت ضروری ہے کہ حکومت کے بارے میں اسلام کا تصور کیا ہے؟ اور وہ حکمراں کو کس آئینے میں دیکھتا ہے؟

قرآن زمینی حکومت کو خلافت کا نام دیتا ہے، اسلامی تصور کے مطابق روئے زمین، بلکہ ساری کائنات اور ماورائے کائنات پر حکومت صرف اللہ کی ہے۔

"إن الحكم إلا لله" (یوسف:۶۷)، ترجمہ: (حکومت صرف اللہ پاک کے لئے ہے)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساری کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اسی کی مرضی اور اشارہ سے ہوتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا، ساری پیشانیاں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، دل کی دھڑکنیں اور ذہن و دماغ کی کاوشیں بھی اسی کے قبضے میں ہیں، زمین پر جو بھی نظام حکومت قائم ہوتا ہے وہ دراصل حکومت الٰہی کا عکس ہے، یہ حکومت نہیں نیابت اور خلافت ہے، اور یہ خدائی انتخاب ہے، اللہ پاک نے اس زمین کا نظام انسانوں کے حوالہ کیا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ یہاں کے ہر نظام میں اس کی مرضی کا لحاظ رکھا جائے۔

حضرت داؤدؑ ان اولوالعزم پیغمبروں میں ہیں جن کو نبوت کے ساتھ ساتھ خلافت ارضی سے بھی سرفراز کیا گیا تھا، ان کو مخاطب کر کے رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

''یاداؤد إناجعلناک خلیفة فی الأرض فاحکم بین الناس بالحق ولاتتبع الهویٰ فیضلک عن سبیل اللّٰه'' (ص:۲۶)۔

ترجمہ: (اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین کا خلیفہ بنایا ہے، اس لئے لوگوں کے لئے آپ کے فیصلے کی بنیاد خالص حق پر ہونا چاہئے، لوگوں کی خواہشات اور تقاضوں کے پیچھے نہ چلیں ورنہ وہ راہ حق سے آپ کو دور کر دیں گے)۔

ایک جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدهم لننظر کیف تعملون'' (یونس:۱۴)۔

ترجمہ: (پھر ہم نے خلافت ارضی ان کے بعد تم کو عطا کی، تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو)؟

ایک جگہ بعض ان بنیادی مقاصد کا ذکر کیا گیا ہے جن کے لئے اسلامی حکومت وجود میں لائی جاتی ہے:

''الذین إن مکناهم فی الأرض أقامو الصلوٰة وآتو الزکوٰة وأمروا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالمعروف ونهوا عن المنكر" (الحج:۴۱)۔

ترجمہ: (یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے)۔

"سورۃ الحدید" میں ہے:

"لقد أرسلنا رسلنا بالبينات وأنزلنا معهم الكتٰب والميزان ليقوم الناس بالقسط، وأنزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع للناس" (الحدید:۲۵)۔

ترجمہ: (ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت قوت اور لوگوں کے لئے سامان نفع ہے)۔

لوہا سے مراد یہاں سیاسی اور اقتصادی قوت ہے (التفسیر الکبیر للرازی ۲۹/ ۲۴۲-۲۴۳، طبع دار الفکر بیروت ۱۹۸۱ء)۔

خلافت کا مفہوم

اسی لئے علماء اسلام نے امامت وخلافت کی جو تعریفات کی ہیں ان میں اس بنیادی تصور کو ملحوظ رکھا گیا ہے، مثلاً:

علامہ ابن خلدونؒ المالکی امامت کی تعریف کرتے ہیں:

"خلافة عن صاحب الشرع في حراسة الدين وسياسة الدنيا" (مقدمہ ابن خلدون، ص ۹۱ ط: دار الفکر)۔

امامت دراصل دین کی نگرانی اور دنیا کے سیاسی معاملات میں صاحب شرع کی قائم مقامی کا نام ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی الحنفیؒ رقمطراز ہیں:

"نيابة عن الرسول في إقامة الدين بحيث يجب علىٰ كافة الأمم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاتباع" (شرح العقائد النسفیۃ، ص۱۵، ط: دار احیاء الکتب العربیہ)۔

ترجمہ: (یہ اقامت دین کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت ہے جس کی اتباع پوری امت پر واجب ہے)۔

علامہ ماوردی الشافعیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"خلافة النبوة فی حراسة الدین وسیاسة الدنیا" (الأحکام السلطانیۃ، ص۵، ط: دار الفکر ۱۴۰۴ھ)۔

(تحفظ دین اور سیاست دنیا کے مسئلے میں نیابت نبوت)۔

اس طرح کی مختلف تعریفات میں یہ بات قدر مشترک کے طور پر ملتی ہے کہ اسلام کا تصور حکومت آزادانہ خود مختاری یا مطلق العنانی کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ بہت سے حدود و قیود کا پابند ہے۔

اسلام میں حکمراں کی حیثیت

اسلام کے تصور حکومت کو سمجھنے کے لئے حکمراں کی حیثیت عرفی کی بحث بھی قابل ذکر ہے، اس ضمن میں تین نقاط نظر ملتے ہیں:

(۱) بعض حضرات کی رائے ہے کہ حکمراں روئے زمین پر اللہ کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے، اس لئے کہ:

☆ حکمراں بندگان پر اللہ ہی کے احکام نافذ کرتا ہے۔

☆ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"وھوالذی جعلکم خلائف الأرض ورفع بعضکم فوق بعض درجات" (الانعام:۱۶۵)۔

ترجمہ: (اور اللہ پاک ہی نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور بعض کو بعض پر برتری عنایت فرمائی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ ارشاد ہے:

"إني جاعل في الأرض خليفة" (البقرۃ:۳۰)۔

(میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں)۔

یہ قول حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہے (دیکھئے جامع البیان للطبریؒ ج ۱ ص ۱۵۷، الاحکام السلطانیۃ للماوردیؒ ص ۱۴، الاحکام السلطانیۃ لابی یعلیٰ ص ۲۷، مقدمہ ابن خلدون ص ۱۹۱)۔

ان حضرات کے مطابق امام کو خلیفۃ اللہ کہنا جائز ہے،.....

لیکن اس رائے کو قبول کرنے میں کئی دشواریاں ہیں:

☆ خلافت ونیابت کا تعلق غائب شخصیت سے ہوتا ہے، اللہ حیّ القیوم ہے، اس کے لئے خلیفہ ونائب کا کیا تصور؟

☆ امام کو تفویض امامت منجانب اللہ نہیں ہوتی، کہ اس کو اللہ کا خلیفہ کہا جائے، بلکہ قوم یا ارباب حل وعقد کی طرف سے ہوتی ہے۔

☆ اگر کسی کے لئے خلیفۃ اللہ کہلانا درست ہوتا تو وہ نبی ﷺ کی ذات گرامی تھی، کیونکہ نبوت من جانب اللہ ہوتی ہے، لیکن کبھی آپ ﷺ نے اپنے لئے یہ لقب اختیار نہیں فرمایا۔

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ اقامت دین اور سیاست دنیا کے معاملات میں امام رسول اللہ ﷺ کا نائب وخلیفہ ہوتا ہے (الاحکام السلطانیۃ للماوردیؒ ص ۱۴، الاحکام السلطانیۃ لابی یعلیٰ ص ۲۷، ط دار القلم ۱۴۰۴ھ، مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۹۱)۔

اس رائے کا ماخذ غالباً حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک قول ہے:

"لست خليفة الله ولكني خليفة رسول الله" (طبقات ابن سعد، ۳/ ۱۸۳ ط دار صادر ۱۴۰۵ھ)۔

(میں اللہ کا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز یہ رسول اللہ ﷺ کا منصب ہے، اگر آپ دنیا میں تشریف فرما ہوتے تو آپ ہی امام وقت ہوتے، بعد میں آنے والے خلفاء دراصل حضور ﷺ کے اسی مشن کو آگے بڑھانے والے ہیں، اس لئے ان کے لئے خلیفۂ رسول کا خطاب درست ہے۔

مگر اس رائے میں دقت یہ ہے کہ کسی کا خلیفہ وہ ہوتا ہے جس کو وہ خود اپنا خلیفہ بنائے، بعد میں آنے والے ائمہ کا انتخاب من جانب رسول نہیں ہوتا، اس لئے ان کو ان کا خلیفہ بھی نہیں کہا جاسکتا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا معاملہ اس سے مختلف ہے، ایک تو وہ خلیفہ بلافصل تھے، دوسرے خود رسول کریم ﷺ ان کو اپنا جانشیں بنانا چاہتے تھے، لیکن مصلحتاً آپ نے ان کو نامزد نہیں فرمایا، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لقد هممت –او أردت –أن ارسل إلىٰ أبى بكر وإبنه ،فأعهد أن يقول القائلون أو يتمنى المتمنون ،ثم قلت: يأبى الله ويدفع المؤمنين أو يدفع الله ويأبى المؤمنون" (صحیح البخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۲۰۵ ط دارالفکر)۔

(میں نے تو ارادہ کرلیا تھا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلوا کر عہد نامہ تیار کرادوں تاکہ کسی بوالہوس کو کچھ کہنے اور سوچنے کی نوبت نہ آئے، لیکن پھر میں نے کہا کہ اللہ پاک اور مسلمان خود اس کو دفع کردیں گے)۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"يغنى عن العهد، فلايحتاج إليه فتركهٗ لعدم الحاجة، وظهور فضيلة الصديق وإستحقاقه وهٰذا أبلغ من العهد" (منہاج السنۃ لابن تیمیۃ ۱/ ۱۴۱، ط دارالکتب العلمیۃ بیروت)۔

(عہد نامہ کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فضل واستحقاق بالکل ظاہر تھا، اور یہ عہد نامہ کے مقابلے میں زیادہ معنیٰ خیز بات تھی)۔

اس لئے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفۂ رسول کہلانے کا حق تھا، بعد کے خلفاء نے اپنے لئے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقب استعمال نہیں کیا، خود حضرت عمرؓ نے اپنے لئے امیر المؤمنین کا لقب اختیار فرمایا، خلیفۂ رسول نہیں۔

(۳) تیسری رائے جس کو متعدد علماء اور مشائخ نے اختیار فرمایا ہے، وہ یہ کہ امام جملہ معاملات ومسائل میں امت کا وکیل اور نائب ہوتا ہے، قوم اسے منتخب کرتی ہے، اس لئے وہ قوم کا نمائندہ ہوتا ہے، اس موقف کے حاملین میں درج ذیل علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں : علامہ باقلانیؒ المالکی (م ۴۰۳ھ، التمہید، بحوالہ نصوص الفکر السیاسی الاسلامی، منشورات دار الطلیعۃ بیروت)، قرطبیؒ المالکی (م ۶۷۱ھ، بحوالہ الامامۃ فی الفقہ الاسلامی لعلی بن ہلال العمری، ص ۳۷، ۱۹۹۱ء)، ابن تیمیہ الحنبلیؒ (السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ للخلاف ص ۱۴ ط دار القلم الکویت ۱۴۰۸ھ)، ابن رجب الحنبلی (بحوالہ القواعد فی الفقہ الاسلامی، ص ۱۱۶، ط مکتبۃ الکلیات الازہریۃ ۱۳۹۲ھ)، علامہ کاسانی الحنفیؒ (بدائع الصنائع، ص ۱۶، ط دار الکتب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ) وغیرہ۔

یہ رائے اس اعتبار سے زیادہ قابل لحاظ ہے کہ امت یا اس کے ارباب حل وعقد اس کو منتخب کرتے ہیں، اس کے کاموں کا محاسبہ کر سکتے ہیں اور نا قابل معافی جرائم کی صورت میں اس کو معزول کر سکتے ہیں، وغیرہ ..... یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت اصل ہے اور امام اس کا نمائندہ ہے، اس لئے اس کے ہر عمل میں جماعت کی نمائندگی ہونی چاہئے۔

اسلامی نظریۂ حکومت کا امتیاز

اسی طرح اسلامی نظریۂ حکومت عام نظریۂ حکمرانی سے مختلف ہے، عام تصور یہ ہے کہ یہ ایک اعزاز ہے، جو خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، اسی لئے قرون قدیمہ میں اس کے لئے کچھ افراد یا خاندان مخصوص ہوتے تھے، اور اس کو آسمانی خصوصیت باور کرایا جاتا تھا، اسی لئے عام خاندانوں کے لوگ کبھی یہ خیال بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وہ بھی کبھی مسند اقتدار پر بیٹھ سکتے ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے آنے کے بعد جب انسانی رجحانات میں تبدیلی آئی، اور اسلامی فتوحات نے عالمی تصورات میں انقلاب برپا کیا، تو وہ دنیا جو اسلامی تعلیمات کی نورانیت سے محروم ہے، وہاں یہ تو نہ ہوا کہ اسلامی نظریۂ حکمرانی کو پذیرائی ملتی، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اس مصنوعی امتیاز کا طلسم پارہ پارہ ہوگیا، اور ہر طبقہ کے لوگ اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، ہر ایک نے اس کو اپنے استحقاق کا مسئلہ بنالیا، عورتیں بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں رہیں، اس لئے کہ حق کے معاملے میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے، دنیا کی پوری تاریخ حکمرانی انہی حقائق کے گرد گھوم رہی ہے، غیر اسلامی دنیا میں ایسے حکمراں شاید انگلیوں پر گنے جاسکیں جنہوں نے ان سفلی جذبات سے بلند ہوکر حکمرانی کے حقوق ادا کئے ہوں۔

اس کے بالمقابل اسلامی نظریۂ حکومت ہے کہ یہ کوئی پیدائشی اعزاز یا حق نہیں، بلکہ بہت بڑی ذمہ داری ہے، یہ مقام عزت نہیں، موقع خدمت ہے، یہ قدرت کا محض عطیہ نہیں، بلکہ فریضہ بھی ہے، یہ کامیابی نہیں، آزمائش ہے، اس کی تمنا نہیں، بلکہ اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، قرآن وحدیث کی متعدد نصوص میں اس تصور کی ترجمانی کی گئی ہے، قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''إن اللّٰه يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلىٰ أهلها وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل إن اللّٰه نعمّا يعظكم به إن اللّٰه كان سميعاً بصيراً'' (النساء: ۵۸)۔

ترجمہ: (اللہ پاک تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں اہل امانت کے حوالے کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلے کی نوبت آئے تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ پاک تمہیں اچھی نصیحت کرتے ہیں اور اللہ پاک سننے اور دیکھنے والے ہیں)۔

ارشاد نبوی ہے:

''ألا كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته فالامير الذى على الناس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راع وهو مسؤول عن رعيته" (بخاری شریف، کتاب الاحکام، ۹۰۱/۲ حدیث نمبر: ۲۴۱۶، مسلم شریف، کتاب الامارۃ ۲۰۹/۱۲ حدیث نمبر: ۴۸۲۸، ط دار الفکر مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ۱۴۰۱ھ)۔

ترجمہ: (سنو! تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھ ہوگی پس حکمران اعلیٰ بھی اپنی رعایا کے حق میں جوابدہ ہے)۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

"من ولی لنا عملاً فلم یکن لهٗ زوجة، فلیتزوج أو خادماً فلیتخذ خادماً أو مسکناً فلیتخذ مسکناً أو دابةً فلیتخذ دابة، فمن أصاب سوىٰ ذٰلک فهو غال أو سارق (مسند احمد ۱۰۸/۳۹، حدیث نمبر: ۱۸۵۰۲، ط مصر، المعجم الکبیر للطبرانی ۳۵۰/۲۰، ط مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء)۔

ترجمہ: (جو شخص حکومت کے کسی منصب پر فائز ہو، اور اس کے پاس بیوی نہ ہو تو بیوی حاصل کرلے، خادم نہ ہو تو خادم بنالے، گھر نہ ہو تو گھر بنالے، سواری نہ ہو تو سواری کا نظم کرلے اور بس، اس سے زیادہ کی جو کوشش کرے گا وہ خائن یا چور ہوگا)۔

سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا:

"یا أبا ذر إنک ضعیف، وإنها أمانة، وإنها یوم القیامة خزی وندامة، إلا من أخذ بحقها، وأدی الذی علیه فیها" (صحیح مسلم ۶/۶، حدیث نمبر: ۴۸۲۳، ط دار الجیل بیروت)۔

ترجمہ: (اے ابوذر! تم ایک کمزور شخص ہو اور منصب حکومت ایک امانت ہے اور روز قیامت باعث ذلت وندامت، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کا حق ادا کیا اور اس کی ذمہ داریاں پوری کیں)۔

امیر میں کیسی احساس ذمہ داری ہونی چاہئے اس کی نمائندگی حضرت عمر بن خطابؓ کے اس قول سے ہوتی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لو هلک حمل من ولد الضأن ضیاعاً بشاطئ الفرات خشیت أن یسألنی اللّٰہ عنه" (مصنف ابن ابی شیبة -تحقیق محمد عوامة) (کتاب الزہد، باب کلام عمرؓ ۱۳/ ۲۷۷، حدیث نمبر: ۱۶۳۳۳، ط دار السلفیۃ ممبئی ۱۹۸۳ء)۔

ترجمہ: (دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر ہلاک ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ پاک مجھ سے باز پرس نہ کریں)۔

اعزاز نہیں آزمائش

اسی لئے اسلامی تصور کے مطابق کوئی سمجھدار شخص عام حالات میں جان بوجھ کر اپنی گردن اس میں پھنسانا پسند نہیں کرسکتا، بلکہ جو شخص اس کا خواہش مند ہو یا اس کے لئے تگ ودو کرے اس کو ناپسندیدہ شخص قرار دیا جاتا ہے، اور اصولی طور پر اس کو یہ ذمہ داری نہیں دی جاسکتی، ارشاد نبوی ہے:

"إنا واللّٰہ لانولی علیٰ هذا العمل هذا أحداً سألهٗ ولا أحداً حرص علیه" (صحیح مسلم ۶/ ۶ حدیث نمبر: ۴۸۲۱، ط بیروت، بخاری، کتاب الاحکام، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ ۴/ ۳۳۰، حدیث نمبر: ۷۱۴۸، ط مکتبۃ السلفیۃ القاہرۃ، سنن البیہقی الکبریٰ ۱۰/ ۱۰۰، حدیث نمبر: ۲۰۰۳۵، ط مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱۹۹۴ء)۔

ترجمہ: (بخدا ہم کسی ایسے شخص کو یہ منصب نہیں دے سکتے جو اس کا خواہشمند یا حریص ہو)۔

"إن أخونکم عندنا من طلبهٗ" (ابو داؤد، کتاب الامارۃ ۳/ ۹۱، حدیث نمبر: ۲۹۳۲، ط دار الکتاب العربی بیروت، سنن النسائی ۵/ ۲۲۶، حدیث نمبر: ۸۷۴۶، ط دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

ترجمہ: (تم میں سب سے بڑا خائن وہ ہے جو منصب کا طلبگار ہو)۔

حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہؓ کو مخاطب فرما کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یا عبد الرحمن بن سمرةؓ لاتسأل الإمارة، فإنک إذا أوتیتها عن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلة وكلت إليها و إن أوتيتها عن غير مسئلة أعنت عليها" (بخاری، کتاب الاحکام، باب من سأل الإمارة وكل إليها ۴/۳۳۰، حدیث نمبر: ۷۱۴۷ ط مکتبۃ السلفیۃ القاہرۃ)۔

ترجمہ: (اے عبدالرحمٰن بن سمرہؓ! عہدہ مت طلب کرو، اس لئے کہ اگر طلب پر تم کو دیا جائے گا تو تم کو اسی کے حوالے کر دیا جائے گا، اور بلا طلب ملے تو نصرت الٰہی شامل حال ہوگی)۔

امیدواری کا تصور نہیں

یہ ہدایات اسلامی تصور حکومت کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہیں اور اسی تصور امارت کی بنا پر اسلامی سوسائٹی میں کسی شخص کا دعویٰ حکومت لیکر اٹھنا بہت مستبعد بات ہے، آج کی طرح امیدواروں کی بڑی تعداد، ترغیب وتحریص کے نت نئے طریقے اور تشہیری مہموں کی گرم بازاری کا اسلامی نظام انتخاب میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، عہد نبوت کے بعد اسلامی عہد حکومت کے لئے خلفاء اربعہ اور خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور آئیڈیل دور ہے، اس پورے عہد میں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی خلیفہ یا حکمراں کو ان کی امیدواری یا خواہش کی بنیاد پر حکومت سونپی گئی ہو، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیش رو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھا کہ اگلے خلیفہ کے طور ان کا نام منتخب ہوگا، یہ تو ان کو اس وقت معلوم ہوا جب مرحوم خلیفہ کی تحریر تولیت (یا وثیقۂ خلافت) بر سر مجلس پڑھی گئی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے نام کا انتخاب دیکھ کر حیران رہ گئے، ان پر سکتہ کی کیفیت طاری ہوگئی، لوگ ان کو منبر پر جانے کی فرمائش کر رہے تھے اور ان میں اٹھنے تک کی سکت نہیں تھی، لوگوں نے بہت اصرار کے ساتھ سہارا دے کر ان کو اٹھایا اور منبر پر بٹھایا، بہت دیر تک سکتہ کی کیفیت میں بیٹھے رہے، ایک لفظ نہ بول سکے، جیسے کتنی بڑی مصیبت آن پڑی ہو، جب کچھ ہوش وحواس بحال ہوئے تو ارشاد فرمایا:

"أيها الناس إني والله ما استؤمرت في هذا الأمر وأنتم بالخيار ثم نزل ..... وفي رواية اخرىٰ..... إني قد ابتليت بهذا الأمر من غير رأى كان مني ولا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلبة لهٗ ولامشورة من المسلمين وإني قد خلعت ما في أعناقكم من بيعتي فاختاروا لأنفسكم، فصاح الناس صيحة واحدة، قد إخترناک يا أمير المؤمنين ورضينا بک" (سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ للحافظ جمال الدین ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ ص ۵۱-۵۳، ط مطبعۃ المؤید مصر ۱۳۳۱ھ)۔

ترجمہ: (لوگو! بخدا اس معاملہ میں مجھ سے کوئی مشورہ نہیں لیا گیا، اس لئے آپ تمام لوگوں کو اختیار ہے،..... یہ کہکر اتر گئے .....ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا ..... کہ اس معاملہ میں مجھے میری طلب اور پسند اور مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر مجھے آزمائش میں ڈالا گیا ہے؛ اس لئے میں اپنی بیعت سے آپ سب کو آزاد کرتا ہوں، جس کو چاہیں آپ لوگ خلیفہ منتخب کرلیں..... کہتے ہیں کہ یہ سنکر مسجد میں لوگوں کی چیخیں نکل گئیں، سب نے بیک آواز کہا، ہم آپ کو اختیار کرتے ہیں اور آپ سے راضی ہیں۔

اسلامی حکمراں کی صفات

وہ کیا خصوصیات ہیں جن کی بنیاد پر کسی کو حکمرانی کے لئے اہل یا نااہل قرار دیا جاسکتا ہے، فقہ اسلامی کی کتابوں میں مکمل رہنما خطوط موجود ہیں، ہم اس سلسلے میں کچھ ضروری اشارات پیش کرتے ہیں۔

فقہاء نے اہلیت امارت کی بحث کے ضمن میں بعض شرائط کا ذکر کیا ہے جن میں کچھ اتفاقی ہیں اور کچھ اختلافی۔

اہلیت امارت کی شرطیں

(۱) مسلمان ہو، اس لئے کہ جواز شہادت کے لئے اسلام شرط ہے، مسلمانوں کے خلاف کافروں کی شہادت درست نہیں، جبکہ ولایت کا درجہ شہادت سے بلند ہے، اس شرط کا ماٰخذ یہ آیت کریمہ ہے:

"ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً" (النساء:۱۴۱)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (اور اللہ پاک کافروں کو اہل ایمان پر ہرگز کوئی سبیل نہیں دے گا)۔

ظاہر ہے کہ حکومت سے بڑھکر سبیل کیا ہوسکتی ہے؟

(۲) عاقل و بالغ ہو، کسی بچے یا پاگل کی امامت درست نہیں، اسلئے کہ وہ خود اپنے معاملات میں دوسروں کے محتاج ہیں تو پوری ریاست اور قوم کے معاملات و مسائل کا بوجھ وہ کیا اٹھا سکتے ہیں؟ یہ تو بہت بنیادی بات ہے، بلکہ کم از کم اتنا صاحب فہم ہونا چاہئے کہ ریاست کے معاملات و مسائل اور قومی و ملکی امور میں دشمن کے مکر و فریب کو سمجھ سکے (فضائح الباطنیۃ للغزالیؒ ص ۸۰، شرح العقائد للتفتازانی ص ۱۴۵، ط دار احیاء الکتب العربیۃ)۔

ایک اثر صحابی سے اس پر روشنی پڑتی ہے :

"تعوذوا باللّٰہ من رأس السبعین ..... وإمارة الصبیان" (اخرجہ احمد ۲/۳۲۶، ط السلفیۃ، واسنادہ ضعیف، المیزان للذہبی ۳/۴۰۲، ط الحلبی)۔

ترجمہ: (ستر (۷۰) کے آغاز..... اور بچوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ چاہو)۔

(۳) مرد ہو، اسلام میں عورتوں کو بار خلافت دینے کی اجازت نہیں، اور نہ اس کی ذہنی و جسمانی ساخت اتنی بڑی ذمہ داری اٹھانے کی متحمل ہے (الاحکام السلطانیۃ للماوردیؒ، الروضۃ للنوویؒ ۱/۴۲، ط المکتب الاسلامی ۱۴۰۵ھ، المسامرۃ (لابن ابی شریف) شرح المسایرۃ لابن الہمام ص ۳۲۰، ط المکتبۃ التجاریۃ مصر، الجامع لاحکام القرآن للقرطبیؒ ۱/۲۷۰، ط دار الفکر ۱۳۷۲ھ)۔

☆ دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

"الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض وبما انفقوا من أموالھم" (النساء: ۳۴)۔

ترجمہ: (مرد عورتوں پر نگراں ہیں، اس بنیاد پر جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے)۔

☆ نیز رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لن يفلح قوم ولّوا أمرهم إمرأة'' (رواہ البخاری وأحمد والنسائی والترمذی، فتح الباری ۸/۱۲۶ط السلفیۃ)۔

ترجمہ: (وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جو اپنے معاملات کی ذمہ داری کسی عورت کے حوالے کردے)۔

☆ایک اور حدیث میں ہے:

''إذاكان أمراء كم خياركم وأغنياء كم سمحاء كم وأمركم شورىٰ بينكم، فظهر الأرض خير لكم من بطنها، وإذاكان أمراء كم اشراركم وأغنياء كم بخلاء كم وأموركم إلىٰ نسائكم فبطن الأرض خير لكم من ظهرها'' (ترمذی ۴/۵۲۹، حدیث نمبر: ۲۲۶۶، ط داراحیاء التراث العربی بیروت، تہذیب الآثار للطبری ۱/۱۱۳ط مطبعۃ المدنی القاہرۃ)۔

(جب تمہارے امراء تم میں بہتر لوگ ہوں، تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے امور باہم مشورہ سے طے ہوں، تو زمین کی پشت تمہارے لئے اس کے بطن سے بہتر ہے، اور جب تمہارے امراء تم میں بدترین لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہوجائیں، اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہوجائیں تو تمہارے لئے زمین کا بطن اس کی پشت سے بہتر ہے)۔

(۴) آزاد ہو، غلام نہ ہو (الاحکام السلطانیۃ للماوردی ۶، الروضۃ للنووی ۱/۴۲، المسامرۃ شرح المسایرۃ لابن الہمام ۳۲۰، الجامع للقرطبی ۱/۲۷۰)۔

(۵) اعضاء وحواس صحیح سالم ہوں، اور امور خلافت کی انجام دہی پر خود قدرت رکھتا ہو (المصنف للشیخ احمد بن عبداللہ الکندی (م ۵۵۷ھ) ۱۰/۵۷ط مطبعۃ عیسیٰ البابی عمان ۱۴۰۳ھ، الاحکام للماوردی، ص ۶، الاحکام لابی یعلیٰ، ص ۲۱، ۲۲)۔

بعض مختلف فیہ شرطیں

(۶) عدالت اور علم واجتہاد، فقہاء مالکیہ، شافعیہ، اور حنابلہ کے نزدیک امیر کے لئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادل ہونا شرط ہے (یعنی ایسا شخص جو امانت و دیانت اور اخلاق فاضلہ کا حامل ہو، صادق القول ہو، گناہوں سے بچتا ہو، اعتماد اور وقار رکھتا ہو، رضا اور غضب ہر حال میں قابل بھروسہ ہو، اس کی دینی اور اخلاقی حالت لوگوں میں معروف اور مسلم ہو) اور صاحب اجتہاد (یعنی اتنا علم وفہم کہ مختلف مسائل وواقعات میں کسی نتیجے تک پہونچنے کی اس میں صلاحیت ہو)، اسی لئے ان کے نزدیک صاحب عدل واجتہاد شخصیت کے رہتے ہوئے کسی فاسق یا غیر مجتہد کو امیر بنانا درست نہیں ہے، حنفیہ کی رائے میں امیر میں یہ صفات بطور شرط صحت نہیں، بلکہ بطور اولویت وترجیح مطلوب ہیں، یعنی اگر عادل ومجتہد شخصیت کی موجودگی میں کسی ایسے شخص کو ذمہ داری دے دی جائے جو ان صفات سے محروم ہو تو یہ انتخاب کا غیر مناسب طریقہ ہوگا، لیکن منتخب شدہ امیر کی امارت باطل نہیں ہوگی۔

(حاشیہ ابن عابدین ۱/ ۳۸، ۴/ ۳۰۵، ط دار الفکر ۱۳۹۹ھ، الاحکام السلطانیۃ للماوردی، ص ۶، جواہر الاکلیل علی مختصر الامام خلیل للشیخ صالح الآبی الازہری ۲/ ۲۲۱، ط المکتبۃ الثقافیۃ بیروت، مغنی المحتاج للشربینی علی المنہاج للنووی ۴/ ۱۶۸، ۱۶۹، ط دار المعرفۃ بیروت، شرح الروض ۴/ ۱۰۸، الانصاف ۱۰/ ۱۱۰ بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، بحث الامامۃ الکبریٰ)۔

(۷) سماعت وبصارت اور ہاتھ اور پاؤں سلامت ہوں، جمہور فقہاء کے نزدیک اس کے بغیر امامت ہی منعقد نہیں ہوتی، اس لئے ان کے نزدیک اندھے، بہرے، ہاتھ اور کان کٹے کو امام بنانا درست نہیں، اور اگر وہ شروع میں صحیح سالم تھا بعد میں یہ نقائص پیدا ہوگئے، تو اس کی امامت باطل ہوجائے گی (المصنف للکندی، ج ۱۰، ص ۵۷، الاحکام للماوردی، ص ۶، الاحکام لابی یعلیٰ، ص ۲۱، ۲۲)۔

(۸) بہتر نسب کا حامل ہو، جمہور فقہاء کے نزدیک امام کے لئے قرشی النسل ہونا ضروری ہے (الاحکام للماوردی، ص ۶، الاحکام لابی یعلیٰ، ص ۲۰، الام للشافعی، ۱/ ۱۶۱، ط دار المعرفۃ بیروت، اصول الدین للبغدادی، ص ۲۷۵، ط مطبعۃ الدولۃ استنبول ۱۹۳۶ء، مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ لاحمد بن علی القلقشندی (م ۸۲۱ھ) ۱/ ۳۷، ط الکویت ۱۹۶۴ء، منہاج السنۃ لابن تیمیۃ ج ۱ ص ۱۳۴، ط دار الکتب العلمیۃ بیروت، الانصاف فیما

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب اعتقادہ ولا یجوز الجہل بہ لابی بکر بن الطیب الباقلانیؒ (م ۴۰۳ھ) ص ۶۹، ط موسیٰ الحانجی ۱۳۸۲ھ)۔

علامہ ماوردیؒ، علامہ نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے عہد صحابہ سے آج تک اس پر اجماع نقل کیا ہے (الماوردی بہامش ۶، شرح المسلم للنوویؒ، ج ۱۲ ص ۲۰۰، ط دار الفکر ۱۴۰۱ھ، فتح الباری لابن حجرؒ، ج ۱۳ ص ۱۱۹)۔

بعض علماء اس کو ضروری قرار نہیں دیتے (غیاث الامم لامام الحرمین ابو المعالی عبد الملک الجوینیؒ (م ۴۷۸ھ) ص ۶۳، ط دار الدعوۃ الاسکندریۃ، مقدمہ ابن خلدون/ ۱۹۴)۔

جمہور کا ماٰخذ حدیث پاک ہے:

"الأئمة من قريش" (اخرجہ الطیالسی رص ۱۲۵، ط دائرۃ المعارف النظامیۃ) واصلہ فی البخاری مع الفتح ۱۳/ ۱۱۴ ط السلفیۃ)۔

"بلفظ إن هذا الأمر من قريش ....."۔

ترجمہ: (ائمہ قریش سے ہونگے)۔

لیکن میرے خیال میں خاندان کی شرط لزومی یا شرط صحت نہیں ہے، بلکہ یہ شرط ترجیح ہے، اس لئے کہ اسلام ایک ابدی مذہب ہے، اور اگر کسی زمانہ یا علاقہ میں قریشی خاندان کے افراد میسر نہ ہوں تو نظام سلطانی کس طرح قائم ہوگا؟ ..... یا یہ کہ اس کو محض علامتی شرط کہا جائے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ امام کا انتخاب اچھے خاندان سے ہونا چاہئے، تاکہ لوگوں کے لئے اتفاق رائے میں آسانی ہو، ورنہ اسلام میں اصل چیز تقویٰ اور دیانت ہے، اس کی طرف اشارہ اس حدیث پاک میں ملتا ہے:

"من استعمل عاملاً من المسلمين وهو يعلم أن فيهم أولىٰ بذلك منه وأعلم بكتاب الله وسنة نبيه، فقد خان الله ورسولهٗ وجميع المسلمين"

(کنز العمال للمتقی بہامش مسند الامام الاحمدؒ ۲/ ۱۴۲، ط مؤسسۃ الرسالۃ ۲۰۰۱ء، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۸، حدیث نمبر: ۲۰۱۵۱، ط مکتبہ دار الباز ۱۹۹۴ء، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۱۰۴ حدیث نمبر: ۷۰۲۳، ط دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (جس نے مسلمانوں پر ایسا عامل مقرر کیا جس سے بہتر صاحب علم وتقویٰ لوگ موجود ہوں اور وہ جانتا ہو تو اس نے اللہ اور رسول اور تمام مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی)۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کے اثر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا:

''إن أدركني أجلي وأبوعبيدة حي استخلفتهٗ فإن سألني ربي لم إستخلفتهٗ علىٰ أمة محمد؟ قلت إني سمعت رسول الله ﷺ يقول: ''إن لكل نبي أمين وأميني أبوعبيدة بن الجراحؓ'' وإن أدركني أجل وقد توفي أبوعبيدة إستخلفت معاذ بن جبل ..... ولو أدركني أحد الرجلين ثم جعلت هذا الأمر إليه لوثقت به ''سالم مولىٰ أبي حذيفة وأبوعبيدة بن الجراح'' (مسند الامام احمد ج ۱ ص ۲۶۳، حدیث نمبر: ۱۰۸، ط مؤسسۃ الرسالۃ ۲۰۰۱ء)۔

ترجمہ: (اگر میری موت کے وقت ابوعبیدۃ بن الجراحؓ زندہ رہے، تو ان کو اپنا خلیفہ بناؤں گا، اگر پروردگار مجھ سے پوچھے گا کہ تو نے ان کو امت محمدیہ کا خلیفہ کیوں بنایا؟ تو عرض کروں گا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں، اور اگر میری وفات کے وقت ابوعبیدہ زندہ نہ رہے تو معاذ بن جبل کو خلیفہ نامزد کروں گا،.....ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے دو شخصوں میں سے کوئی ایک مل جائے اور میں یہ خلافت اس کے حوالے کردوں تو مجھے اطمینان ہوگا، وہ دو اشخاص ہیں: ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم اور ابوعبیدہ بن الجراح)۔

ظاہر ہے کہ حضرت معاذؓ یا حضرت سالمؓ خاندان قریش سے نہیں تھے، اگر خلافت کے لئے قریشی ہونا ضروری ہوتا تو حضرت عمر فاروقؓ جیسے محرم اسرار شریعت اس سے بے خبر نہ ہوتے؛ جبکہ خود ان کا تعلق بھی اسی شعبہ سے تھا۔

بعض علماء نے حضرت سالم کو قریش ہی میں شمار کیا ہے، اس لئے کہ وہ حضرت ابوحذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اور روایت میں آتا ہے کہ آزاد کردہ غلاموں کا شمار ان کے مالکوں کی قوم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوتا ہے (مقدمہ ابن خلدون رص ۲۱۳)۔

(۹) بعض علماء نے سیاسی بصیرت اور صاحب رائے ہونے کی بھی قید لگائی ہے، یعنی اسے سیاسی مسائل، ملکی اور قومی مصالح اور اجتماعی ضروریات اور تقاضوں کی خبر ہو، ماوردی کے الفاظ ہیں:

"الرأی المفضی إلیٰ سیاسة الرعیة وتدبیر المصالح" (الأحکام السلطانیة رص ۴)۔

اسی سے ملتی جلتی بات بعض دوسرے علماء نے بھی لکھی ہے (دیکھئے: اصول الدین للبغدادی رص ۲۷۷، مقدمہ ابن خلدون رص ۱۶۱، فصل ۲۶، ط الہدیٰ)۔

(۱۰) بعض اصحاب علم نے مضبوط قوت ارادی، عزم وہمت، صلابت وجرأت، چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت، ملک وملت کی حفاظت، مظلوموں کی دادرسی، شرعی قوانین اور نظام عدل ومساوات کے اجراء کی صلاحیت اور جذبہ کی بھی قید لگائی ہے (حوالہ جات بالا، وعقائد نسفیہ ۱۴۵، ط: دار احیاء الکتب العربیة)۔

ارکان شوریٰ کا معیار

یہاں ایک ضمنی بحث یہ آتی ہے کہ ارباب شوریٰ کس قم کے لوگ ہوں گے اور ان کی کم ازکم تعداد کیا ہونی چاہئے؟

ارکان شوریٰ کے معیار کا تعین علماء نے اس طرح کیا ہے کہ وہ عادل (یعنی دینی واخلاقی لحاظ سے قابل اعتماد)، صاحب علم (کم ازکم مسائل امارت اور اہلیت امارت کی تفصیلات جانتے ہوں)، صاحب رائے اور حکمت وتدبیر کے فن سے واقف ہوں، موقع ومحل کی نزاکت سے آشنا ہوں، ضروری حد تک لوگوں کی نفسیات سمجھتے ہوں (حاشیۃ الدسوقی ۴/۲۹۸، الاحکام السلطانیۃ رص ۴،۳)۔

شافعیہ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر انتخاب کا اختیار فرد واحد کو ہو تو احکام امامت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مسئلے میں اس کا مجتہد ہونا بھی شرط ہے، اور اگر کئی لوگ مل کر یہ فریضہ انجام دیں تو ان میں کم از کم کسی ایک کا مجتہد ہونا ضروری ہے (مغنی المحتاج ۴/ ۱۳۱، اسنی المطالب ۴/ ۱۰۹، بحوالہ الموسوعۃ)۔

ارکان شوریٰ کی تعداد

جہاں تک تعداد کا مسئلہ ہے تو اس میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

☆ ایک رائے یہ ہے کہ ملک کے تمام ارباب حل وعقد کا اتفاق ضروری ہے، اس کے بغیر یہ انتخاب پوری امت کے لئے واجب الاتباع نہ ہوگی، امام احمد سے ایک روایت یہی منقول ہے (الاحکام لابی یعلیٰ رص ۲۴)۔

مگر ظاہر ہے کہ یہ بہت مشکل عمل ہے اور اکثر حالات میں تمام اصحاب حل وعقد کا ایک جگہ جمع ہونا اور پھر کسی ایک رائے پر متفق ہونا ناممکن ہے، خود حضرت صدیق اکبرؓ کے انتخاب میں حضرت سعد بن عبادہؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے اختلاف کیا اور زندگی کے آخری لمحے تک بیعت نہیں کی، ان کا انتقال شام میں حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہوا، انہوں نے حضرت عمرؓ سے بھی بیعت نہیں کی (سیرت ابن ہشام ۴/ ۳۰۸، ط دار الکتاب العربی ۱۴۰۹ھ، تاریخ الامم والملوک للطبری ۲/ ۲۴۲، ط دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۷ھ، طبقات ابن سعد ۳/ ۶۱۶، ط دار صادر ۱۴۰۵ھ)۔

☆ اس سے قریب ترین رائے مالکیہ اور حنابلہ کی ہے کہ مجلس انتخاب میں اکثر ارباب حل وعقد کی شرکت وتائید ضروری ہے اور جو لوگ شرکت نہ کرسکیں وہ اپنا نمائندہ بھیجیں، اسی طرح ہر شہر سے نمائندگی ضروری ہے، اس کے بغیر امیر کا انتخاب غیر آئینی ہوگا (حاشیۃ الدسوقی ۴/ ۲۹۸ ط دار احیاء الکتب العربیۃ عیسیٰ البابی الحلبی، المغنی ۸/ ۱۰۷، الاحکام لابی یعلیٰ ص ۷)۔

لیکن ظاہر ہے کہ عام حالات میں یہ بھی مشکل ہے، اور عملاً اس میں بھی وہی دشواریاں ہیں، جو اجماع کی صورت میں ہیں۔

☆ دوسری رائے جس کو حنفیہ، جمہور شوافع اور اکثر علماء اہل سنت نے اختیار کیا ہے، وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ انتخاب کے وقت ہر شہر کے ارباب حل وعقد کی شرکت ونمائندگی ضروری نہیں ہے، بلکہ فی الجملہ ایک جماعت ہونی چاہئے، کوئی خاص تعداد بھی مقرر نہیں ہے (حاشیۃ ابن عابدین للعلویؒ ۱۰/ ۴۳، المآثر للقلقشندیؒ ۱/ ۴۴، السامرۃ شرح السایرۃ لابن الہمام رص ۳۲۶، منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ ۱/ ۱۴۲) الروضۃ ۱/ ۳۶۹)۔

☆ البتہ شافعیہ میں بعض دیگر آراء بھی ہیں، دو، تین، چار، اور پانچ ہر طرح کی رائے ہے، اور ہر ایک کا اپنا اجتہاد ہے، دو کا ماخذ نصاب شہادت ہے (المصنف للکندی ۱۰/ ۱۰۱، الغیاث للجوینی ص ۵۳)، تین اس لئے کہ جماعت تین سے بنتی ہے (نہایۃ المحتاج للرملی ۷/ ۴۱۰، ط دار الفکر ۱۹۸۴ء)، چار اس لئے کہ اکثر نصاب شہادت کی حد یہی ہے (المآثر للقلقشندی ۱/ ۴۳) اور پانچ کی دلیل حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت کا واقعہ ہے، نیز حضرت فاروق اعظمؓ نے جو چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی تھی، اس میں ایک امیر کو چننے کے لئے پانچ کی تعداد ہی رہ جاتی ہے، بعض شافعیہ چالیس (۴۰) کے قائل ہیں، وہ جمعہ پر قیاس کرتے ہیں، مگر شافعیہ کا راجح مسلک یہ ہے کہ کوئی عدد مقرر نہیں ہے، بلکہ پوری ریاست میں اگر ایک فرد واحد بھی حل وعقد کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کا تنہا انتخاب کر لینا کافی ہوگا اور اس سے امارت قائم ہو جائے گی، اور پوری قوم پر اس کی تائید واتباع لازم ہوگی (مغنی المحتاج ۴/ ۱۳۰، ۱۳۱، روضۃ الطالبین ۱۰/ ۴۳، اسنی المطالب ۴/ ۱۰۹ بحوالہ الموسوعۃ)۔

افضل کو چھوڑ کر غیر افضل کا انتخاب

یہاں ایک بحث یہ آتی ہے کہ اگر شوریٰ کسی مصلحت کے تحت افضل ترین لوگوں کی موجودگی میں نسبۃً کمتر درجہ کے شخص کو منصب امارت کے لئے چن لے تو کیا یہ انتخاب درست ہوگا؟ ایک طبقہ کی رائے یہ ہے کہ یہ انتخاب غلط قرار دیا جائے گا (الفصل فی الملل والاہواء والنحل لابن حزمؒ ۴/ ۱۸۳ ط دار الجیل بیروت)، باقلانیؒ، ابو الحسن الاشعریؒ، اور ابو یعلیٰ کا رجحان اسی طرف ہے (التمہید للباقلانیؒ بحوالہ نصوص رص ۵۴، اصول الدین للبغدادی رص ۲۹۳، الاحکام لابی یعلیٰؒ رص ۲۳)۔

لیکن اکثر فقہاء ومتکلمین کا مسلک یہ ہے کہ افضل کے رہتے ہوئے غیر افضل کا انتخاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر یہ کہ بہتر نہیں ہے، لیکن اگر اس میں تمام شرائط اہلیت موجود ہوں تو انتخاب درست قرار پائے گا، جس طرح کہ زیادہ لائق شخص کے رہتے ہوئے نسبۃً کمتر شخص کو منصب قضاء حوالہ کرنا درست ہے، اس لئے کہ بنیادی چیز اہلیت ہے، اور فضیلت محض وجہ ترجیح بنتی ہے، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح ؓ کا نام خلافت کے لئے پیش فرمایا، جبکہ یہ دونوں تمام صحابہ سے افضل نہیں تھے (فتح الباری ۱۲/ ۱۵۶)، اسی طرح انصار حضرت سعد بن عبادہؓ کو تاج خلافت دینا چاہتے تھے، جبکہ صحابہ میں ان سے افضل لوگ موجود تھے (الفصل لابن حزم ۵/ ۵)، البتہ ارباب شوریٰ کو چاہئے کہ بلا عذر اس قسم کے غیر متوازن انتخاب سے احتراز کریں، البتہ کوئی مجبوری ہو، مثلاً افضل شخص یہ ذمہ داری قبول کرنے کو آمادہ نہ ہو، یا موجود نہ ہو، یا بیمار رہتا ہو، یا لوگوں میں زیادہ مقبول ومحبوب نہ ہو وغیرہ تو ان صورتوں میں افضل کے رہتے ہوئے غیر افضل کو امیر بنانا درست ہوگا (الاحکام السلطانیۃ ص ۵۰)۔

مدت حکومت

یہاں ایک بحث یہ ہے کہ منتخب یا نامزد خلیفہ تاحیات اقتدار پر باقی رہے گا، یا اس کی مدت حکومت کی تحدید کی جاسکتی ہے؟ یہ ایک نئی بحث ہے جس سے پچھلی تمام کتابیں خاموش ہیں، گذشتہ ادوار میں دنیا کے کسی نظام حکومت میں بالعموم محدود مدتی حکومت کا کوئی تصور ہی نہیں تھا، اسلام کی آمد کے بعد بھی وہی صورت حال قائم رہی، اسلام نے اس روایت کو ختم نہیں کیا، بلکہ اسلامی ادوار میں بھی جتنے خلفاء برسر اقتدار آئے وہ تاحیات اپنے منصب پر فائز رہے، خواہ وہ عہد خلافت راشدہ کے حکمراں ہوں یا بعد کے ادوار کے، ہمارے فقہاء نے بھی اپنے مباحث میں اس روایت کی شرعی حیثیت کو چیلنج نہیں کیا، بلکہ عزل امیر کی پوری بحث میں اختتام مدت کی کوئی گفتگو نہیں آئی، اس سے لگتا ہے کہ حکمراں کے لئے اصل مزاج یہی ہے کہ وہ تاحیات خدمت کرے، الا یہ کہ ایسے معقول وجوہات پیدا ہوجائیں جن سے اس کا اقتدار پر باقی رہنا مشکل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوجائے،اسی لئے پہلے ادوار میں صرف رائے دہی پر اکتفانہیں کیا جاتا تھا، بلکہ باقاعدہ اس کے لئے تاحیات وفاداری کی بیعت لی جاتی تھی اور اس کے خلاف خروج وغداری کو جرم مانا جاتا تھا،اللہ کے رسول ﷺ نے ارشادفرمایا:

خيار ائمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم وتصلون عليهم ويصلون عليكم وشرار أئمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويلعنونكم، قال: قلنا: يارسول الله! أفلاننا بذهم عند ذلك؟ قال: لا، ما أقاموا فيكم الصلاة، لا، ما اقاموا فيكم الصلاة، ألا من ولّي عليه، والٍ فرآه يأتي شيئاً من معصية الله، فليكره ما يأتي من معصية الله ولاينزمن يداً عن طاعةٍ (صحیح مسلم ج۱۲ص ۲۴۵)۔

(تمہارے بہترین حکمراں وہ ہیں جن سے تم محبت کرواور وہ تم سے محبت کریں،تم ان کے لئے رحمت کی دعائیں کرواور وہ تمہارے لئے دعائیں کریں،اور بدترین حکمراں وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں،تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں،راوی (حضرت عوف بن مالکؓ) کہتے ہیں،ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ!ایسی صورت میں ہم ان سے اپنی گردن نہ چھڑالیں؟ آپؐ نے ارشادفرمایا:نہیں جب تک وہ نماز قائم کئے ہوئے ہوں،نہیں جب تک وہ نماز قائم کئے ہوئے ہوں،سنو! جس پر کوئی حاکم مقرر کیا گیا،اور اس نے اس کو معصیت کا مرتکب دیکھا تو وہ اس کی معصیت کو پسند نہ کرے لیکن اطاعت سے ہاتھ نہ نکالے)۔

حدیث کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدرت کے باوجود بھی حکمراں کو اس کے منصب سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی جائے گی،اور ملک کے نظم ونسق کو معطل نہیں کیا جائے گا.....

یہ تصور عہد حاضر کی پیداوار ہے،جو دراصل حکمرانوں کے ظلم وستم اور قوت واختیار کے غلط استعمال پر قابو پانے کے لئے وجود میں آیا،اس لئے کہ جب انسان کو غیر محدود مدت کے لئے اقتدار حاصل ہو،جس میں چند استثنائی حالات کو چھوڑ کر اس کی سلطانی کو کوئی خطرہ نہ ہو تو بالعموم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی فرعون بننے کی کوشش کرتا ہے، اور حق وانصاف کے راستے اکثر مسدود ہو جاتے ہیں، ان حالات میں کبھی اصلاح واحتجاج کی تحریک بھی کارگر نہیں ہوتی، جیسا کہ پچھلے ادوار میں حکمرانوں کے ظلم وستم کے خلاف بڑے بڑے ائمہ علم وفن نے تحریکات چلائیں، اور پر امن اور پر تشدد دونوں طرح کے مظاہرے ہوئے، لیکن ان کا نتیجہ دار ورسن اور خون شہیداں کے علاوہ کچھ نہیں نکلا .....حکمرانی کی تاریخ کی یہی وہ دشواریاں ہیں جن کے بطن سے اس فکر وخیال نے جنم لیا کہ مدت اختیار کو محدود کر دیا جائے، یعنی شاہینوں کے پر کتر دیئے جائیں، سلطانی کو ملازمت میں تبدیل کر دیا جائے، اور ایسا نظام بنایا جائے جس میں کل کا سلطان آج کا فقیر بنا دیا جائے، یہ تصور حکمرانوں کی طرف سے نہیں، بلکہ عوام کی طرف سے پیش کیا گیا تھا، اس لئے اس میں خاص طور پر اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ سلطانی کو ہر آدمی کے لئے سہل الحصول بنایا جائے، اور ہر شہری کو اس معاملے میں رائے دہی اور امیدواری کا حق دیا جائے۔.....

لیکن تعجب ہے کہ پچھلے ادوار میں کسی کو یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ اس طرح کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے محدود مدتی نظام رائج کیا جائے، جبکہ ظلم وستم کا سلسلہ بہت پرانا ہے۔

بہر حال جہاں تک تحدید مدت کے جواز کا معاملہ ہے تو میرے خیال میں اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہونا چاہئے۔

☆اس لئے کہ حکمراں کی حیثیت عرفی کے ضمن میں یہ بحث گذر چکی ہے کہ حکمراں یا خلیفہ بنیادی طور پر قوم کا نمائندہ اور وکیل ہوتا ہے، جس کو ارباب حل وعقد منتخب کرتے ہیں، تو عقد وکالت کی روشنی میں مؤکلین کو مدت وکالت کی تحدید کا اختیار ہوتا ہے۔

☆نیز یہ امامت بیعت کے ذریعہ وجود میں آتی ہے، گویا یہ ایک عقد معاہدہ ہے، اور معاہدے کے وقت جس چیز کا التزام کیا جائے اس کی پابندی ضروری ہوتی ہے، تو اگر بوقت بیعت ہی محدود مدت کا معاہدہ کیا جائے تو اس کی گنجائش ہونی چاہئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆اسی طرح بعض آثار سلف سے پتہ چلتا ہے کہ امامت میں حدود وقیود کی گنجائش ہے، بشرطیکہ ابتدا ہی میں اس کی وضاحت کردی جائے، مثلاً حضرت عمر فاروق ؓ نے تاسیس خلافت کے لئے جو مجلس قائم فرمائی تھی، اس کی تاسیسی کاروائیوں کے ضمن میں مؤرخین کا بیان ہے کہ مجلس کے نمائندہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے خلافت کی شرائط پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آپ مملکت کے تمام معاملات میں قرآن وحدیث کے ساتھ سیرت شیخینؓ کو بھی پیش نظر رکھیں گے، لیکن حضرت علیؓ نے قرآن وحدیث کے علاوہ کسی چیز کو معیار ماننے سے انکار کردیا، پھر یہ شرط حضرت عثمانؓ کے سامنے رکھی گئی، وہ اس کے لئے تیار ہوگئے، تو ان کا انتخاب کرلیا گیا (تاریخ الخلفاء للسیوطی ؒ ص ۱۷۰ ط دار الفکر العربی القاہرۃ)۔

اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ خلافت کے پیش کرتے وقت کچھ شرطیں رکھی جاسکتی ہیں، اور ان کو قبول وانکار بھی کیا جاسکتا ہے، .....تحدید مدت بھی ایک قسم کی قید ہے، اگر انتخاب کے وقت ہی اس قید کو پیش نظر رکھا جائے اور خلیفہ وعوام اس کے لئے رضامند ہوں تو جواز کی پوری گنجائش نظر آتی ہے۔

لیکن اس نظام حکومت میں کئی خرابیاں ہیں جن کی بنا پر وقتی طور پر اسے گوارا تو کیا جاسکتا ہے، لیکن دائمی دستور کے طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا، مثلاً:

☆ یہ حکمرانی کی اصل روح کے خلاف ہے، کل کا سلطان ہو آج کچھ نہ ہو، اس کو حادثہ تو کہا جاسکتا ہے، دستوری جواز نہیں دیا جاسکتا۔

☆ نیز اس طریقۂ کار سے کوئی آئیڈیل شخصیت وجود میں نہیں آسکتی، اور نہ اس کی عظمت وتقدس کا احساس دلوں میں جاگزین ہوسکتا ہے۔

☆ جس کی بنا پر احکام خلافت اور ملکی قوانین کا احترام بھی لوگوں کے دلوں میں پیدا نہیں ہوگا اور نہ مخلصانہ جذبات پیدا ہونگے، قانون کا احترام اور جذبۂ عمل ہمیشہ ملک وآئین سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت اور شخصیت کی عظمت وعقیدت دونوں سے ملکر پیدا ہوتا ہے، اس کے بغیر قانون کی حکمرانی کی نمائش تو ہوسکتی ہے حقیقت نہیں بن سکتی۔

☆ نہ بہت زیادہ پائیدار نظام حکومت تشکیل پاسکتا ہے، اس لئے کہ ہر نئی حکومت ایک نئی راہ نکالنے کی کوشش کرتی ہے، اور پرانے نقوش کو مٹادینے یا ان کی اہمیت گھٹادینا چاہتی ہے۔

☆ ہر تھوڑے وقفے کے بعد انتخابات کا جو اقتصادی بوجھ ملک کے خزانہ پر پڑتا ہے وہ ان کے علاوہ ہے، پھر انتخابات کی ناہمواریاں اور بدعنوانیاں، کہ الامان والحفیظ۔

☆ ہر نیا آنے والا حکمراں پہلے اپنے مفادات کے لئے ملک کی دولت بٹورنے کی کوشش کرتا ہے، اس لئے کہ اسے معلوم ہے کہ ایک محدود مدت کے بعد یہ موقعہ اسے پھر کبھی نہیں ملنے والا ہے، اس طرح غیر محدود حکمرانی میں اگر ملک کی دولت کو ایک شخص یا خاندان لوٹتا ہے تو محدود مدتی حکومت میں بے شمار لوگ اور خاندان وقفہ وقفہ سے ملک کی دولت اور اقتصادی قوت کا استحصال کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کی اقتصادی حالت مفلوج ہوتی چلی جاتی ہے، اور توانائی کے تمام تر وسائل استعمال میں لانے کے باوجود خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے، .....اسی ملک ہندوستان میں جب تک مسلم حکمرانی کا دور تھا، اور ہر حکمراں اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ ملک کے لئے صرف کرتا تھا تو یہ ملک سونے کی چڑیا کہلاتا تھا، اور اپنی خوش حالی میں پوری دنیا میں ضرب المثل تھا، ساری دنیا کے بہترین دماغوں اور اعلیٰ صلاحیت کے لوگوں کا یہ مرکز توجہ تھا، آج اقتصادی پسماندگی، غربت وافلاس اور طلب ورسد کے عدم توازن کی کس پستی میں جا گرا ہے، وہ ہر شخص محسوس کرسکتا ہے۔

اسلامی طریقۂ انتخاب

اس موضوع کا سب سے حساس مسئلہ انتخابی طریقۂ کار کی بحث ہے.....اسلام میں کوئی ایک طریقۂ انتخاب مقرر نہیں ہے، اور نہ منصوص طور پر کسی خاص طریقۂ انتخاب کی نشاندہی کی گئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، بس کچھ اشارات دیئے گئے ہیں، باقی چیزیں امت کے اجتہاد پر چھوڑ دی گئی ہیں، اشارات مثلاً:

☆ نبی کریم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ نامزد کرنا چاہتے تھے جس کا تذکرہ آپ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا، اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہر کس وناکس اس کی آرزو نہ کرنے لگے اور یہ منصب جلیل بازیچۂ اطفال نہ بن جائے، لیکن پھر آپ نے یہ سوچ کر ترک فرمادیا کہ قوم خود ہی ان کو منتخب کرلے گی (صحیح البخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۲۰۵ ط دار الفکر)۔

حضور ﷺ کے اس عمل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ امام اگر مصلحت محسوس کرے تو وہ اپنی زندگی میں اپنا خلیفہ نامزد کرسکتا ہے، اور اگر مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو تو عام مسلمانوں پر چھوڑ دے کہ وہ اپنا خلیفہ خود منتخب کرلیں، یعنی اس واقعہ سے استخلاف کا جواز بھی نکلتا ہے، اور عام مشورہ کا ثبوت بھی ملتا ہے، اب اس میں مجتہد کو طے کرنا ہے کہ کن حالات میں کون سا طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے؟.....اور حضور اکرم ﷺ کی خواہش کو ترجیح ملنی چاہئے یا آپ کے عملی اسوہ کو؟.....اسی طرح دونوں کے حدود وقیود کیا ہونگے؟ حالات وظروف کی روشنی میں یہ بھی امت کے مجتہدین اور علماء طے کریں گے۔

☆ اشارہ کی دوسری مثال: قرآن کریم میں حکمراں پیغمبروں میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا تفصیلی ذکر آیا ہے، اس میں ایک طرف حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہے جو ان کو اپنے والد ماجد حضرت داؤدؑ سے وراثت میں ملی تھی:

وورث سلیمان داؤد (النمل:۱۶)، ترجمہ: (سلیمان داؤد کے وارث ہوئے)۔

قرآن کریم نے بیان واقعہ کے طور پر اس قصہ کو نقل کیا ہے، لیکن اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اہلیت ہو تو حکومت میں بیٹا اپنے باپ کا جانشیں ہوسکتا ہے، اور باپ بھی اپنے لائق فرزند کو اپنے جانشین کے طور پر نامزد کرسکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆اسی سورہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمانؑ متعدد مسائل میں اپنے درباریوں سے مشورہ کرتے تھے:

''قال یاأیها الملأ أیکم یأتینی بعرشها قبل أن یأتونی مسلمین'' (النمل: ۳۸)۔

ترجمہ: (آپؑ نے فرمایا: اے ارکان جماعت! قبل اس کے کہ وہ خاتون حکمراں میرے پاس فرمانبردار ہوکر حاضر ہو اس کا عرش میرے پاس کون لاسکتا ہے)؟

☆اسی سورہ میں خاتون حکمراں ملکۂ سبا بلقیس کا ذکر ہے، جس نے حضرت سلیمانؑ کی تعلیم وتلقین اور جاہ وجلال سے متأثر ہوکر اپنی ریاست، مملکت سلیمانی میں ضم کردی تھی، وہ ملکہ بھی خودمختار ہونے کے باوجود اپنے پاس شورائی نظام رکھتی تھی، اور مختلف مسائل میں ان سے تبادلۂ خیال کرتی تھی:

''قالت یاأیها الملأ إنی ألقی إلی کتاب کریم، (النمل:۲۹).....قالت یایها الملأ أفتونی فی أمری ماکنت قاطعة أمراً حتیٰ تشهدون'' (النمل:۳۲)۔

ترجمہ: (ملکہ نے کہا: اے ارکان جماعت! میرے پاس ایک بہت اہم خط آیا ہے، .....ملکہ نے کہا میرے معاملے میں اپنی رائے دو، میں تمہاری شمولیت کے بغیر اس مسئلہ کو نہیں دے سکتی)۔

''الملأ'' کی تفسیر مفسرین نے اہل مشورہ سے کی ہے، ایک انتہائی قدیم ترین تفسیر ''تفسیر مقاتل'' کے الفاظ ہیں:

''ثم قالت المرأة لأهل مشورتها'' (تفسیر مقاتل لمقاتل بن سلیمان بن بشیر (م ۱۵۰ھ) ج ۲، باب ۱۵، ص ۴۹۷ نسخہ الشاملہ)

ان دونوں حکمرانوں کے طرز عمل سے شوریٰ کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے، اور قرآن کریم کے اس بیان سے شورائی نظام کی برتری کا ثبوت ملتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا ایک خاتون کے سربراہ مملکت ہونے کا معاملہ، تو اگر اسلام نے صراحت کے ساتھ اس کی ممانعت نہ کی ہوتی، تو اس کے اشارے سے اس کا جواز بھی ثابت ہوتا، لیکن خود قرآن کے انداز بیان نے بھی اس کی نفی کر دی ہے، ایک عورت کے سربراہ مملکت ہونے کی خبر سنکر حضرت سلیمانؑ حیرت واستعجاب میں پڑ گئے، انہوں نے فرمایا:

"سننظر أصدقت أم كنت من الكاذبين" (۲۷)۔

ترجمہ: (ہم دیکھیں گے کہ تمہارا بیان سچا ہے یا جھوٹا)؟

اسی طرح جب حضرت سلیمانؑ نے ملکہ کو اطاعت کی دعوت دی تو بالآخر اس نے اطاعت قبول کر لی اور گویا اس کا مستقل وجود فنا ہو گیا، اور اس کا ملک مملکت سلیمانی کا حصہ بن گیا:

"قالت:رب إني ظلمت نفسي وأسلمت مع سليمان لله رب العالمين" (النمل:۴۴)۔

ترجمہ: (ملکہ نے کہا: اے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کیا)۔

یہ دونوں چیزیں عورت کے سربراہ حکومت ہونے کی نفی کرتی ہیں۔

غرض قرآن وحدیث میں اس طرح کے بعض اشارات موجود ہیں، جن سے انتخاب امیر کے معاملے میں روشنی حاصل کی جاسکتی ہے، مگر کسی ایک شکل کو قطعیت نہیں دی جاسکتی، خود صاحب شریعت نے کسی ایک صورت کی واضح طور پر تعیین نہیں کی، اور معاملے کو امت کے اجتہاد پر چھوڑ دیا .....اسی لئے علماء اس معاملے میں مختلف الرائے رہے ہیں کہ کون سا طریقۂ انتخاب بہتر ہے؟ نصوص سے کون زیادہ قریب ہے؟ عملی طور پر بھی اس میں اختلاف رہا، اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہر دور کے حکمرانوں اور ارباب حل وعقد نے کسی ایک طریقہ کا التزام کیا ہو، مختلف ادوار میں مختلف تجربے ہوئے، اور کسی پر شرعی اعتبار سے نکیر نہیں کی گئی، اس لئے کہ مسئلہ منصوص نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے،اور غیر منصوص مسئلے میں اختلاف رائے بھی ممکن ہے اور اختلاف عمل بھی ،حضرت عمر بن الخطابؓ کا یہ قول اسی تناظر میں ہے کہ:

"إن أستخلف فقد إستخلف من هو خير منى أبوبكر ،وإن أترك فقد ترك من هو خير منى رسول الله" (صحیح البخاری مع فتح الباری ۱۳/۲۰۵)۔

ترجمہ: اگر میں خلیفہ بنادوں تو مجھ سے بہتر شخصیت حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنایا تھا،اور اگر چھوڑ دوں تو مجھ سے بہتر رسول اللہ ﷺ نے نہیں بنایا تھا۔

انتخاب امیر کی جائز صورتیں

انتخاب امیر کی دنیا میں بہت سی صورتیں رائج ہیں اور بھی نئی صورتیں وجود میں آسکتی ہیں،لیکن علماء اہل سنت نے ان میں تین صورتوں کو درست قرار دیا ہے،یعنی ان کی بنیاد پر منتخب ہونے والی حکومت جائز تصور کی جائے گی،اور اس کو وہ تمام شرعی اختیارات حاصل ہونگے جو ایک جائز حکومت کو حاصل ہوتی ہیں۔

پہلا طریقہ

(۱) خلیفہ کے انتخاب کا سب سے بہتر طریقہ جس کو اکثر علماء سلف نے پسند کیا ہے، وہ یہ ہے کہ قوم کے ارباب حل وعقد کے مشورے سے یہ عمل میں آئے ،اور جس شخصیت کا انتخاب ہو پہلے یہ حضرات اس کے ہاتھ پر بیعت کریں، یہی اصل اسوہ ہے رسول اللہ ﷺ کا ،آپ دنیا سے تشریف لے گئے،اور امیر کے مسئلے کو امت کے حوالہ فرمادیا ،یہ طریقہ اختلافات علماء ، نیز خطرات اور اندیشوں سے بڑی حد تک پاک اور ہر زمانے کے لئے قابل قبول ہے (منہاج الطالبین وبلاغ الراغبین للشقصی ۸/۴۴،الاحکام السلطانیۃ للماوردیؒ رص ۶،الاحکام السلطانیۃ لابی یعلیٰؒ رص ۲۳، المسامرۃ بشرح المسایرۃ لابن الہمامؒ وابن ابی شریفؒ رص ۲۸۱،المغنی للقاضی عبدالجبار، ج ۲۰،ق ۱/۲۵۱،ط الدار المصریۃ،التاج للصنعانی ۴/۴۱۰،ط مکتبۃ الیمن الکبریٰ ۱۳۸۰ھ،الجامع للقرطبیؒ ۱/۲۸۱)۔

علامہ کندیؒ نے اس پر اجماع امت نقل کیا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وقد أجمع رأی المسلمین من بعد رسول الله ﷺ أن الإمامة لاتجب لإمام من بعد إمام أو عزلهٗ، إلا عن مشورة أهل العلم ،ورضی منهم علی النصح للّٰه، ثم یکون حجة علی من غاب'' (المصنف ۱۰/ ۹۵)۔

ترجمہ: (عہد رسالت کے بعد سے مسلمان اس پر متفق الرائے ہیں کہ امام پر اپنے بعد امام مقرر یا معزول کرنا اہل علم کے مشورہ اور ان کی مخلصانہ رضامندی کے بغیر لازم نہیں ہے، اور جب ہی یہ بعد والوں پر لازم ہوگا)۔

☆ اس طریقۂ انتخاب کا ثبوت اس آیت کریمہ سے ملتا ہے جس میں مسلمانوں کے جملہ اجتماعی مسائل کو مشورہ پر مبنی کیا گیا ہے:

''والذین استجابوا لربهم وأقاموا الصلوٰة وأمرهم شوریٰ بینهم ومما رزقناهم ینفقون'' (سورہ الشوریٰ:۳۸)۔

ترجمہ: (جن لوگوں نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہا، اور نماز قائم کی، اور ان کے معاملات باہم مشورہ سے انجام پاتے ہیں، اور اللہ کی دی ہوئی دولت سے خرچ کرتے ہیں)۔

☆ دوسرا ماٰخذ اجماع صحابہ ہے، اس لئے کہ چاروں خلفاء راشدین کا انتخاب اصلاً باہم مشورہ سے ہوا، اختلاف یا تردد جو کچھ رہا وہ منتخب ہونے والی شخصیات کے تعلق سے تھا، نہ کہ طریقۂ انتخاب کے سلسلے میں (المصنف للکندیؒ ۱۰/ ۹۵، شرح مسلم للنووی ۱۲/ ۲۰۵، المغنی لابن قدامہؒ ۸/ ۱۰۷، ط عالم الکتب بیروت، الغیاث للجوینیؒ ص ۴۴-۴۵)۔

☆ اس ضمن میں خود ان خلفاء راشدین کا طرز عمل بھی خاص اہمیت رکھتا ہے، مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا، اس میں حضرت علیؓ کو تھوڑا تأمل رہا، حضرت سعد بن عبادہؓ نے بھی بیعت نہیں کی، اس موقعہ پر نومنتخب خلیفہ حضرت ابوبکرؓ نے قوم سے اپنے خطاب میں فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"هذا علی بن أبی طالب ولابیعة لی فی عنقه وهو بالخیار فی أمره، ألا وأنتم بالخیار جمیعاً فی بیعتکم إیای، فإن رأیتم لها غیری فأنا أول من یبایعه" (المسامرة شرح المسایرة لابن الہمامؒ ص ۲۲۷)۔

ترجمہ: (یہ علی بن ابی طالب ہیں ان کی گردن میں میری بیعت نہیں ہے اور یہ اپنے معاملے میں آزاد ہیں، اور آپ سب کو بھی میری بیعت کے معاملے میں اختیار ہے، آپ حضرات کی رائے میرے علاوہ کسی اور کے بارے میں ہو تو سب سے پہلے اس سے بیعت کرنے والا میں ہونگا)۔

حضرت عمر بن الخطابؓ ارشاد فرماتے ہیں:

"من بایع رجلاً عن غیر مشورة من المسلمین فلایُبَایَع هو، ولا الذی بایعهُ تَغِرَّةً أن یُقْتَلا" (صحیح البخاری مع شرح ابن بطال القرطبیؒ کتاب الرجم ۸/ ۴۵۴، ط مکتبۃ الرشد الریاض ۲۰۰۳ء، ومع عمدۃ القاری للعینیؒ ۲۴/ ۲۴۸)۔

ترجمہ: (جس نے مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی سے بیعت کر لی تو اس کی بیعت نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی جس نے قتل کے اندیشے سے اس کی بیعت کی ہو)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے:

"إن بیعتی لاتکون خفیة، ولاتکون إلا عن رضا المسلمین" (تاریخ الطبری ۲/ ۶۹۶)۔

ترجمہ: (میری بیعت خفیہ نہیں ہو سکتی اور نہ مسلمانوں کی مرضی کے بغیر ہو سکتی ہے)۔

کبھی اس عمل کو مصالح کی بنیاد پر ارباب حل وعقد کی مخصوص کمیٹی تک بھی محدود کیا جا سکتا ہے، جس طرح کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے جانشیں کے مسئلے میں کیا، یہ ایک زیادہ محفوظ راستہ تھا، اس سے امیر کے اس اختیار پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ انتخاب کے مسئلے کو تمام مسلمانوں کے بجائے ایک مخصوص کمیٹی کے وہ حوالے کر سکتا ہے، اس چیز کو تمام صحابہؓ نے من وعن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسلیم کیا، چنانچہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد جس وقت اس مجلس منتخبہ کی میٹنگ ہو رہی تھی حضرت عباسؓ نے اس مجلس میں شرکت کی خواہش کی تو حضرت علیؓ نے جو اس کمیٹی کے اہم رکن تھے سختی کے ساتھ ان کو روک دیا (الموسوعۃ العقیدۃ، بحث الامامۃ الکبریٰ)۔

انتخاب کا دوسرا طریقہ

(۲) انتخاب امیر کا دوسرا طریقہ جس کو فقہاء اہل سنت نے بالاتفاق درست قرار دیا ہے، وہ یہ کہ خلیفۂ وقت خود اپنی زندگی میں اپنے بعد کے لئے امیر نامزد کردے (الاحکام السلطانیۃ للماوردیؒ رص ۶، الاحکام السلطانیۃ لابی یعلیٰؒ رص ۲۳، المسامرۃ لابن الہمام رص ۳۲۶، مقدمہ ابن خلدون رص ۲۱۰)۔

☆ اس کا سب سے بڑا ماٴخذ قرآن کریم کی آیت کریمہ: ..... ”وورث سلیمان داؤد“ (النمل:۱۶) ہے۔

☆ دوسرا ماٴخذ حدیث پاک ہے: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لقد هممت -او أردت -أن أرسل إلىٰ أبي بكر وإبنه، فأعهد أن يقول القائلون أويتمنى المتمنون ،ثم قلت: يأبى الله ويدفع المؤمنين، أو يدفع الله، ويأبى المؤمنون“ (صحیح البخاری مع فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۰۵ ط دار الفکر)۔

ترجمہ: (میں نے تو ارادہ کرلیا تھا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلوا کر عہد نامہ تیار کرادوں تاکہ کسی بوالہوس کو کچھ کہنے اور تمنا کرنے کی نوبت نہ آئے، لیکن پھر میں نے کہا کہ اللہ پاک اور مسلمان خود اس کو دفع کردیں گے)۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

”يغنى عن العهد، فلا يحتاج إليه، فتركهٗ لعدم الحاجة، وظهور فضيلة الصديق وإستحقاقه، وهذا أبلغ من العهد“ (منہاج السنۃ لابن تیمیۃ ۱/۱۴۱، ط دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (عہد نامہ کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فضیلت واستحقاق بالکل ظاہر بات تھی، اور یہ عہد نامہ کے مقابلے میں زیادہ بہتر بات تھی)۔

اس حدیث میں آپ کا چاہنا اور ارادہ فرمانا استخلاف کے جواز کی دلیل ہے، اور چھوڑ دینا مشیت الٰہی جان لینے کی بنا پر تھا، نیز اس لئے بھی کہ ایک زیادہ افضل طریقہ کی عملی رہنمائی کی جائے۔

☆ تیسرا ماٰخذ حضرت صدیق اکبرؓ کا عمل ہے، جس سے تمام صحابہ نے اتفاق کیا کہ آپ نے اپنی وفات سے پیشتر حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشیں نامزد فرمایا، اور اس کا اعلان بھی اپنی زندگی میں فرمادیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے بالاتفاق حضرت عمرؓ کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا، کسی ایک شخص نے بھی حضرت صدیقؓ اکبر کے اس انتخاب کی مخالفت نہیں کی (الاحکام السلطانیۃ للماوردیؒ ص ۱۰)۔

حضرت صدیقؓ کے اس عمل سے اسلامی تاریخ میں عملی طور پر ولی عہدی کا دستور جاری ہوا۔

☆ ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے آخری عہد خلافت میں بعض صحابہؓ نے ان کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ وہ اپنی زندگی میں اپنا خلیفہ نامزد کردیں، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں خلیفہ نامزد کردوں تو مجھ سے بہتر شخصیت حضرت ابو بکر صدیق کی تقلید ہوگی، اور اگر نامزد نہ کروں تو رسول اللہ ﷺ نے بھی نامزد نہیں فرمایا تھا (صحیح البخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۲۰۵)۔

البتہ ایک نکتہ یہاں یہ زیر بحث آیا ہے کہ آیا محض نامزدگی سے امارت قائم ہوجاتی ہے، یا امیر کی وفات کے بعد دوبارہ تمام مسلمانوں کا اس سے بیعت کرنا ضروری ہوگا؟ بعض علماء بصرہ کا خیال ہے کہ ولی عہد خواہ کوئی ہو عزیز قریب ہو یا اجنبی، ہر حال میں محض نامزدگی کافی نہیں ہے، بلکہ امیر کی وفات کے بعد ولی عہدی کی تجدید دوبارہ مسلمانوں کی بیعت کے ذریعہ ضروری ہوگی، اگر مسلمان اس کے لئے راضی نہیں ہوئے تو اس کی ولی عہدی منسوخ ہوجائے گی، لیکن صحیح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول یہ ہے کہ ولی عہد اگر امیر کا کوئی انتہائی قریب ترین رشتہ دار نہ ہو تو مسلمانوں کی رضامندی شرط نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ کے مسئلے میں صحابہ سے اس طرح کی کوئی رضامندی حاصل نہیں کی گئی تھی، البتہ ولی عہد اپنا بیٹا یا باپ اور کوئی انتہائی عزیز ترین قریب ہو تو اس صورت میں علماء کی آراء مختلف ہیں:

(۱) ایک رائے یہ ہے کہ امیر کے لئے اپنے بیٹے یا باپ وغیرہ کو ارباب حل وعقد اور اصحاب علم وفہم کے مشورے کے بغیر تنہا اپنی مرضی سے ولی عہد بنانے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ شہادت کے زمرے میں آتا ہے یا حکم کے، اور دونوں صورتیں تہمت سے خالی نہیں ہیں۔

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ وہ امیر ہے اور اس کی دیانت وامانت پر لوگوں نے اعتماد کیا ہے، اس لئے اپنے جانشیں کے مسئلے میں بھی اس پر اعتماد کیا جانا چاہئے، اس صورت میں اس کے نسبی رشتہ سے زیادہ اس کے مقام کا لحاظ رکھنا قابل ترجیح ہوگا۔

(۳) تیسری رائے یہ ہے کہ امام کسی اجنبی شخص (جس سے باپ یا بیٹے کا رشتہ نہ ہو) کے معاملے میں اہل الرائے کے مشورہ کا پابند نہیں ہے، البتہ اپنے بیٹے یا باپ کے معاملے میں اہل شوریٰ سے مشورہ ضروری ہے، اس لئے کہ اپنے والد یا اولاد کے حق میں انسان بالعموم کمزور ثابت ہوتا ہے، طبیعت کا میلان ادھر ہوتا ہے، اس لئے شک وشبہ کا اندیشہ ہے،.....البتہ بھائی یا اور کسی رشتہ دار کے معاملے میں گنجائش ہے، ان کا حکم عام اجنبیوں کی طرح ہے، یہ ایک معتدل اور زیادہ قابل قبول رائے ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: الاحکام السلطانیۃ للماوردیؒ ص ۱۰)۔

ولی عہدی کی شرائط قبولیت

☆ البتہ جمہور فقہاء کے نزدیک ضروری ہے کہ ولی عہد میں وہ تمام شرائط اہلیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہوں جو امام کے لئے ضروری ہیں۔

☆ ولی عہد نے امیر کی زندگی میں یہ ذمہ داری قبول کر لی ہو، ورنہ یہ محض خلافت کی وصیت ہوگی، اور احکام وصیت جاری ہونگے (مغنی المحتاج ۴/۱۳۱)۔

☆ ولی عہد میں ولی عہدی قبول کرنے کے وقت سے خلافت کے سنبھالنے تک شرائط اہلیت مسلسل موجود ہوں، کسی نابالغ، مجنوں یا فاسق کو ولی عہد بنانا درست نہ ہوگا، اور اگر ولی عہد بناتے وقت یہ نقائص نہ تھے، لیکن بعد میں پیدا ہو گئے تو بھی ولی عہدی باطل ہو جائے گی (مغنی المحتاج ۴/۱۳۱، اسنی المطالب ۴/۱۰۹، ۱۱۰، الاحکام السلطانیۃ لابی یعلیٰ رص ۹، ۱۰ بحوالہ الموسوعۃ)۔

حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ نابالغ کو ولی عہد بنایا جا سکتا ہے، بشرطیکہ امام کی وفات کے بعد ملکی معاملات اور ذمہ داریوں کے لئے عارضی طور پر اس کا کوئی نائب مقرر کر دیا جائے، جو ولی عہد کے بالغ ہونے تک امور مملکت انجام دے، ولی عہد کے بلوغ کے بعد نائب خود بخود معزول ہو جائے گا (حاشیہ ابن عابدین ۱/۳۶۹)۔

☆ علماء بصرہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ ولی عہد ارباب حل وعقد کے مشورہ سے مقرر کیا گیا ہو، جمہور علماء اہل سنت کو اس سے اتفاق نہیں ہے (الاحکام السلطانیۃ رص ۹)۔

تیسرا طریقہ

(۳) امارت کی تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی صاحب قوت واختیار بالجبر حکومت پر قبضہ کر لے، اور اپنی امارت کا اعلان کر دے، تو جمہور فقہاء کے نزدیک اس کی امارت نافذ ہو جائیگی، اور اس کی اقتداء میں نماز، جہاد وحج وغیرہ شرعی احکام کی ادائیگی درست ہوگی اور اس کے خلاف بغاوت جائز نہ ہوگی، البتہ شافعیہ نے اس میں یہ شرط لگائی ہے کہ اس شخص میں اہلیت امارت کی جملہ شرائط موجود ہوں، ورنہ اس کی خلافت جائز نہ ہوگی، اور یہ محض غاصبانہ تسلط قرار پائے گا (الاحکام السلطانیۃ لابی یعلیٰ رص ۷، ۸، حجۃ البالغۃ ۲/۱۱۱، حاشیۃ ابن عابدین ۳/۳۱۹، مغنی المحتاج ۴/۱۳۰، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۴/۲۹۸)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆اس کا ماٰخذ دراصل وہ حدیث پاک ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

''إن أمّر عليكم عبد مجدع أسود يقودكم بكتاب اللّٰه فاسمعوا لهٗ واطيعوا'' (صحیح مسلم ۳/ ۹۴۴، ط عیسی الحلبی)۔

ترجمہ: (اگر تم پر کوئی کن کٹا غلام بھی امیر ہو جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تم پر حکومت کرے تو اس کی سنو اور اطاعت کرو)۔

☆اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''من كره من أميره شيئاً فليصبر، فإنهٗ من خرج من السلطان شبراً مات ميتة الجاهلية'' (بخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۵، مسلم مع النووی ۱۲/ ۲۴۰)۔

ترجمہ: (جو اپنے امیر کی طرف سے ناپسندیدہ چیز دیکھے وہ صبر کرے، اس لئے کہ جو حکومت کی اطاعت سے نکل گیا اس کی موت جاہلیت پر ہوگی)۔

☆ واقعہ حرہ کے موقعہ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اہل مدینہ کے ساتھ نماز پڑھی اور ارشاد فرمایا:

''نحن مع من غلب'' جو غالب آجائے ہم اس کے ساتھ ہیں (الاحکام السلطانیۃ لابی یعلیٰ ص ۲۳)۔

☆ علاوہ ازیں اس صورت میں سخت فتنہ اور جان و مال کے ضیاع کا اندیشہ ہے، اس لئے عام مسلمانوں کے لئے عافیت اور سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ قوت قاہرہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور اس کی اطاعت قبول کر لی جائے، تاکہ مسلمانوں کے جان و مال کا بھی تحفظ ہو اور ملک و ملت کے وہ داخلی مسائل معلق نہ رہ جائیں جو امیر کے بغیر انجام نہیں پا سکتے (حوالۂ بالا)۔

البتہ یہ امارت کی ایک اضطراری صورت ہے، جو صرف مخصوص حالات میں ہی قابل قبول ہو سکتی ہے، اور اس کی بنیاد محض دفع ضرر پر ہے، اس کو عام ضابطہ کے طور پر نہ پیش کیا جا سکتا ہے، اور نہ علمی بنیادوں پر اس کی حوصلہ افزائی کی جا سکتی ہے، یہ ایک ابتلائی صورت حال ہے، جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو صبر کے اصول پر قبول کر لینے اور خاموش رہنے کو کہا گیا ہے۔

عوامی انقلاب

جو حکمراں عوامی انقلاب اور افرادی قوت کے ذریعہ اقتدار میں آتے ہیں وہ بھی ابتدائی طور پر اسی زمرہ میں آتے ہیں، الا یہ کہ خواص اور اہل علم وفضل کا طبقہ بھی اس کی تائید کرے .....اسلامی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں، جن میں عوامی طاقت کے ذریعہ حکومت کا تختہ پلٹنے کی کوشش کی گئی، اور متعدد کو کامیابی بھی ملی، خود حضرت امام حسینؓ کا سفر کوفہ اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عوامی انقلاب کے ذریعہ مکہ معظمہ میں اپنی حکومت قائم فرمائی وغیرہ، بعد کے ادوار میں بھی ایسی کئی کوششوں کا تذکرہ ملتا ہے جن میں بعض کو ہمارے مشہور ائمہ کی تائید وحمایت بھی حاصل رہی، مثلاً عہد بنی امیہ (صفر ۱۲۲ھ/ ۷۴۰ء) میں حضرت زید بن علیؒ نے عوامی تحریض پر حکومت کا تختہ پلٹنے کی کوشش فرمائی، جس کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تائید حاصل تھی، آپ نے ان کے خروج کو رسول اللہ ﷺ کے خروج کے مشابہ قرار دیا، البتہ علانیہ حمایت اور ان کے ساتھ عملی شرکت سے یہ کہکر معذوری ظاہر کی کہ:

”لو علمت أن الناس لایخذلونه ویقومون معهٗ قیام صدق لکنت أتبعهٗ، و أجاهد معهٗ، لأنهٗ إمام حق“

(اگر مجھے معلوم ہوتا کہ لوگ ان کو ذلیل ورسوا نہیں کریں گے، اور ان کے ساتھ مخلصانہ برتاؤ کریں گے، تو میں بھی ان کا ساتھ دیتا اور ان کے ساتھ جہاد میں شامل ہوتا، اس لئے کہ یہ امام برحق ہیں)۔

البتہ حضرت امامؒ نے ان کو مالی مدد فراہم کی (المناقب لابن البزازؒ ۲/ ۷۲، الجصاص ۱/ ۸۱، الخیرات الحسان للمکیؒ ۱/ ۲۶۰، ابوحنیفۃ حیاتہٗ وعصرہٗ لابی زہرۃ، ط دار الفکر ص ۱۸۰)۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی زندگی میں ایسے کئی موقعے آئے، جن میں ظالم حکومت کے خلاف انتہائی نیک ہستیوں نے عوامی انقلاب کی کوششیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیں اور حضرت امامؒ نے گو عملاً ان میں حصہ نہیں لیا، لیکن اپنے فتاویٰ اور دروس کے ذریعہ ان کی حمایت کی، مثلاً:

☆ حسن بن قحطبہ کا ذکر ملتا ہے، اموی حکومت کے خلاف ان کی بغاوت کی امام صاحبؒ نے تائید فرمائی (المناقب للمکیؒ ۱۰/ ۹۲)۔

☆ عباسی خلیفہ منصور کے دور میں حضرت حسنؓ کے پوتے حضرت ابراہیم بن عبداللہؒ نے خروج کیا تو امام صاحبؒ نے ان کی تائید فرمائی، اور اس میں شرکت وامداد کو پچاس (۵۰) نفل حج سے بہتر قرار دیا، ایک خاتون اپنے بیٹے کو اس میں شامل ہونے سے روکتی تھی، امام صاحبؒ نے اس عورت کو ایسا کرنے سے منع کیا، اگر چیکہ ان کی کوشش بار آور نہ ہوسکی لیکن کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ کے پاس جب کبھی ان کا یا ان کے بھائی محمد بن عبداللہؒ کا ذکر آجاتا تو امام صاحب آبدیدہ ہوجاتے تھے (المناقب للمکیؒ ۲/ ۸۴ بحوالہ ابوحنیفہؒ حیاتہ لابی زہرۃ، ص ۱۸۳ ط دار الفکر)۔

دراصل حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جبری تسلط کے ذریعہ قائم ہونے والی حکومت کے مقابلے میں عوامی انقلاب والی حکومت زیادہ قابل قبول تھی، اگر چیکہ اسلام کی مطلوبہ آئینی حکومت کی دونوں ہی مصداق نہیں ہیں، لیکن "أهون البليتين" کے اصول پر عوامی حکومت میں خاندانی یا آمرانہ نظام حکومت کے بہ نسبت اظہار رائے کی آزادی زیادہ ہوتی ہے، اور ارباب حل وعقد اور اصحاب علم ودانش سے استفادہ کرنا یہاں نسبتاً آسان ہوتا ہے، اسی لئے امام صاحب نے آمرانہ اور جابرانہ نظام کے بالمقابل ہمیشہ عوامی نظام حکومت کی حمایت کی، بشرطیکہ اس کی باگ ڈور صالح اور قابل اعتماد ہاتھوں میں ہو، امام صاحب کے اس نظریہ کا اظہار ایک اور واقعہ میں زیادہ واضح طور پر ہوتا ہے:

ایک بار خلیفہ منصور نے اپنے دربار میں حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت ابن ابی ذویب اور حضرت امام مالکؒ تینوں بزرگوں کو ایک ساتھ طلب کیا، تاکہ اپنی خلافت کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرے، چنانچہ اس نے ان تینوں کے سامنے اپنی بات رکھی، حضرت امام مالکؒ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑا نرم انداز اختیار فرمایا، حضرت ابن ابی ذویبؒ نے بہت سخت جواب دیا، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا، اپنے دین کے لئے رہنمائی حاصل کرنے والا غصہ سے دور رہتا ہے، اگر آپ نے اپنے مفاد کے لئے ہم کو بلایا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کے پیش نظر خلوص اور رضائے الٰہی نہیں ہے، آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم آپ کے ڈر سے آپ کے موافق طبع رائے دیں اور عام لوگوں کو یہ تأثر دیا جائے کہ یہ علماء ہماری خلافت اور نظام حکومت سے پوری طرح مطمئن ہیں، حالانکہ جب آپ نے خلافت حاصل کی تو اس وقت اہل افتاء میں سے دو آدمی کو بھی نہیں بلایا گیا، جبکہ خلافت عام مسلمانوں کے مشورہ سے قائم ہوتی ہے (المناقب للزاریؒ ۲/۱۶، ابوحنیفہ- حیاتہٗ وعصرہٗ لابی زہرۃ ص ۱۸۵)۔

اس سے امام صاحب کے نقطۂ نظر پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ صحیح اسلامی خلافت کی تاسیس کے لئے عوامی اجتماع کو جس میں اہل فتویٰ، ماہرین قانون اور اصحاب دانش کی بھی نمائندگی ہو ضروری سمجھتے ہیں، اس کے بغیر حکومت تو قائم ہوسکتی ہے، اور ثمرات کے لحاظ سے اس کو جائز بھی کہا جاسکتا ہے، مگر اس کو خلافت راشدہ نہیں کہا جاسکتا اور نہ اس سے وہ مطلوبہ نتائج حاصل ہوسکتے ہیں جو روئے زمین پر اسلامی نظام کے قیام سے رب العالمین کو مطلوب ہیں۔

عوامی انقلاب ایک قوت قاہرہ ہے، اور اس کے ذریعہ جو حکومت قائم ہوتی ہے وہ شرعاً درست ہوتی ہے اور اس کی قیادت میں وہ تمام امور انجام دیئے جاسکتے ہیں جس کے لئے اسلامی حکومت کی ضرورت ہے، البتہ عوامی انقلاب کے ذریعہ برسر اقتدار آنے والے حکمراں کو چاہئے کہ وہ ارباب علم وتقویٰ اور اصحاب فضل وفہم پر مشتمل ایک شورائی نظام قائم کرے، عوامی ووٹنگ کی شریعت اسلامی میں کوئی حقیقت نہیں ہے، تاہم اسلام اس کے ذریعہ قائم ہونے والی حکومتوں کو ناجائز نہیں کہتا، اسلام کے پاس اپنا ایک نظام العمل ہے، ایک دستور اور آئین ہے، اور دنیا کو اس کی بہر حال ضرورت ہے، تاکہ اسلامی نظام کے وہ تمام شعبے قائم اور جاری ہوں، جن سے یہ روئے زمین جنت نظیر بن سکتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسلام اپنے نظام کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ دنیا کے تمام نظاموں کو غلط قرار دیتا ہو، اور اگر عوام اور خواص کی شرکت سے حکومت عمل میں آتی ہے تو اس سے گو وہ نتائج حاصل نہ ہوں جو اسلامی نظام کا نصب العین ہیں، لیکن اس کے جواز اور اس سے حاصل شدہ ثمرات کی صحت شبہ سے بالاتر ہے،..... دراصل اسلامی نظام حکومت میں طریقۂ انتخاب سے زیادہ قائم ہونے والی حکومت کا طور طریق، حکمراں کا دینی اور اخلاقی معیار اور حق وانصاف اور اقامت دین کے معاملے میں اس کی دلچسپی اور جد وجہد کی زیادہ اہمیت ہے، جیسا کہ پچھلے صفحات میں اشارہ کیا گیا کہ صحیح شرعی اصولوں کے مطابق امیر کا انتخاب ہو، لیکن بعد میں اس کا طرز عمل درست بنیادوں پر قائم نہ رہ سکے، تو اسلام کی نگاہ میں وہ غیر شرعی حکومت ہے اور نامناسب طریقے سے منتخب ہونے والا حکمراں حق وانصاف پر مبنی بہترین اسلامی حکومت قائم کرلے تو وہ جائز حکومت کہلانے کی مستحق ہوگی، واللہ اعلم بالصواب وعلمہٗ اتم واحکم۔

☆☆☆

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار رائے کی آزادی اور اس کے حدود

اسلامی شریعت کی روشنی میں

مولانا بدر احمد مجیبی ☆

الحمد لله الواحد الأحد، والصلاة والسلام على سيدنا محمد السيد السند، وعلى آله وأصحابه وتابعيهم باحسان على طول الأبد.

اسلامی شریعت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کی نفسیات، احساسات وضروریات سے خوب واقف ہے۔ اس لیے اس نے انسانی فطرت ومزاج اور ماحول وکیفیات کے مطابق شریعت کے احکام صادر فرمائے ہیں اور اس میں انسانی ضروریات ونفسیات کا پورا خیال رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسان کو عزت وتکریم کی خلعت عطا فرمائی ہے اور بنی آدم کو شرافت وکرامت سے مزین کیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (اسراء/ ۷۰)۔

(اور بلاشبہ ہم نے بنی آدم کو عزت وکرامت دی ہے اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور انہیں پاکیزہ روزی دی اور ہم نے ان کو بہت ساری مخلوق پر فضیلت دی ہے)۔

☆ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے انسانیت کا لحاظ اور بنی نوع انسان کی عزت وتکریم اسلام کی بنیادی فکر میں شامل ہے۔ شریعت کی نگاہ میں تمام انسان آزاد اور حقوق کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں اور انہیں عقل وفہم اور ضمیر کی دولت ودیعت ہوئی ہے؛ اس لیے انسان ہونے کی حیثیت سے ہر فرد بشر تکریم واحترام کا مستحق ہے۔

اللہ تعالی نے دنیا میں انسانوں کو جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک آزادی بھی ہے کہ آدمی آزادی جیسی نعمت سے سرفراز ہے۔ یہ بہت عظیم نعمت ہے۔ اس کی اہمیت وعظمت کا صحیح اندازہ وہی کرسکتا ہے جس نے دور غلامی کی تاریخ پڑھی ہے۔ دنیا میں بنی نوع انسان کے لیے آزادی سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس میں انسان کو تمام طرح کے اختیارات حاصل رہتے ہیں۔ وہ اپنے حقوق ومعاملات میں کسی دوسرے کا پابند نہیں رہتا۔ وہ اپنی مرضی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اسلام نے انسانوں کو ہر طرح کی آزادی عطا کی ہے اور ان کی آزادی کی حفاظت کا انتظام بھی کیا ہے۔ اس میں ضمیر اور عقیدہ کی آزادی بھی ہے کہ انسان مذہب اور اس کے معاملات میں خود مختار ہے۔ دنیا میں اس پر کسی خاص مذہب یا دین کو اختیار کرنے کا کوئی دباؤ اور جبر نہیں ہوگا۔ اسلام ہر انسان کے لیے عقیدہ اور ضمیر کی آزادی کو تسلیم کرتا ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس کا حکم موجود ہے۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (بقرۃ۲۵۶)۔

(دین میں کوئی جبر اور دباؤ نہیں ہے۔ گمراہی کے مقابلے میں ہدایت واضح ہوچکی ہے)۔

حضور ﷺ کو خطاب کیا گیا ہے کہ آپ تذکیر ونصیحت کریں، آپ صرف تذکیر ونصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ کو ان پر جبر کرنے والا نہیں بنایا گیا ہے (کہ جبراً ان سے اسلام قبول کرائیں) (الغاشیۃ/۲۱، ۲۲)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد ہے: اگر آپ کے رب کی مشیت ہوتی تو روئے زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے، کیا آپ ان لوگوں پر جبر کریں گے کہ وہ ایمان لے ہی آئیں (یونس/۹۹)۔

نیز ارشاد ہے: اگر وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کرنے کو تیار نہ ہوں تو (آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے) آپ پر صرف یہ لازم ہے کہ اللہ تعالی کا پیغام ہدایت صاف صاف ان تک پہنچا دیں (سورۂ نحل: ۸۲)۔

اسی طرح ایمان نہیں لانے والوں کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ تم لوگوں کے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے (کافرون)۔

اس طرح اسلام نے دنیا میں دوسروں کے عقیدہ اور ضمیر کی آزادی کو مکمل تحفظ دیا ہے۔ اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے تو دنیا میں انہیں کسی دین یا مذہب کو اختیار کرنے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ اسلام کی صرف تبلیغ کی جائے گی۔ اس کی خوبیاں اور دنیا و آخرت میں اس کے فوائد و منافع دکھائے جائیں گے۔ زبردستی ان پر کوئی دین یا دھرم مسلط نہیں کیا جائے گا۔ یہی عقیدہ کی آزادی ہے۔

انسانوں میں عقیدہ کے علاوہ رائے کا اختلاف بھی ہوتا ہے۔ ایک ہی معاملہ میں مختلف افراد کی علیحدہ علیحدہ رائے ہوتی ہے۔ ایک فرد کا نظریہ دوسرے فرد کے نظریہ سے مختلف اور جداگانہ ہوتا ہے۔ اسلام کے نزدیک انسانوں میں رائے کا اختلاف ایک فطری اور تقدیری امر ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ، إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ (هود/ ۱۱۸، ۱۱۹)۔

ترجمہ: اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ لوگ برابر اختلاف میں رہیں گے سوائے ان کے جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا ہے، اور ان لوگوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت بتاتی ہے کہ انسانوں کے درمیان رائے کا اختلاف ہوگا اور یہ اختلاف باقی رہے گا، اللہ تعالیٰ کو اس پر پوری قدرت حاصل ہے کہ سارے انسانوں کو ایک امت بنا دیں سب ایک ہی دین و مذہب پر ہوں ان میں کوئی اختلاف نہ رہے، لیکن اس نے انسانوں کو ایسی فطرت کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ ان میں خیر و شر، ہدایت و ضلالت سب کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ اس لیے مختلف لوگ مختلف رائے اور عقیدے کو اختیار کر لیتے ہیں۔ کوئی خیر و ہدایت کو اختیار کرتا ہے اور کوئی شر و ضلالت کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس لیے رائے کا مختلف ہونا ایک فطری چیز ہے۔ اسلام نے رائے کے اختلاف کو بھی اہمیت دی ہے اور جہاں اپنی رائے کو ظاہر کرنے کی اجازت دی ہے وہیں دوسروں کی رائے کے احترام کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر پڑھی ہے، ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، ان کو چھوڑ دو، وہ صحابی ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ فقیہ ہیں (بخاری: باب ذکر معاویہؓ) دونوں کی رائے میں فرق تھا مگر حضرت ابن عباسؓ نے ان کی رائے کے احترام کرنے کا حکم دیا۔

عصر حاضر کا معروف ترین نظریہ ''اظہار رائے کی آزادی'' ہے کہ اپنے خیالات و احساسات کو ظاہر کرنے اور دوسروں کے سامنے بیان کرنے کا ہر انسان کو مکمل حق ہونا چاہیے۔ اس نظریہ کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر کچھ شرائط و قیود کے ساتھ۔ اس فکر یا نظریہ کو اہل مغرب نے بڑی اہمیت دی ہے۔ بعض مغربی مفکرین نے اس کو تقدیس کا درجہ دے دیا ہے۔ ایک مفکر کہتے ہیں کہ جب رائے کی آزادی باقی ہے تو ہم نے کوئی چیز نہیں کھوئی۔ دوسرے مفکر کہتے ہیں کہ تم جو بات کہہ رہے ہو اس کو میں ناپسند کرتا ہوں اور اس کے ہر حرف سے مجھے اختلاف ہے لیکن میں اس کے لیے موت تک لڑوں گا کہ تم کو اس کے کہنے کا حق حاصل ہے۔ ایک مفکر کہتے ہیں کہ ہمارے حقوق میں سب سے زیادہ اس (اظہار رائے کی آزادی کے حق) کو تقدس حاصل ہے (مفہوم الحریۃ بین الاسلام والجاھلیۃ، ص ۱۵۶)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں اقوام متحدہ کے عالمی منشور میں جو تحریر ہے اس پر بھی نظر ڈال لی جائے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰/دسمبر ۱۹۴۸ء کو انسانی حقوق سے متعلق جس عالمی منشور کا اعلان کیا تھا وہ تیس دفعات پر مشتمل ہے۔ اس میں دفعہ نمبر ۱۸ کا تعلق عقیدہ کی آزادی سے اور ۱۹ کا تعلق اظہار رائے کی آزادی سے ہے۔ ہم ذیل میں ان دونوں دفعات کو پیش کرتے ہیں:

دفعہ نمبر ۱۸: ہر فرد کو فکر و خیال، ضمیر و عقیدے کی آزادی حاصل ہوگی۔ اس حق میں تبدیلی عقیدہ، اظہار عقیدہ، تبلیغ عقیدہ اور عبادت کرنے کا حق بھی شامل ہے۔

دفعہ نمبر ۱۹: ہر فرد کو آزادئ اظہار خیال کا حق حاصل ہے۔ اس میں کسی مداخلت کے بغیر کوئی بھی رائے رکھنے، کسی بھی ذریعہ سے اور سرحدوں کا خیال کئے بغیر خیالات و معلومات حاصل کرنے اور پہنچانے کا حق بھی شامل ہے (بنیادی حقوق ص ۸۳ از محمد صلاح الدین)۔

اسلام نے اظہار رائے کی آزادی سے متعلق کیا حکم جاری کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں کیا حدود و ضوابط مقرر فرمائے ہیں ان پر روشنی ڈالنے سے قبل ہم چاہتے ہیں کہ آزادئ رائے کے معنی اور اس کی اصطلاحی تعریف ذکر کر دی جائے۔

آزادی

آزادی کو انگریزی میں Freedom یا Liberty کہتے ہیں۔ عربی میں اس کو حریت کہا جاتا ہے۔ پہلے زمانے میں آزادی یا حریت کا لفظ غلامی کے مقابلہ میں اور آزاد یا حر غلام کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا تھا۔ ابن منظور لکھتے ہیں:

الحُرُّ: بالضم نقيض العبد (لسان العرب ۴/۱۷۷) ترجمہ: حر (آزاد) غلام کا ضد ہے۔

والحُرُّ: بالضم خلاف العبد (الصحاح للجوهری ۱/۱۲۲) ترجمہ: حر (آزاد) غلام کے خلاف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحرية: مصدر الحر وحقيقتها الخصلة المنسوبة إلى الحر (المغرب للمطرزی ۱/ ۱۹۴)۔

ترجمہ: حریت (آزادی) حر کا مصدر ہے۔اس کی حقیقت وہ صفت ہے جو آزاد کی طرف منسوب ہو۔

الحرية: القدرة على التصرف بملأ الإرادة والاختيار خلو الآدمی من قيد الرق عليه (معجم لغة الفقهاء)۔

ترجمہ: حریت (آزادی) پورے ارادہ واختیار کے ساتھ تصرف پر قدرت کا نام ہے۔ آدمی کا غلامی کی قید سے خالی ہونا۔

پہلے زمانے میں آزادی کا مفہوم یہ ہوتا تھا کہ آدمی کسی دوسرے کی ملکیت میں نہ ہو اور اس کو اپنے معاملات میں تصرف کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہو، اس کا تصرف کسی دوسرے (یعنی مالک) کی رضامندی پر موقوف نہ ہو۔

اس وقت اس لفظ کا جو مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے نفس اور اپنے معاملات میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہو اور کوئی اس میں اس کا معارض نہ ہو۔

رائی

رائے کو انگریزی میں Opinion کہا جاتا ہے۔

والرأی: الاعتقاد۔ (القاموس المحیط) ترجمہ: رائے اعتقاد کو کہتے ہیں۔

والرأی ما ارتآه الإنسان واعتقده (المغرب)۔

ترجمہ: جس چیز کا انسان اعتقاد رکھتا ہے اور جو نظریہ اس کا ہوتا ہے اس کا نام رائے ہے۔

ما يترجح للإنسان بعد فكر وتأمل (معجم لغة الفقهاء)

(غور وفکر کے بعد انسان کے سامنے جو چیز راجح ہو جاتی ہے وہ رائے ہے)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفہوم یہ ہے کہ آدمی کسی مسئلہ میں غور وفکر کے بعد جس نتیجہ پر پہنچتا ہے اسی کو اس کی رائے کہتے ہیں۔

آزادی اور رائے دونوں الفاظ کی وضاحت کے بعد دیکھیں کہ آزادی رائے کا اس زمانے میں کیا مفہوم ہے؟ آزادی رائے (حریۃ الرأی) کی تعریف اس زمانے کے مفہوم کے اعتبار سے اس طرح کی گئی ہے۔

آدمی کا اپنی رائے اور فکر کو پوری آزادی کے ساتھ کسی وسیلہ سے ظاہر کرنے پر قادر ہونا (مفهوم الحرية بين الاسلام و الجاهلية/ ص۱۵۶)۔

اسلام میں اظہار رائے کی آزادی:

اسلام نے معاملات میں غور وفکر کر کے اپنی رائے قائم کرنے اور اس کو ظاہر کرنے کی دعوت دی ہے، اس پر ابھارا ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں اس کے اظہار کو لازم قرار دیا ہے اور اس پر ثواب واجر کا وعدہ بھی کیا ہے۔ اظہار رائے کی آزادی سے متعلق اسلامی احکام درج ذیل ہیں۔

(الف) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اسلام نے ملک وملت کے مسائل ومعاملات میں عوام کو آزادانہ رائے کے اظہار کی اجازت دی ہے۔ اور ان کو اس پر ابھارا ہے کہ وہ کن چیزوں کو ملک وملت کے لیے معروف اور مفید سمجھتے ہیں اور کن چیزوں کو منکر اور نقصان دہ سمجھتے ہیں اس کا کھل کر اظہار کریں۔ قرآن نے اس امت کی صفت بتائی ہے کہ وہ امر بالمعروف کرے گی اور نہی عن المنکر کرے گی۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران:۱۱۰)۔

ترجمہ: تم لوگ ان امتوں میں سب سے بہتر امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہیں، تم لوگ معروف (بھلائی کے کاموں) کا حکم دیتے ہو اور منکر (برے کاموں) سے منع کرتے ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ اَقَامُوْا الصَّلاةَ وَآتَوُا الزَّكاةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (الحج:۴۱)۔

ترجمہ: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں اختیار (حکومت) دیں تو وہ نماز قائم کریں ،زکوۃ ادا کریں، بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.(توبۃ: ۷۱)۔

ترجمہ: ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائی کے کاموں سے روکتے ہیں۔

حدیث نبوی میں حکم دیا گیا ہے کہ منکر و برائی کو دیکھ کر اس کو ہاتھ سے مٹا دو اور ختم کر دو، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کرو، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھو۔ مگر یہ (صرف دل سے برا سمجھنا) ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔

من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان (مسلم: باب كون النهي عن المنكر من الايمان)۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صفت اظہار رائے کی آزادی کے بغیر پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اظہار رائے کی آزادی کے لیے یہ آیات ضمانت کی حیثیت رکھتی ہیں؛ کیونکہ زندگی کے تمام حالات میں ان دونوں اوصاف کا حکم جاری رہے گا۔

ان آیات میں اظہار رائے کی آزادی کا ایک رخ بھی متعین ہو جاتا ہے کہ رائے کا اظہار نیکی اور بھلائی کے کاموں کی اشاعت میں ہونا چاہیے اور برے کاموں پر قدغن لگانے میں ہونا چاہیے۔ برائی اور فواحش کے پھیلانے میں اور بھلائی اور نیکی سے روکنے میں رائے کا استعمال نہیں کیا جانا چاہیے؛ کیونکہ یہ کام تو منافقین کا ہے۔ منافقین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ (توبہ: ٦٧)۔

ترجمہ: منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی کے کاموں سے روکتے ہیں۔

(ب) بادشاہ وقت کے سامنے حق بات کہنا

اسلام میں ظالم وجابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کی ادائیگی یعنی بلاخوف حق بات کہہ دینے کو اجر وثواب کا باعث بتایا گیا ہے۔ اسلام نے نہ صرف اس کی ترغیب دی ہے بلکہ اس میں جان کے جانے کا شدید خطرہ ہونے کی وجہ سے اسے افضل جہاد سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اظہار رائے کی آزادی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ ہر زمانے میں امت میں ایسے عالی ہمت افراد موجود رہے ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرکے ظالم وجابر سلاطین اور حکمرانوں کے سامنے اس فریضہ کو انجام دیا ہے۔

عن طارق بن شهاب أن رجلا سأل النبى صلى الله عليه وسلم وقد وضع رجله فى الغرز: أى الجهاد أفضل ؟ قال: كلمة حق عند سلطان جائر

(نسائی: فضل من تكلم بالحق عند إمام جائر، مسند احمد ۴/۳۱۵)۔

ترجمہ: ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا جبکہ آپ نے رکاب میں اپنا قدم مبارک رکھا ہوا تھا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

ألالايمنعن رجلا مهابة الناس أن يقول بالحق إذا علمه، وأن أفضل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر (مسند احمد۳/۱۹، المستدرک علی الصحیحین ۴/۵۵۱، مسند أبی یعلی ۲/ ۳۴)۔

ترجمہ: سن لو، لوگوں کا خوف کسی شخص کو حق بات کہنے سے نہ روکے جب وہ حق کو جان گیا ہو، اور افضل جہاد جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

(ج) مشورہ

اظہار رائے کی آزادی دینے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگوں سے مشورہ کیا جائے اور مختلف معاملات میں ان کی رائے معلوم کی جائے۔ مشورہ سے لوگوں کی رائے سامنے آئے گی، ان میں سے اچھی اور زیادہ مناسب رائے پر عمل کیا جائے گا۔ مشورہ لینے سے لوگوں کی جرأت بڑھے گی اور وہ معاملات میں آزادی کے ساتھ کھل کر اپنی رائے ظاہر کریں گے۔ مشورہ لینے کا حکم آزادی رائے کے لیے بہت کارگر اور مفید ہے۔ مشورہ کے بارے میں قرآن کا فرمان یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات مشورے سے چلتے ہیں۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (شوری:۳۸)۔

ترجمہ: مسلمانوں کے معاملات باہم مشورے سے ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ کو بھی مسلمانوں سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران:۱۵۹)۔

ترجمہ: معاملات میں مسلمانوں سے مشورے کرو۔

جبکہ حضور ﷺ کو اس کی ضرورت نہیں تھی؛ کیونکہ آپ کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے وحی نازل ہوتی رہتی تھی۔ جس پر شارع حقیقی اور عالم غیب السموات والارض کی جانب سے وحی کا نزول ہوتا رہتا ہو اس کو کسی دوسرے سے مشورے کی ضرورت نہیں ہوتی؛ لیکن نبوت کے علاوہ امامت وحکومت کے منصب پر بھی آپ فائز تھے، ملک کا اقتدار اعلی بھی آپ کے ہاتھ میں تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔آپ کے بعد حکومت وامامت کے منصب پر جو حضرات آنے والے تھے ان کی تربیت کے مقصد سے آپ کو بھی مسلمانوں سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

(د) مظلوم کو ظلم کے بیان کا حق

اسلام نے کسی کو بلاوجہ برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے اور اس کو ناپسند کیا ہے؛ لیکن مظلوم شخص کو اپنے اوپر کیے گئے ظلم کے اظہار کی اجازت دی ہے اور ظالم کو برا کہنے اور اس کے خلاف آواز اٹھانے سے مظلوم کو منع نہیں کیا ہے۔ یہ بھی اظہار رائے کی آزادی کا ایک حصہ ہے۔

لایُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعاً عَلِيْماً (نساء:۱۴۸)۔

ترجمہ: اللہ تعالی بری بات کے اعلان کو پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم سے اور اللہ تعالی سننے والا جاننے والا ہے۔

(ھ) عمل نبوی

اظہار رائے کی آزادی کے سلسلے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہمارے لیے سب سے بڑا نمونہ ہے۔ آپ نے لوگوں کو اپنی رائے اور خیال کو بیان کرنے کا پورا اختیار دیدیا تھا۔ جنگی امور اور دوسرے معاملات میں آپ لوگوں سے مشورہ لیتے تھے۔ آپ سب کی بات سنتے تھے۔ دوسروں کی رائے پر غور فرماتے تھے۔ عام حالات میں کوئی معمولی آدمی بھی راستے میں آپ کو روک کر اپنی باتیں سنانے لگتا اور آپ خاموشی سے اس کو سنتے اور اس کو اپنی بات کہنے کا پورا موقع دیتے۔

أنس بن مالک رضی الله عنه قال : كانت الأمة من إماء أهل المدينة لتأخذ بيد رسول الله ﷺ فتنطلق به حيث شاء ت (صحيح البخاری: باب الكبر)۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی اور (اپنی بات سنانے کے لئے) آپ کو ایک طرف لے جاتی۔

اسی طرح اجڈ اور سخت مزاج قسم کے لوگ بھی آپ سے اپنے انداز میں بات کرتے تھے۔ کبھی باتوں میں سخت جملے بھی کہہ دیتے مگر آپ انہیں معاف فرما دیتے اور ان کی سخت بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ ایسے بہت سے واقعات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک یہودی شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرض کے تقاضا کے لیے آیا۔ اس نے محفل میں سب کے سامنے سخت کلامی شروع کر دی۔ اس کے اس گستاخانہ انداز پر حضرت عمر فاروقؓ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے کہا: تم رسول اللہ کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کو منع کیا اور مسکرا کر فرمایا: عمر! تم سے تو یہ امید تھی کہ تم اسے سمجھاتے کہ نرمی سے مطالبہ کرے اور مجھ سے کہتے کہ میں اس کا قرض ادا کر دوں۔ اس کے بعد قرض کی ادائیگی کے علاوہ اس کو بیس صاع کھجور زیادہ دلوایا (سیرۃ النبی ۲/ ۳۵۸ عن بیہقی، ابن حبان وطبرانی)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس قرض کے تقاضا کے لیے آیا۔ اس نے بہت سختی سے قرض کا مطالبہ کیا۔ بعض صحابہ نے اس کو ڈانٹا کہ تم جانتے ہو کہ کس سے بات کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں۔ آپ نے صحابہ کو منع فرمایا اور خولہ بنت قیس کو کہلایا کہ اگر تمہارے پس کھجور ہو تو ہمیں قرض دیدو، ہمارے پاس کھجور آئے گی تو ادا کر دیں گے۔ انہوں نے خوشی سے قرض دیدیا اور آپ ﷺ نے اس اعرابی کو اس کے قرض کی ادائیگی کر دی اور کچھ زیادہ ہی دیدیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا کہ آپ نے بہت اچھی طرح ادائیگی کی، اللہ تعالی آپ کو اس کا اجر دے (سنن ابن ماجه: باب لصاحب الحق سلطان)۔

جنگ حنین کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ کسی نے کہا (ما أراد بها وجه الله) اس تقسیم میں اللہ کی خوشنودی پیش نظر نہیں ہے۔ آپ کو اس کی خبر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ اگرچہ یہ بہت سخت بات تھی مگر آپ نے معاف کر دیا۔ صرف یہ فرمایا: (رحمة الله علی موسی لقد أوذی باکثر من هذا فصبر) اللہ تعالیٰ موسیٰؑ پر رحمت نازل فرمائے ان کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی مگر انہوں نے صبر کیا (صحیح البخاری :باب غزوة الطائف) ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو ایک اعرابی نے آپ کی چادر کو پیچھے سے پکڑ کر سختی سے کھینچا جس سے گردن مبارک میں اس کا اثر ظاہر ہو گیا، اس نے کہا: اے محمد! اللہ کا مال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے دیجیے۔ آپ نے پیچھے مڑ کر اس کو دیکھا، تبسم فرمایا اور اسے دینے کے لیے لوگوں کو حکم فرمایا (صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، حدیث: ۶۳۷۵) ۔

(و) عمل خلفاء راشدین

صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین نے بھی اس سنت نبوی پر عمل کیا اور عوام کو اظہار رائے کی مکمل آزادی دی۔ اس سلسلے میں بہت سارے واقعات تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں کہ کسی معمولی آدمی نے سر عام خلیفۂ راشد کو ٹوک دیا اور سخت بات کہہ دی مگر خلیفۃ المسلمین نے اس کی سخت کلامی کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ اس کی بات میں اگر کوئی بھلائی کا پہلو ہوا تو اس کو اختیار کیا۔

ایک مرتبہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بنی تمیم کا ذکر کیا اور ان کی کچھ مذمت فرمائی۔ احنف بن قیس موجود تھے، انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! مجھے کچھ کہنے کا موقع دیجیے۔ آپ نے کہا کہو۔ احنف نے کہا کہ آپ نے بنی تمیم کے بارے میں عمومی اعتبار سے ایسا کہہ دیا ہے۔ بنی تمیم بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہیں۔ ان میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم نے سچ کہا (مختصر تاریخ دمشق: ۲۷/۴، تاریخ الاسلام للذهبی: ۲۴۹/۵، سیر اعلام النبلاء: ۹۱/۴)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں نکاح میں زیادہ مہر مقرر کرنے پر پابندی لگانی چاہی اور اعلان کر دیا کہ مہر مقرر کرنے میں حد سے آگے نہ بڑھو۔ ایک خاتون نے برسرِ عام اعتراض کر دیا کہ آپ کو روکنے کا حق نہیں ہے اور آیت کریمہ ﴿وإن آتيتم إحداهن قنطاراً﴾ سے استدلال کیا۔ خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو تسلیم کیا اور اپنے اعلان کو واپس لے لیا (مصنف عبد الرزاق: باب غلاء الصداق ۱۸۰/۶، فتح الباری: ۲۶۴/۹، عمدۃ القاری: ۳۳۵/۲۹)۔

امام حسن بصری کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا کہ اے عمر! خدا سے ڈرو۔ کئی بار یہی جملہ کہا تو کسی نے اس کو ٹوکا کہ چپ رہو تم نے امیر المؤمنین کو زیادہ کہہ دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسے کہنے سے مت روکو۔ یہ لوگ ہمیں ایسی بات نہ کہیں تو ان میں کوئی بھلائی نہیں رہے گی اور اگر ہم ان کی بات قبول نہ کریں تو ہم میں کوئی بھلائی نہ رہے گی (کتاب الخراج لأبی یوسف، ص ۱۲)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ کثیر بن تمر حضرمی کہتے ہیں کہ میں کوفہ کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ پانچ آدمی (خوارج) حضرت علیؓ کو گالیاں دے رہے تھے۔ ان میں اونچی ٹوپی پہنے ہوئے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ ان کو قتل کر ڈالوں گا۔ میں اس کو پکڑ کر حضرت علیؓ کی خدمت میں لے آیا اور ان کو تفصیل بتائی۔ انہوں نے نام پوچھ کر اس کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا کہ آپ اس کو چھوڑ رہے ہیں جبکہ یہ آپ کو قتل کرنے کا عہد کر رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اس کو کس جرم میں قتل کروں جبکہ اس نے مجھے قتل نہیں کیا ہے (کتاب السیر الصغیر للشیبانی: باب الخوارج واھل البغی ص ۷۲)۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ مسجد کے ایک گوشہ سے خوارج نے تحکیم کے خلاف نعرہ لگایا (لاحکم إلا لله)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ (یہ) ایک حق کلمہ ہے جس سے باطل (معنی) مراد لیا گیا ہے۔ ہم تم لوگوں کو اللہ کی مسجدوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے ذکر کرنے سے نہیں روکیں گے۔ جب تک تم لوگوں کا ہاتھ ہم لوگوں کے ہاتھ کے ساتھ ہے (یعنی ہماری فوج میں تم لوگ شامل ہو) تم لوگوں سے مال فیئ (یعنی مال غنیمت) بھی نہیں روکیں گے۔ جب تک تم لوگ ہم لوگوں سے قتال نہ کرو گے ہم لوگ بھی تم لوگوں سے قتال نہیں کریں گے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے خطبہ دینا شروع کر دیا۔

عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه أنه بینما هو یخطب یوم الجمعة إذ حکّمت الخوارج من ناحیة المسجد فقال علی: کلمة حق أرید بها الباطل، لن نمنعکم مساجد الله أن تذکروا فیها اسمه، ولن نمنعکم الفیئ مادامت أیدیکم مع أیدینا، ولن نقاتلکم حتی تقاتلونا، ثم أخذ فی خطبته (کتاب السیر الصغیر للشیبانی : باب الخوارج وأهل البغی)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ جاننے کے باوجود بھی کہ خوارج زبانی مخالفت پر آمادہ ہیں اور اہل تحکیم کو کافر قرار دے رہے ہیں، بلکہ آپ کو قتل کی دھمکی دے رہے ہیں ان کو گرفتار نہیں کیا۔ یہ اظہار رائے کی آزادی نہیں تو اور کیا ہے؟ ان کو سمجھانے کے لیے اور ان کی اصلاح کے لیے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو ان کے پاس بھیجا۔ حضرت ابن عباسؓ کے سمجھانے اور بحث ومناظرہ کرنے سے ایک تہائی کے قریب لوگوں نے توبہ کیا اور حضرت علیؓ کی خدمت میں آ گئے۔ لیکن بعد میں جب خوارج نے بڑی جماعت تیار کر کے جنگ کی تیاری کی تو ان سے قتال کیا گیا۔

(ز) ائمہ مجتہدین

ائمہ فقہ کے نزدیک بھی اظہار رائے کی آزادی انسان کا بنیادی حق ہے۔ اس حق کا اتنا احترام کیا جائے گا کہ اگر کسی شخص کو حکمران وقت سے اختلاف ہو اور وہ اپنے اختلاف کو برملا ظاہر بھی کرتا ہو مگر حکومت کے خلاف کھل کر بغاوت کی تیاری نہ کرتا ہو تو اس کو حکمراں قید یا قتل کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزا نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر وہ بغاوت کی تیاری کر کے قوت حاصل کر لیتا ہے یا قتال شروع کر دیتا ہے تو اس کی گرفتاری عمل میں لائی جا سکتی ہے؛ کیونکہ اگر اب اس کے خلاف کاروائی نہ کی جائے گی تو ملک میں فتنہ وفساد پھیل جائے گا اور امن وامان ختم ہو جائے گا۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے لوگوں کا یہی حکم ہے کہ جب تک ان کی جانب سے کھل کر بغاوت کا اظہار نہ ہو ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جب تک ان کا خروج (بغاوت) کا پختہ ارادہ نہ ہو امام ان سے تعرض نہیں کرے گا۔ جب امام کو ان کی بغاوت کے عزم کی خبر ملے تو مناسب ہے کہ معاملہ زیادہ بڑھ جانے سے قبل ان کو گرفتار کر کے قید کر دے؛ کیونکہ معصیت اور فتنہ پھیلانے کا عزم ان میں پایا جا رہا ہے۔

وفی هذا دلیل علی أن من لم یظهر منه خروج فلیس للإمام أن یقتله وهو روایة الحسن عن أبی حنیفة رحمهما الله تعالی، قال : مالم یعزموا علی الخروج فالإمام لایتعرض لهم فإذا بلغه عزمهم علی الخروج فحینئذ فینبغی له أن یأخذهم ویحبسهم قبل أن یتفاقم الأمر لعزمهم علی المعصیة وتهییج الفتنة

(المبسوط ۱۰/ ۲۱۳، فتح القدیر :باب البغاة)۔

ضوابط اور حدود

اسلام نے انسانوں کو من حیث الانسان رائے کے اظہار کی آزادی دی ہے۔ انسان اپنی رائے اور اپنے خیالات کو دوسروں کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اظہار رائے کی آزادی اسی وقت تک درست اور قابل قبول مانی جائے گی جب تک اس سے دوسروں کے حقوق متاثر نہ ہوتے ہوں۔ اگر اظہار رائے کی آزادی بے لگام دیدی جائے اور اس میں اتنی چھوٹ دیدی جائے جس سے دوسروں کو ضرر پہنچنا شروع ہو جائے تو یہ معاشرے کے دوسرے افراد کی آزادی کو ختم کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس لیے اس وقت اس پر پابندی لگانا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہو جائے گا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے عالمی منشور میں بھی اظہار رائے کی اس آزادی کے لیے کچھ قیود و حدود موجود ہیں۔ اس میں دفعہ نمبر ۲۹ / ان ہی حدود پر مشتمل ہے۔

دفعہ نمبر ۲۹۔(۱) ہر فرد پر اس معاشرے کی طرف سے ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں جس میں رہ کر ہی اس کی شخصیت کی آزادانہ اور مکمل نشو ونما ممکن ہے۔

(۲) اپنے حقوق اور آزادیوں کے سلسلے میں ہر شخص صرف قانون کی عائد کردہ ان پابندیوں کے دائرہ میں رہے گا جن کا مقصد دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے احترام کو یقینی بنانا ہے۔

(۳) ان حقوق اور آزادیوں کو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے منافی استعمال نہیں کیا جا سکتا (بنیادی حقوق ص ۸۵ از محمد صلاح الدین)

اظہار رائے کی اس آزادی کو اسلام نے بھی شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیا ہے کہ فرد کی آزادی معاشرے میں خلل انداز ہونے لگے اور اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہونے لگے۔ اسلام نے اس کو ضابطہ کے دائرہ میں رکھا ہے اور اس کے کچھ حدود مقرر کیے ہیں۔ ذیل میں ہم ان حدود کو پیش کر رہے ہیں:

(۱) ارتداد یعنی اسلام کو ترک کر کے کفر کو اختیار کر لینا۔ اسلام میں اس کی اجازت کسی حال میں نہیں ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں اظہار رائے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جو لوگ دین اسلام میں پہلے سے نہیں ہیں اور دوسرے دین و مذہب کو ماننے والے ہیں ان کو تو اسلام عقیدہ اور رائے کے اظہار کی پوری آزادی دیتا ہے۔ مگر اسلام میں جانے کے بعد اس کو ترک کر کے دوسرے مذہب میں جانے والوں کے سلسلے میں اسلام کا قانون دوسرا ہے۔ اسلام ان کو ریاست کا باغی قرار دیتا ہے؛ کیونکہ یہ دین سے کھلواڑ کرنا ہے اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان کی سزا قتل ہے یہ کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔ یا ظلم نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی حکومت کے عمومی نظام سے بغاوت کا نتیجہ ہے۔ جس طرح دنیا کی تمام ریاستیں اپنے باغیوں اور جاسوسوں کو موت کی سزا دیتی ہیں اسی طرح اسلام بھی ارتداد کو بغاوت سمجھتا ہے اور اس سے توبہ نہ کرنے والوں کو موت کی سزا دیتا ہے۔ عام غیر مسلموں، یہود و نصاریٰ کا یہ حکم نہیں ہے۔ وہ تو اپنے دین اور دھرم پر قائم رہیں گے۔ یہ خاص مرتد لوگوں کی سزا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نبوی مروی ہے:

من بدل دینه فاقتلوه (بخاری: باب لایعذب بعذاب الله، نسائی: باب الحکم فی المرتد، ابو داؤد: باب الحکم فیمن ارتد)۔

ترجمہ: جو اپنے دین کو بدل دے اس کو قتل کر دو۔

عن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لایحل دم امرئ مسلم یشهد أن لاإله الا الله وأنی رسول الله إلا بإحدی ثلاث: النفس بالنفس والثیب الزانی والتارک لدینه المفارق للجماعة (بخاری: باب قول الله تعالی ان النفس بالنفس، مسلم: باب مایباح به دم المسلم، ابو داؤد: باب الحکم فیمن ارتد، بقیہ صحاح ستہ میں بھی مروی ہے)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان اللہ کی وحدانیت اور رسول ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو اس کا خون بہانا جائز نہیں ہے؛ البتہ تین صورتوں میں اس کی اجازت ہے۔ وہ یہ کہ اس نے کسی انسان کا خون کیا ہو یا حالت احصان میں زنا کیا ہو یا اسلام کو چھوڑ کر ارتداد کو اختیار کر لیا ہو۔

(۲) گناہ کے کاموں زنا، شراب خوری اور دیگر معاصی و فواحش کی اپنی رائے سے تائید وتقویت کی بھی اجازت نہیں ہوگی؛ کیونکہ یہ گناہ و معصیت کے کام ہیں اور ممنوع و حرام ہیں۔ ان کی تائید میں اپنی رائے کا اظہار کرنا معاصی کی اشاعت کرنا ہے۔ معاصی کو پھیلانے اور سر عام گناہوں کا تذکرہ کرنے سے شریعت منع کرتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن سالم بن عبدالله قال: سمعت أباهريرة يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: كل أمتي معافى إلا المجاهرين (صحيح البخاری: باب ستر المؤ من على نفسه)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری پوری امت کی معافی ہوجائے گی سوائے مجاہرین کے۔

امام نووی مجاہرین کی وضاحت کرتے ہیں کہ مجاہرین وہ لوگ ہیں جو اعلانیہ معاصی کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کو ظاہر کرتے ہیں، اللہ تعالی نے جس چیز کو چھپا دیا ہے اس کو کھول دیتے ہیں اور بغیر کسی حاجت وضرورت کے گناہوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں (شرح صحیح مسلم للنووی: باب النهی عن هتک الإنسان سترنفسه)۔

علامہ عینی اس حدیث کی تشریح کرتے ہیں: اس کا مفہوم یہ ہے کہ میری امت کے ہر فرد کی معافی ہوجائے گی اور اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا؛ البتہ فاسق معلن کا مؤاخذہ ہوگا (عمدة القاری: باب ستر المؤمن على نفسه)۔

(۳) ملک میں شر وفساد پھیلانے اور حکومت یا عوام کی چیزوں کو تباہ و برباد کرنے یا اس کی تائید کرنے کی بھی آزادی نہیں ہوگی۔ اسی طرح لوگوں کو خوف میں مبتلا کرنے، ان کو قتل کرنے یا ان کو تباہ و برباد کرنے کی رائے کے اظہار کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔

ولاتَبْغِ الْفَسَادَ فِي الأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لايُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (قصص/۷۷)۔

ترجمہ: زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، بلاشبہ اللہ تعالی فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وإذا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الحَرْثَ والنَّسْلَ واللّٰهُ لايُحِبُّ الفَسَادَ (بقرة:۲۰۵)۔

ترجمہ: اور جب رخ موڑے تو زمین میں فساد پھیلاتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے، اور اللہ تعالی فساد کو پسند نہیں کرتا۔

(۴) جاسوسی، دشمنوں سے ساز باز کرنے اور ملک کی ضروری خفیہ چیزوں کے افشاء اور اس کی دوسرے ممالک میں ترسیل اور اس کی تائید میں اظہار رائے کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے جاسوس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا:

أتى النبيَّ صلى الله عليه وسلم عَيْنٌ من المشركين وهو في سفر فجلس عند أصحابه يتحدث ثم انفتل فقال النبي صلى الله عليه وسلم: اطلبوه واقتلوه، فقتله (صحيح البخاري عن سلمة بن الاكوع :باب الحربي إذا دخل دار السلام بغير امان، سنن ابي داؤد:باب الجاسوس المستأمن) ۔

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ آپ کے پاس مشرکین کا ایک جاسوس آیا، صحابہ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگا، پھر وہاں سے چل دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو تلاش کرو اور اس کو قتل کردو۔ اس کو سلمہ بن اکوعؓ نے قتل کیا۔

(۵) ایسی رائے کا اظہار جس میں بلا دلیل وثبوت کے کسی کی بے آبروئی کی جارہی ہو، کسی کی عزت ووقار پر حملہ ہو، کسی پر طعنہ زنی ہو، کسی کو بدنام کیا جارہا ہو۔ کسی کی دلآزاری کی جارہی ہو، کسی کے خلاف نفرت انگیز مہم چلائی جارہی ہو اس کی اجازت بھی اسلام نہیں دیتا ہے؛ کیونکہ بغیر ثبوت وشواہد کے کسی کی عزت کو داغ لگانا، اس پر بہتان طرازی کرنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِيْنًا (سورہ احزاب:۵۸)۔

ترجمہ: جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر اذیت دیتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ اپنے سر لے لیا ہے۔

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُوْنَ فِي

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَايُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلاً، مَلْعُوْنِيْنَ أَيْنَمَا ثُقِفُوْا أُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلاً (الاحزاب:۶۰،۶۱)۔

ترجمہ: اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دل میں خرابی ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کے لیے آپ کو کھڑا کردیں گے پھر وہ مدینہ میں آپ کے ساتھ تھوڑے دن ہی رہ پائیں گے۔ ان پر ہر طرف سے لعنت ہوگی۔ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔

ارشادِ نبوی ہے:

بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه (صحيح مسلم: باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره)۔

ترجمہ: کسی شخص کی برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائی کو حقیر جانے۔ مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء کرام یا دین اسلام کے بارے میں استہزاء و تمسخر، بدگوئی و بدکلامی کرنے کی بھی اجازت نہیں ہوگی، بلکہ ایسی کسی رائے کا اظہار شدید جرم سمجھا جائے گا۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُهِيْنًا (سورہ احزاب:۵۷)۔

ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ☆ (سورہ توبہ:۶۱)۔

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷)اس رائے کا اظہار قومی، ملکی یا دینی مصلحت کے خلاف نہ ہو۔یعنی اس رائے کے اظہار سے ایسی پریشانیاں اور مفاسد نہ پیدا ہوجائیں جو شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں ہیں اور قومی، ملکی یا دینی مصالح سے متصادم ہیں۔

عن عبادة بن الصامت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى أن لاضرر ولاضرار (ابن ماجه :باب من بنى فى حقه مايضر جاره، ۲/۷۸۴)۔

ترجمہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے کسی فیصلہ میں فرمایا کہ نہ کسی کو ابتداء میں ضرر پہنچانا ہے اور نہ کسی کو بدلہ میں ضرر پہنچانا ہے۔

فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: **دفع الضرر اولى من جلب النفع**۔

ترجمہ: ضرر کو دور کرنا فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے رائے کی آزادی کا احترام کیا ہے اور اس کے اظہار کے لیے مختلف مواقع فراہم کیے ہیں جہاں انسان اپنی رائے کو کھل کر پیش کرسکتا ہے۔امر بالمعروف، ظالم کے خلاف اظہار حق، مشورہ اور مظلوم کو مظالم کے بیان کا اختیار وغیرہ ایسے مواقع ہیں جہاں اظہار رائے کی مکمل آزادی دی ہے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ رائے کی آزادی کو بے لگام چھوڑ دینا بھی کسی طرح مناسب نہیں ہے ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک فرد کی آزادی سے پورا معاشرہ متاثر ہونے لگے گا، اور جب یہ آزادی حد سے آگے بڑھ جائے گی تو پورے معاشرے کے لیے ناسور بن کر رہ جائے گی؛ اس لیے اسلام نے اس کے حدود وضوابط متعین کر دیے ہیں۔کسی فرد کو اپنی آزادی میں ان حدود سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ان حدود کی پابندی کرنے سے ہر فرد اپنی آزادی سے لطف اندوز ہوگا اور معاشرہ کو بھی اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔اور پوری سوسائٹی اطمینان وسکون کے ساتھ زندگی گزارے گی۔**هذا ماظهر لى والله تعالى اعلم وعلمه أتم وأحكم**۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آزادی کا تصور

ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی ☆

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پا بہ گِل بھی ہے
انھی پابندیوں میں رہ کے تو جینے کی خو کر لے

آزادی اور پابندی کے الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیکن دونوں ایک دوسرے کے لئے ضروری بھی ہیں۔ کسی انسان یا سماج کو ایسی آزادی زیب ہی نہیں دے سکتی جسے پابندیوں کے لباس نے سجایا اور سنوارا نہ ہو۔ ذرا تصور کیجئے ایسی آزادی کا جس میں فرد پر تن ڈھکنے کی پابندی نہ ہو، خورد ونوش میں خبیث اشیاء کی ممانعت نہ ہو، تعبیر واظہار میں فحش کلامی اور دلآزاری پر روک نہ ہو، اقدامات میں ایذا رسانی پر دار وگیر نہ ہو۔ فیصلے اور اختیارات میں مفاد عامہ کی شرط نہ ہو، رشتہ وتعلق پر قانون کا پہرہ نہ ہو، اور افعال وتصرفات میں دوسروں کے حق پر بندش نہ ہو تو یہ آزادی فرد کی زندگی کو جہنم زار اور انسانی سماج کو میدان کارزار بنا کر رکھ دے گی۔ ٹھیک اسی طرح اگر پابندی آزادیوں سے محروم ہو، عقل وخرد کو تفکر اور تدبر کی آزادی نہ ہو، ارادہ وعمل کو اقدام کا اختیار نہ ہو، فیصلہ وتصرف کو نفاذ کی قوت نہ حاصل ہو، قدم کو نقل وحرکت کی اور قلم کو بیان وتحریر کی اجازت نہ ہو، اور خفتہ صلاحیتوں کو بیداری واظہار کی سہولت نہ ہو تو ایسا

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اسلامیات MANUU حیدرآباد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کسی میوزیم کے خوبصورت فریم میں سجا ہوا نادر نمونہ تو ہوسکتا ہے، زندگی وحرارت سے لبریز وہ انسان نہیں کہلاسکتا جو زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے، اور جسے تعمیر کائنات کی ذمہ داری کے ساتھ زمین پر بھیج کر اپنے عمل کا جواب دہ بنایا گیا ہے (قرآن میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: ھو الذی جعلکم خلائف فی الارض (فاطر:۳۹) (وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے)۔ اور ارشاد ہے: ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم (سورہ تکاثر:۸) (پھر ضرور اس روز تم سے نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائیگی)۔

پس انسان کو ایسی آزادی چاہئے جو اسے فکر وعمل کی وسیع فضاؤں میں گفتار اور کردار کی پرواز عطا کردے، اور اُس پر اِس حد تک پابندی عائد ہو جو فرد اور سماج دونوں کو ہر قسم کے مادی اور معنوی نقصان سے حفاظت فراہم کرے۔

اسلام نے جس آزادی کا تصور دیا ہے اور جسے تصورات کی دنیا سے عمل کی زمین پر اتارا ہے وہ فطرت انسانی سے ہم آہنگ اور فرد کو انسانی سماج کے لئے نفع بخش بنانے والی ہے۔ یہ تصور فرد کو ہر وہ آزادی دیتا ہے جس کی اسے ضرورت ہے، اور جس سے اس کی زندگی میں معنویت پیدا ہوتی ہے۔ یہ آزادی کمیت میں وسیع وہمہ گیر ہے اور کیفیت میں بامعنی ومفید۔ یہ آزادی ایسا شتر بے مہار نہیں ہے جو پہلے دوسروں کو ایذا پہنچاتا ہے پھر انجام کار اپنی تباہی کا سامان کرلیتا ہے۔ سطور ذیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے فرد کو کن کن میدانوں میں کس نوع کی آزادی عطا کی ہے، اور اس کے ساتھ وابستہ پابندی اس کے لئے کیا اثرات رکھتی ہے۔

۱- وجود اور زندگی

اس روئے ارضی کی رنگارنگی نسل انسانی کے تسلسل سے قائم ہے، یہی تسلسل فرد کو وجود عطا کرتا ہے، اور ہر ذی نفس اپنی عمر طبعی کی مدت پوری کرتا ہے۔ فرد کے وجود اور اس کی زندگی دونوں کو اسلام نے سخت قانونی تحفظ فراہم کیا ہے، مادی تقاضوں کے تحت نسل انسانی کے تسلسل پر روک یا جنین کشی کی تدبیریں اسلام کی نظر میں انتہائی قابل نفریں جرائم کے تحت داخل ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اسلامی قانون میں جنین کشی بھی قتل میں داخل ہے، اور فقہاء نے اس پر تاوان مقرر کیا ہے)۔

قرآن کہتا ہے: "ولاتقتلوا اولادکم خشیة املاق" (اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل نہ کرو) (سورہ بنی اسرائیل:۳۱)۔

اور کہتا ہے: "واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت" (سورہ تکویر: ۸۔۹) (اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی)۔

زندگی کی ہر سانس کو آزادی فراہم کرنا اسلامی قانون سازی کا ایک اہم مقصد ہے (شرعی احکام کے پانچ معروف مقاصد میں سے ایک مقصد حفظ نفس یعنی جان کی حفاظت ہے۔ زندگی کی برقراری کے لئے کھانے کا وجوب، علاج معالجہ کا وجوب، قصاص کا حکم، خودکشی کی حرمت جیسے شرعی احکام اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہیں)۔

اس قانون نے نہ تو کسی جانی اتلاف کو گوارا کیا ہے اور نہ ہی خودکشی کی اجازت دی ہے (خودکشی کے سلسلہ میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: جو شخص اپنا گلا گھونٹ لیتا ہے وہ جہنم کی آگ میں گلا گھونٹتا رہے گا، اور جو نیزہ مار کر اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے وہ جہنم کی آگ میں خود کو نیزہ مارتا رہے گا۔ بخاری شریف، کتاب الجنائز، حدیث نمبر :۱۳۶۵)۔ قرآن نے آگاہ کیا ہے کہ :

" ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق" (سورہ بنی اسرائیل:۳۳) (قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ)۔

اور قانون قصاص کی افادیت ان الفاظ میں بتائی ہے کہ:" ولکم فی القصاص حیاة یا اولی الألباب لعلکم تتقون " (سورہ بقرہ:۱۷۹) (عقل وخرد رکھنے والو، تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے، امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کروگے)۔

بلکہ اسلام کے مفصل قانون عقوبات کا حاصل یہی ہے کہ کسی بھی فرد بشر کی زندگی اور منافع زندگی پر کسی قسم کی دست درازی اور ظلم روا نہ رہنے پائے اور جینے کا یہ حق ہر انسان کو حاصل ہو، خواہ وہ کسی جنس سے تعلق رکھتا ہو، کسی نسل کا فرد ہو، کسی مذہب وعقیدہ کا ماننے والا ہو اور کسی خطہ ارضی میں سکونت پذیر ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔تعلیم اور فکر ونظر

انسان اسی لئے دنیا کی لاکھوں مخلوقات پر فوقیت رکھتا ہے کہ وہ عقل اور نطق کے امتیازی اوصاف سے آراستہ ہے۔علم اور اس کے اظہار کی اسی خوبی نے اسے فرشتوں کا مسجود بنایا، اور شیطان اس کا دشمن اور حاسد بنا (قرآن نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا: وعلم آدم الا سماء کلها الخ (بقرہ:۳۱۔۳۴) (اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا ۔۔۔۔۔۔۔ پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا)۔

قرآن نے اس وصف کو بیان کرتے ہوئے کہا: "الرحمن علم القرآن ، خلق الانسان علمه البيان" (سورہ رحمٰن:۱۔۴) (نہایت مہربان خدا نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے، اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا)۔

لیکن اس مقام بلند کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو علم کے حصول اور فکر ونظر کی آبیاری میں گہوارہ مادر سے گورِ قبر تک مصروف رہنا پڑتا ہے، ورنہ بغیر تعلم اور تفکر کے وہ جانور کی صف میں بلکہ اس سے نیچے چلا آتا ہے: "إن هم إلا كالأنعام بل هم أضل" (سورہ اعراف:۱۷۹)۔

اسلام نے ہر فرد کو حصول علم کی آزادی دی، بلکہ علم کی جستجو کو عبادت قرار دیا (حدیث شریف میں ہے: "علم حاصل کرنے والے کے لئے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں، اور عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق حتی کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں، اور ایک عالم کی فضیلت عبادت گذار پر ایسی ہے جیسے چاند کو بقیہ ستاروں پر ہے" (ترمذی، ایڈیشن ۲۰۰۴ء، حدیث نمبر:۲۶۸۲۔مکتبہ نزار مصطفی الباز۔مکہ مکرمہ))، نیز اس نے علم کی طلب کو فرد کا بنیادی حق ہی نہیں بلکہ فریضہ بنا دیا، چنانچہ حدیث شریف میں کہا گیا: "طلب العلم فريضة على كل مسلم" (خطیب محمد بن عبداللہ۔ایڈیشن ۲۰۰۱ء۔مشکاۃ المصابیح۔حدیث نمبر ۲۱۸۔داراحیاء التراث العلمی، بیروت) (علم کو حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے علم کے خزینہ یعنی قرآنی وحی سے استفادہ کو نہ ہی مشکل بنایا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ اس پر کسی کو اجارہ داری قائم کرنے دی۔ اللہ کا ارشاد ہوا :

"یا أیها الناس قد جاء کم برهان من ربکم وأنزلنا إلیکم نوراً مبیناً" (سورہ نساء: ۱۷۴) (لوگو، تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے، اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے)۔

اور ارشاد ہوا: "ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر" (سورہ قمر: ۱۷) (ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟)۔

اس وحی قرآنی کا آغاز بھی طلب علم کی دعوت سے کیا گیا، چنانچہ پہلی آیت میں کہا گیا کہ: "اقرا باسم ربک الذی خلق" (سورہ علق، آیت ۱) (پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا)۔

پھر علم کے حصول میں درجہ بدرجہ آگے بڑھتے رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے دعا سکھائی کہ:

"قل رب زدنی علما" (سورہ طہٰ: ۱۱۴) (دعا کرو کہ اے پروردگار مجھے مزید علم عطا کر)۔

اور ساتھ ہی اسلام نے یہ بھی ذہن نشین کرایا کہ انسانی علم بہت محدود ہے، اور علم کا ہر اگلا سفر نئے نئے جہان علم کے دروازے کھولتا ہے، قرآن میں کہا گیا کہ: " وما أوتیتم من العلم الا قلیلا" (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۵) (مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے)۔

اور اس جستجوئے علم کو مہمیز کرنے کے لئے آگاہ کیا گیا کہ اللہ کی نظر میں ناواقف اور واقف کے درجے برابر نہیں ہیں:

" هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" (سورہ زمر: ۹) (کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے ہیں، برابر ہو سکتے ہیں؟)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے علم کے ساتھ تفکر، تدبر اور تعقل کی بھی بار بار دعوت دی ہے (مثال کے طور پر دیکھئے: قرآن کریم، سورہ نساء، آیت ۸۲، اور سورہ نمل، آیت ۶۹)، توہمات اور خرافات کی نفی کی ہے، اور نفع و ضرر کو صرف اللہ کی ذات سے وابستہ کر کے پوری کائنات کو فکر و نظر کی جولانگاہ بنانے کی ترغیب دی ہے۔

ارشاد باری ہے: "وسخر لكم ما في السماوات وما في الأرض" (سورہ جاثیہ، آیت ۱۳) (اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا)۔

اس نے انفس و آفاق میں غور کر کے سائنس و ٹکنالوجی اور طب کی دنیاؤں کے رازہائے سربستہ کو واشگاف کرنے کی تحریک دیتے ہوئے کہا: "سنريهم آياتنا في الآفاق و في أنفسهم حتى يتبين لهم أنه الحق" (سورہ فصلت: ۵۳) (عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے)۔

علم و فن کا ارتقاء اظہار رائے اور اختلاف رائے کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسلام اس معاملہ میں انتہائی کشادگی کا موقف رکھتا ہے۔ اسلام کے عہد زریں یعنی دور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین میں اظہار رائے اور اختلاف رائے کی آزادی نے تو ایک فن کی شکل اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ 'اختلاف الفقہاء' کے نام سے اور اس موضوع پر متعدد کتابیں وجود میں آئیں (جیسے امام طحاوی کی کتاب اختلاف الفقہاء، ابن قدامہ کی المغنی، ابن حزم کی المحلی اور ابن رشد کی بدایۃ المجتہد وغیرہ) حتی کہ اظہار رائے یعنی اجتہاد کے لئے اختلاف رائے سے واقفیت ایک شرط قرار پائی (شرائط اجتہاد کے ضمن میں امام بغوی نے لکھا ہے کہ: "مجتہد وہ شخص ہے جو پانچ علوم کا جامع ہو: اللہ کی کتاب کا علم، رسول اللہ ﷺ کی سنت کا علم، علماء سلف کے اقوال کا علم کہ کن مسائل میں ان کا اجماع ہے، اور کن مسائل میں ان کے درمیان اختلاف رائے ہے، عربی زبان کا علم اور قیاس کا علم" (دیکھئے: شرح السنہ، ۱۰: ۱۲۲)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- مذہب وثقافت

انسان جسم کے ساتھ روح بھی رکھتا ہے، اس کے اندر مادی ضروریات کے ساتھ جذبات اور احساسات بھی ہیں اور وہ جسمانی آسودگی کے ساتھ ذوق اور وجدان کی تسکین کا بھی محتاج ہے۔ یہ توازن اسکے اندرون کی آواز ہے، کیونکہ اس امتزاج سے ہی اس کا خمیر اٹھا ہے۔ اسلام نے اس فطری تقاضہ کی تکمیل کی ہے، اور فہمائش، استدلال، معقولیت اور ترغیب وترہیب کے متنوع اسالیب اختیار کرتے ہوئے اسے خدائے واحد کی بندگی کی دعوت دی ہے اور اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ اللہ کے فرستادہ پیغمبروں اور اس کی اتاری ہوئی کتابوں کے ذریعہ حق بات اس تک پہنچتی رہے، تاکہ وہ اپنے پالنہار کی معرفت حاصل کرنے اور اس کی پرستش بجالانے کے حق سے محروم نہ رہے۔ اسلام نے اس آزادی کو یہاں تک وسیع کیا کہ اس کی نظر میں قبولیت حق پر کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا:

ارشاد الٰہی ہے: " لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی" (سورہ بقرہ: ۲۵۶) (دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے)۔

اسلام کی نظر میں یہ ہر فرد کا حق ہے کہ اس تک اللہ کا مذہب صحیح طور پر پہنچے۔ اسی لئے داعیان اسلام کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کے بندوں تک اس کا کلام پہنچائیں۔ اور ان کی یہ فکرمندی قابل تحسین ہے کہ بندگان خدا روز آخرت کو جہنم کے عذاب سے بچ جائیں۔ نبی آخر الزماں ﷺ نے فرمایا کہ: "میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی اور اس پر کیڑے اور پروانے گر گر اپنی جان دے رہے ہیں، اسی طرح تم (جہنم کے گڑھے میں) گرے جارہے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں اس سے روک رہا ہوں" (مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ ﷺ علی امتہ، حدیث نمبر ۲۲۸۴)۔ لیکن اس کے باوجود مذہب کی قبولیت کے معاملہ میں اسلام نے کسی نوع کی سختی اور جبر کی اجازت نہیں دی۔ قرآن نے نبی آخر الزماں ﷺ کو تسلی دی کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" لعلک باخع نفسک أن لا یکونوا مؤمنین" (سورہ شعراء:۳)(اے نبی ﷺ شاید تم اس غم میں اپنی جان کھودو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے)۔

بلکہ پوچھا کہ:"أفأنت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین" (سورہ یونس:۹۹) (کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں؟)۔

پس مذہبی آزادی کے معاملہ میں اسلام کی پالیسی یہ رہی ہے کہ دین کی تبلیغ کی جائے گی اور بس:

" قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر"(سورہ کہف:۲۹) (صاف کہہ دو یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کردے)۔

اور "لکم دینکم ولی دین" (سورہ کافرون:۶)(تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین)۔

اسلام کی یہی مذہبی پالیسی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرنے والا یہودی لڑکا اس وقت تک اپنے مذہب پر قائم رہا جب اس کے دم آخر پر رسول اللہ ﷺ نے اس سے قبول اسلام کی خواہش کی اور اس نے اپنے باپ کی اجازت سے اسلام قبول کیا (ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی عیادۃ الذمی، حدیث نمبر ۳۰۹۵)۔

پھر مذہبی تقدس اور روحانیت کے اعلیٰ مقام تک رسائی کی آزادی بھی اسلام نے ہر فرد بشر کو عطا کی ہے؛ چنانچہ اس نے نہ تو کوئی مذہبی عہدہ کسی فرد یا گروہ کے لئے خاص بنایا ہے، نہ خدا کے گھر کا دروازہ کسی بھی فرد کے لئے بند رکھا ہے۔ کسی بھی جنس اور نسل کا کوئی بھی انسان اپنے عمل اور تقوی کی بنیاد پر خدائی تقرب کے اعلیٰ درجات حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن کا کھلا اعلان ہے:

"إن أکرمکم عند اللہ أتقاکم" (سورہ حجرات:۱۳)(درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک ثقافت اور کلچر کا معاملہ ہے تو وہ مذہب کی کوکھ سے جنم لیتا ہے، اسلام کی مذہبی آزادی کی پالیسی کا نتیجہ تھا کہ عراق وعجم، اندلس ومغرب، افریقہ و یورپ اور برصغیر کے وسیع تاریخی زمانوں اور مکانی رقبوں کے اندر مسلم معاشرہ کے تحت ثقافتی تنوع پوری آن بان کے ساتھ موجود رہا، اور ثقافتی تکثیریت (Multiculturalism) کے شاندار نمونے قائم ہوتے رہے (اموی اور عباسی عہد میں حکومت کے اعلیٰ مناصب پر غیر مسلموں کی تقرری کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، ابن آثال عیسائی حضرت امیر معاویہؓ کا معالج خاص تھا۔ اسی طرح سرجون عیسائی ان کا کاتب تھا۔ جرجیس بن بختیشوع خلیفہ منصور کے مقربین میں تھا، خلیفہ ہارون الرشید نے حنا بن ماسویہ کو ڈائرکٹر تعلیمات بنایا تھا، خلیفہ معتصم کا طبیب خاص سلمویہ بن بنان عیسائی تھا، اسی طرح ہندوستان کے اندر دہلی سلطنت اور مغلیہ سلطنت میں مسلم حکومت کے تحت اعلیٰ عہدوں پر بڑی تعداد میں غیر مسلم اہل فضل ومنصب دیکھے جاسکتے ہیں)۔

۴- معاش اور معاشرت

اگر معاش زندگی کے لئے بنیاد ہے تو معاشرت اس کے رنگ برنگے پھل پھول ہیں۔ معیشت زندگی کی جڑوں کو مضبوط کرتی ہے (قرآن نے مال کو زندگی کے لئے وجہ قیام قرار دیا ہے، اس نے کہا: ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قياما (سورۂ نسا:۵) (اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لئے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو) اور معاشرت اس کو خوشنما وخوش ذائقہ بناتی ہے۔ اسلام نے معاشی جدو جہد کو فرد کا آزادانہ حق تسلیم کیا، اور اپنی محنت کے نتائج سے پوری طرح مستفید ہونے کا حق عطا کیا۔ قرآن نے کہا:

"وابتغوا من فضل الله" (سورہ جمعہ: ۱۰) (اللہ کا فضل تلاش کرو)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "سب سے پاکیزہ کمائی وہ ہے جو انسان اپنے ہاتھ کی محنت سے حاصل کرے" (مسند احمد، بحوالہ مشکاۃ المصابیح، کتاب البیوع، حدیث نمبر ۲۷۷۸)۔

اسلام معاشی جدو جہد کے یکساں مواقع تک رسائی کی آزادی دیتا ہے، تاکہ کوئی فرد استفادہ کے مواقع سے محروم نہ رہے۔ لیکن اگر ناحق دوسرے کا مال نہ لیا جائے، ربا، قمار اور سٹہ کے استحصالی طریقوں اور جھوٹ اور دھوکہ کے ناجائز راستوں سے بچا جائے تو دن بدن بڑھتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافع کی کسی حد پر اسلامی قانون کوئی پابندی نہیں لگاتا۔ ہاں یہ ضرور لازم کرتا ہے کہ اپنے مال سے سماج کے غریبوں، کمزوروں اور محروموں کا حق نکالا جائے، اور اسراف اور تبذیر پر پوری پابندی لگائی جائے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

"و آتو هم من مال الله الذی آتاکم" (سورۂ نور: ۳۳) (اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے)۔

اور ارشاد ہے: "و لا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" (بنی اسرائیل: ۲۷) (فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں)۔

اسی طرح اسباب زندگی میں تنعم پسندی اور فراوانی جذبہ تحدیثِ نعمت کے ساتھ ہے تو وہ معیوب تو کجا مطلوب ہے (حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے بندہ پر اپنی نعمت کے آثار دیکھے)۔ اس کے باوجود معاشی حیثیت میں تفاوت اسلام کی نظر میں ایک حقیقت ہے، اور اس حقیقت کو نظریاتی مصنوعیت کے خول میں چھپا کر وہ غیر فطری مساوات کو نہیں قبول کرتا ہے، البتہ اسلام کی نظر میں مالی تفاوت کسی انسان کی برتری کا معیار نہیں ہے۔

جہاں تک معاشرت کا معاملہ ہے، اسلام نے یہاں آزادی اور پابندی کا حسین امتزاج رکھا ہے۔ چنانچہ لباس و پوشاک، خورد و نوش اور طرز بود و باش میں وہ فرد کو آزادی رائے اور آزادی عمل عطا کرتا ہے۔ وہ پوری قوم کو ایک اندازِ لباس، ایک نوع غذا، ایک طرزِ رہائش اور ایک زبان کا پابند نہیں بناتا ہے، کہ یہ انسان کی خوش ذوقی اور بلند خیالی کی توہین اور قدرت کی رنگ برنگی نعمتوں سے محرومی ہے۔

البتہ اسلام نے معاشرت کے باب میں کچھ ایسی قانونی پابندیاں رکھی ہیں جو صحت عامہ، اخلاق عامہ اور سماج کی پاکیزگی کردار کے لئے ضروری ہیں۔ چنانچہ برہنگی اور عریانیت نیز فحش اظہار کو وہ انتہائی غلط قرار دیتا ہے (قرآن کی آیت ہے: ان الذین یحبون أن تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لهم عذاب ألیم فی الدنیا والآخرة (سورہ نور، آیت ۱۹) (جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے گروہ میں فحش پھیلے، وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں)، خورد ونوش میں ان اشیاء پر بندش لگاتا ہے جو خباثت اور مفاسد پیدا کر کے انسان کو مقام انسانیت سے گرا دیتی ہیں (نبی کریم حضرت محمد ﷺ پیغمبر اور شارع ہیں۔ آپ کا یک وصف قرآن نے یہ بتایا: ویحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث (اعراف: ۱۵۷) (وہ ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے)۔ رشتہ وتعلق میں جنسی آوارگی اور اس کے اسباب کو صحت کے لئے بے انتہا خطرناک سمجھتا ہے، اور قانونی رشتوں کے دائرہ میں ذمہ دارانہ اقدام وعمل کو ہی سند جواز بخشتا ہے۔ اس باب میں اسلام کی فقہی تعلیمات اتنی معیاری، بلند، جامع اور ہمہ گیر ہیں کہ دیگر قوانین میں ان کی نظیر ملنی مشکل ہے (معاشرت سے تعلق رکھنے والے احکام یعنی احوال شخصیہ (پرسنل لا) کے احکام اسلامی فقہ میں ایک مفصل وبھرپور موضوع ہے، قرآن اور حدیث کے اندر اس سلسلہ میں بہت واضح اور تفصیلی ہدایات موجود ہیں، اور فقہاء ومجتہدین کے استنباطات نے تو سماجی اور عائلی زندگی کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ دیکھئے مثال کے طور پر ڈاکٹر وھبہ زحیلی کی کتاب 'الفقہ الاسلامی وادلتہ' کی احوال شخصیہ پر ایک جلد، اسی طرح ابوزھرہ کی احوال شخصیہ، اور اردو میں ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی 'مجموعہ قوانین اسلامی'، چھ جلدیں)۔

۵- ادب اور فنون

لٹریچر اور فنون لطیفہ انسان کی تخلیقی صلاحیتوں اور جذبات واحساسات کے اظہار کی وسیع جولانگاہ رہے ہیں۔ زبان کے الفاظ ہوں، یا قلم کے حروف، ہاتھ کی نقاشی ہو یا آلہ کے نقوش، صوت ومعنی کی متنوع شکلوں کو انسان نے اپنے اظہار اور تعبیر کا وسیلہ بنایا ہے۔ آج کے برقی اور آلی وسائل کی دنیا میں لٹریچر اور آرٹس نے ترقی یافتہ شکلیں اختیار کر لی ہیں، جن کی وجہ سے ان کی اثر انگیزی بے انتہا بڑھ گئی ہے (میڈیا اور انٹرنیٹ کے علاوہ اب سوشل نٹ ورکنگ سائٹس نے تو خیالات اور نقوش کی ترسیل میں فاصلہ کو بے معنی بنانے کے بعد اب اصل اور نقل کے فرق کو بھی مٹا دیا ہے)۔ اسلام نے انسان کے ان جذبات کی بے انتہا قدر کی ہے۔ قرآن اور سنت ادب واظہار کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں، جن میں فکر وخیال کی ادائیگی اور جذبات کی عکاسی بے مثال طریقہ پر ملتی ہے۔ تقریر وتحریر کا ادبی سفر اسلام کی تاریخ میں کمیت اور کیفیت کے اعلیٰ معیار کے ساتھ جاری رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اسلام نے ادب کے نام پر گندے جذبات، فحاشانہ خیالات اور فحش مناظر و واقعات کی تشہیر کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ اسی طرح وہ اظہار کی ان صورتوں کو قبول نہیں کرتا جن میں کسی کی تذلیل، تحقیر اور توہین کی گئی ہو، یا جن میں جھوٹ، الزام تراشی اور بہتان باندھا گیا ہو۔ اس معاملہ میں اسلام کی فراخدلی دیکھئے، قرآن کہتا ہے:

"ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم"

(سورہ انعام، آیت ۱۰۸) (یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انھیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں)۔

قرآن نے موعظت حسنہ اور خوش اسلوبی گفتار کو دعوت و تبلیغ کے لئے بھی ضروری قرار دیا، چنانچہ اس نے کہا:

"ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة" (سورہ نحل:۱۲۵)

(اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ)۔

اپنے نبی موسیٰؑ اور ہارونؑ سے اللہ نے کہا کہ خدائی کا جھوٹا دعوی کرنے والے فرعون کے پاس جاؤ تو اس سے بھی نرمی سے بات کرو:

"فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أو يخشى" (سورہ طہٰ:۴۴) (اس سے نرمی سے بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے)۔

یہی وہ اسلوب عالی ہے، اور حسن کلام، موعظتِ حسنہ اور فہمائش کا مہذب و ارفع معیار ہے جس میں بے نیاز ذات الٰہی نے قرآن کے اندر اپنے بندوں سے گفتگو فرمائی ہے، تاکہ اس کے بندے اس کی تابعداری میں پورے طور پر داخل ہو جائیں۔ کہاں یہ ادبِ رفیع ہے اور کہاں مغرب کا وہ جھوٹا، منافقانہ اور دوہرا معیار جس پر وہ آزادی اظہار کا مکھوٹا ڈال کر اسلام کے خلاف اپنی خباثتوں اور غلاظتوں کا اظہار کر رہا ہے، اور تمام اسلامی ممالک کے مطالبات، مسلم عوام کے احتجاج اور انصاف پسند غیر مسلم دنیا کی فکرمندیوں کو پوری بے شرمی اور ڈھٹائی سے نظر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز کر رہا ہے (مغربی ممالک میں متعدد مرتبہ خبیث صفت اور بد باطن لوگوں نے پیغمبر انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے توہین آمیز کارٹون شائع کئے، اور عالم اسلام کے سخت ترین احتجاج کے باوجود وہاں کی حکومتوں نے ان اشخاص کے خلاف کارروائی نہیں کی، بلکہ اسے آزادی اظہار قرار دیا۔ ابھی امریکہ کے ایک ملعون شخص نے شان رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے جنسی بدکاریوں سے بھری ایک فلم کا کچھ حصہ گوگل کے یونیوب پر جاری کیا، اس پر پابندی لگانے کا مطالبہ پورے عالم اسلام میں ہو رہا ہے، لیکن فرانس کے ایک اخبار نے احتجاج کے جواب میں پھر سے ایک گستاخانہ خاکہ شائع کر دیا، اور جب 'آرگنائزیشن آف اسلامک کوآپریشن' نے اس کے خلاف ایک اعلامیہ پاس کرتے ہوئے اس کی نفرت انگیز منفی حرکتوں کو بین الاقوامی حقوق انسانی کے خلاف قرار دیا تو اقوام متحدہ کے اجلاس میں صدر امریکہ مسٹر اوبامہ نے مغرب کی آزادی رائے کی پرزور حمایت میں تقریر کی۔ The Hindu اخبار نے اپنے ۳۰ ستمبر ۲۰۱۲ کے شمارہ میں اس واقعہ پر عنوان لگایا ہے: West defends freedom of speech آگے اخبار نے لکھا ہے: "While repeating his condemnation of video, U.S.President Brack Obama staunchly defended free speech")۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور

مفتی اقبال احمد قاسمی☆

اسلام عقل وفطرت کا دین ہے۔اس کی بنیاد جہالت کے بجائے علم وبصیرت پر ہے۔ مذہب اسلام نے ہر شخص کو سوچنے سمجھنے کی پوری آزادی دی ہے۔اسلام نہ صرف سوچنے سمجھنے کی پوری آزادی دیتا ہے بلکہ بار بار فکر وتدبر کی دعوت وتلقین کرتا ہے تاکہ آدمی حق وناحق صحیح وغلط اور خیر وشر میں پورے شعور وبصیرت کے ساتھ تمیز کر سکے۔اگر کوئی شخص بلا سوچے سمجھے دوسروں کی دیکھا دیکھی کسی راہ کو اختیار کرتا ہے تو اس میں نہ کبھی پختگی اور استحکام ہوسکتا ہے اور نہ ہی خود اسے اس پر پورا اطمینان اور شرح صدر ہوتا ہے۔اسی لیے اسلام کسی بات کو بغیر حجت ودلیل کے ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ دین حق کو بھی زبردستی اختیار وقبول کرنے کی دعوت نہیں دیتا، اس کے برعکس وہ آدمی کی عقل وشعور، وجدان، فیصلہ، تجربہ اور بصیرت سے اپیل کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ جو نظریہ بھی اختیار کیا جائے وہ پورے شعور وادراک اور بصیرت واطمینان کے ساتھ اختیار کیا جائے، چنانچہ رب رحمٰن نے اپنے بندوں (عباد الرحمٰن) کی صفات میں یہ ذکر کیا ہے: "لم یخروا علیها صما وعمیانا" (سورہ الفرقان:۷۳)۔

قرآن کریم میں بار بار انسان کو فکر ونظر اور غور واستدلال کی دعوت دی گئی ہے اور تدبیر وبصیرت سے کام نہ لینے پر ملامت کی گئی ہے جس کا منشاء انسان کو سوچنے سمجھنے اور غور وفکر، نظر وتدبر پر آمادہ کرنا ہوتا ہے، اسلام کی اس تلقین اور حکمت ودانائی نیز ہوش وحواس سے کام لینے کی ترغیب

☆ مدرسہ مظہر العلوم، بیکن گنج، کانپور۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو انسانی ذہن وفکر کی آزادی کا کس قدر خیال ہے۔

آزادی اور پابندی دونوں کی ضرورت:

اسلام میں حریت کے تصور کی ابتداء، ابتداء انسانیت سے مسلّم ہے اور اس کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ انسان نہ خود بنا نہ انسان نے اپنے کو پیدا کیا بلکہ انسان کا خالق و مالک وہ خالق دو جہاں ہے جس نے انسانوں کو ایک فرد واحد سے پیدا کیا اور فرد واحد (آدم) سے اولاً ان کا جوڑا بنایا پھر دونوں سے پوری نسل انسانی چلائی، پورا انسانی کنبہ انہی پر مشتمل ہے، سب ایک باپ کی اولاد ہیں اور سب ایک خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور سب اسی کے بندے ہیں اور بندے اپنے آقا کے پابند ہوتے ہیں؛ اس لیے وہ اپنے خالق و مالک کے حکموں کے پابند بھی ہیں اور اس پابندی کے علاوہ اپنے معاملات میں خود مختار و آزاد بھی ہیں۔

گویا اسلام نے آزادی کو مشروط کر دیا ہے کہ وہ خالق کی نافرمانی اور قرآن وحدیث کی حکم عدولی نیز آپسی رشتے میں جن کے حقوق اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں ان کی پامالی اور ایذاء رسانی پر وہ آزادی نہ پہنچا دے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کے جو انتظامی تقاضے ہیں اور حاکم و رعایا کے درمیان جو قابل لحاظ امور ہیں، ان پر بھی کاربند ہونے کو اسلام انسان کی آزادی کے منافی نہیں سمجھتا؛ کیونکہ یہ سب احکام و قیودات انسان کی مطلوبہ آزادی میں معاون بنتے ہیں اور ان پابندیوں کی حیثیت ایک نگراں و محافظ کی ہے اور یہ امور انسانی معاشرہ کی سلامتی اور بہتری کا ذریعہ ہیں نہ کہ انسان کی آزادی میں مخل و مضر۔

یہ تو اسلام کا نقطۂ نظر ہے جو مندرجہ ذیل آیت سے ماخوذ ہے: **"یاأیها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء، واتقوا الله الذی تسآء لون به والأرحام، ان الله کان علیکم رقیبا"** (سورۂ نساء:۱)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یا أیها الناس إنا خلقناکم من ذکر وأنثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أکرمکم عند الله أتقاکم ان الله علیم خبیر" (حجرات:۱۳)۔

اسلام کے تصورآزادی کی وضاحت حضرت ربعی بن عامر نے رستم کے دربار میں جن دوٹوک الفاظ میں کی ہے آج کی مغربی دنیا کو اس سے متعارف کرنے کی شدید ضرورت ہے، فرماتے ہیں: "الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد إلی عبادة الله وحده، ومن ضیق الدنیا الی سعتها ومن جور الأدیان إلی عدل الاسلام" (البدایۃ والنہایۃ، جلد ۷، غزوۃ القادسیۃ)۔

اسلام کے تصورآزادی کی مختصر تشریح کے بعد اب اس کے بالمقابل مغربی تصورآزادی کا جائزہ لیں تو وہ اسلام کے تصور سے بالکل ہی مختلف ہے۔ مغرب نے جو آزادی کا نعرہ دیا ہے اس میں اپنے خالق اور مالک کے حکم سے بھی آزادی شامل ہے یعنی ہر گناہ کی آزادی اور ہر طرح کے قول وفعل کی آزادی خواہ اس کے معاشرہ پر کتنے ہی مضر اثرات ہوں؛ چونکہ اہل مغرب خدا ناآشنا اقوام ہیں، ان کے ذہن آخرت کی جزاء وسزاء کے تصور سے عاری ہیں، بس یہی دنیا ان کا مبلغ علم اور منتہائے عمل ہے، ان کی تو یہی دعوت ہے کہ:

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اس لیے انہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا کیا احساس، یہ تو ان کی آزادی نفس یعنی خواہشات نفس کے خلاف ہونے کے باعث غیر ضروری پابندی کے مرادف ہے۔ غالباً اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے ہی کفر وشرک میں ڈوبے انسانوں کی آزادی کو دنیا کی جنت قرار دیا ہے، ارشاد ہے: "الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر" (صحیح مسلم، رقم:۲۹۵۶)۔

مغربی تمدن نے انسان کی آزادی کا جو نعرہ دیا ہے، دراصل وہ فریب ہی فریب ہے۔ ایک طرف آزادی کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں۔ دوسری طرف کالے گورے اور مشرقی ومغربی امتیاز بھی برتتے ہیں۔ سفید فام کو جو آزادی اور حقوق حاصل ہیں، وہ سیاہ فام کو ہرگز نہیں دیتے۔ اپنے ملکوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایشیائی وعربی ملکوں کی آزادی کے لیے ان کے دوہرے پیمانے ہیں اور دوغلی پالیسیاں ہیں۔ مغرب کا تصور آزادی دراصل خودغرضانہ تصور ہے اور اس آزادی کے نام پر وہ بے حیائی اور بے جا خواہشات کو جواز کا مقام فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی مجرمانہ آزادی کے لیے دوسری اقوام کی ملی آزادی کو پامال کرتے ہیں بلکہ آزادی سلب کرنے ہی میں ان کی آزادی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ ایک طرف عورت کے لیے نیم برہنہ لباس پہننے کی آزادی دینے کا مطالبہ کرتے ہیں، دوسری طرف مسلمان کو کالج سے اخراج کردیتے ہیں، اسمبلی کی رکنیت سے محروم کردیتے ہیں، آخر یہ کیسی آزادی ہے؟ اپنی پابندیاں تھوپتے ہیں اور اللہ کی پابندیوں کو آزادی کے خلاف گردانتے ہیں جبکہ اسلام اس کے برعکس انسان کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ انسان کی آزادی کو سلب کرنے والا کوئی قانون بنائے۔ اس کے لئے ہر انسان آزاد ہے، البتہ اپنے خالق کی پابندیوں کو قبول کرنے میں خود انسان کے حقوق کی حفاظت ہے اور معاشرہ کی اسی میں فلاح ہے، لہٰذا یہ آزادی کے منافی نہیں بلکہ معاون ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے اتنی بات واضح ہوگئی کہ آزادی کے ساتھ پابندی سب کے یہاں ہیں؛ لیکن آزادی اور پابندی خود انسان انسان پر لگائے، اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، اس کے حدود انسان کے خالق نے جو طے کردیے ہیں اسی کی روشنی میں آزادی اور پابندی عائد ہونی چاہیے؛ جبکہ مغرب نے خالق ومالک کے تصور سے آزاد ہوکر پابندیوں کی آزادی اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے اور مجرمانہ آزادی کے نام پر طرح طرح کی پابندیوں میں انسانوں کو جکڑا ہوا ہے۔ یہ آزادی نہیں بلکہ آزادی کی لعنت ہے۔

آزادی کے حدود:

خالق کائنات نے اپنی وسیع وعریض دنیا کی فضا کو ساری انسانیت کے لیے کھلا چھوڑ دیا ہے اور اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے چند ضروری حکموں کی پابندی کی تلقین کے بعد مباحات کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائرہ اتنا وسیع کر دیا ہے کہ ہر انسان اس کے دامن میں اپنے کو آزاد بھی محسوس کرتا ہے اور مطمئن بھی۔ اسلام نے مکمل آزادی کے ساتھ ایسے مواقع پر روک لگانا بھی ضرور قرار دیا ہے جہاں ایک فرد کی آزادی سے دوسرے فرد کی آزادی کو نقصان پہنچتا ہو یا کوئی انسانی ضرر معاشرہ کو لاحق ہوتا ہو یا اس کی آزاد روش اس کے ساتھی اور اس کے پڑوسی کی ایذا کا سبب بنتی ہو یا اس کی آزادی اس کی مذہبی قدروں اور خالق ارض وسما کے احکامات سے ٹکرا جاتی ہو۔ ظاہر ہے ایسی موذی آزادی کی اجازت مذہب اسلام جو ایک رواداری اور سب کی آزادی کا خواہاں ہے، وہ ان باتوں کی کیسے اجازت دے سکتا ہے۔ قرآن کا اعلان ہے: "ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم" (انعام:۱۷)۔

لہٰذا انسان کو وہی آزادی قبول کرنا ہوگی جو اس دنیا میں حاصل اختیارات اور گنجائشوں اور خالق ارض وسماء کے احکامات نیز سوسائٹی کی قدروں کو قبول کرتے ہوئے ہو، اور ایسی ہی آزادی اسلام نے انسانوں کے لیے قابل عمل اور قابل اختیار قرار دی ہے۔

آزادی کے مفہوم اور اس کے دائرہ میں اگر ہر طرح کی وسعت دے دی جائے تو انسان آزادی کے راستہ سے اور آزادی کے نام پر نہ معلوم کیسی کیسی بربادیوں کو دعوت دے گا اور دنیا اس کی آزادانہ حرکتوں سے بے چینی و کرب میں مبتلا ہو جائے گی، چنانچہ مغربی دنیا اس آزادی کے تلخ نتائج بھگت رہی ہے اور آزادی نے اب انہیں یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی سگی بہنوں کو اپنی ہوس کا شکار بنانے کے لیے سگی بہنوں سے نکاح کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ دو مردوں کے درمیان نکاح اور جنسی تعلق کا بل پاس ہو رہا ہے، جس وقت سب سے پہلے برطانیہ میں ہم جنس پرستی کا بل پاس ہو رہا تھا اس وقت اس بل کی تحقیق کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ wolfenaden کمیٹی کے نام سے مشہور تھی۔ کمیٹی نے اپنی تجویز میں لکھا ہے: "اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ یہ اچھی بات نہیں ہے بلکہ ایک برائی ہے لیکن اس معاشرہ میں جہاں ہر فرد بشر کو آزادی دینے کا اقرار کیا گیا ہے تو ہمارے پاس کوئی ایسی وجہ نہیں ہے جس کی بنا پر ہم اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفت کریں۔ ہمارے چارٹر میں یہ بات داخل ہے کہ ہم ہر انسان کو اس کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی اجازت دے دیں، لہٰذا اس وجہ سے ہم اس کی تائید کرنے پر مجبور ہیں۔''

مغربی دنیا نے آزادی کے نام پر ہر گناہ جائز کرنے کے لیے عقل کو بھی بالائے طاق رکھ دیا ہے اور اچھی بری چیزوں کی تمیز ختم کرنے کے لیے خیر وشر کا معیار و پیمانہ ہی بدل دیا ہے، چنانچہ مذکورہ بالا اقتباس کو نقل کرنے کے بعد برطانیہ کا ڈاکٹر فریڈ مین آگے لکھتا ہے: ''درحقیقت یہ ایک نظریہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ عقل بھی کوئی چیز نہیں، اصل چیز خواہشات ہیں اور اس پر کوئی روک نہیں لگائی جاسکتی اور اس دنیا میں اچھی اور بری چیزوں کا کوئی تصور نہیں۔ بس اچھی چیز وہ ہے جسے انسان کی خواہش تسلیم کرے اور بری چیز وہ ہے جسے انسان کی خواہش برا سمجھے'' (قانون ومعیشت اسلام کی روشنی میں: تقی عثمانی)۔

قرآن کریم ایسی ہوا پرستی کی اجازت اور آزادی کے نام پر انارکی کو کیونکر جائز کہہ سکتا ہے، قرآن کا اعلان تو یہ ہے: ''ولو اتبع الحق أهوائهم لفسدت السمٰوات والارض'' (المؤمنون:۷۱)۔

منشاء یہ ہے کہ اگر اللہ رب العزت وحی کے ذریعہ سے ہدایات ہمیں نہ دیتے یا انسان ان ہدایتوں کو نظر انداز کردے تو ہماری عقلیں ایک مرحلہ پر جاکر ایسی بھٹکے گی کہ بدترین گڑھے میں لے جاکر پھینک دے گی، اس لیے حکم ربانی ہے: ''لتحكم بين الناس بما أراك الله'' (کہ اللہ کی بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور حکم نافذ کرو)۔

علامہ یوسف القرضاوی نے اسلام اور مغرب کی آزادی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''وہ آزادیاں جن کا اسلام نہ صرف قائل بلکہ محافظ ہے۔ یہ حقوق ومصالح کی آزادیاں ہیں، کفر ومعصیت کی نہیں۔ یہ وہ آزادیاں نہیں ہیں جن کا اہل مغرب دم بھرتے ہیں اور ان کی آزادیوں کو شخصی آزادی یا پرائیویٹ لائف سے تعبیر کرتے ہیں، اور وہ یہ کہ انسان شخصی طور پر مکمل آزاد ہے، چاہے زنا کرے، شراب پیئے یا کوئی اور گناہ کا کام کرے۔ اسلام اس کفر وفسق کی آزادی کا قائل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ اسلام حقوق ومصالح کی آزادی کا قائل ہے جیسا کہ میں نے اوپر واضح کیا، اسلام اس آزادی کا قائل نہیں ہے جس میں اپنا یا دوسروں کا نقصان پوشیدہ ہو یا جو آزادی تباہی وہلاکت کی طرف لے جاتی ہو، آپ کی آزادی وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں سے دوسروں کا نقصان شروع ہوتا ہے۔ آپ کو سڑک پر کار چلانے کی مکمل آزادی ہے لیکن اس آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ایکسیڈنٹ کرتے پھریں۔ آپ کو ٹریفک کے قوانین کی پابندی ہر حالت میں کرنی ہے۔'' (ترجمہ فتاویٰ یوسف القرضاوی: ۳۳۸)۔

مذکورہ معروضات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ مغرب آزادی کا غلط مطلب نکالتا ہے اور آزادی کے حدود کی پامالی کا مرتکب ہے، آزادئ رائے کے نام پر جس طرح دیگر اقوام خصوصاً ملت اسلام اور پیغمبر اسلام کی ایذاء رسانی کا جرم کر رہا ہے کہ ساری دنیا کرب وبلا کا منظر پیش کر رہی ہے جو آزادی کے نام پر بدنما داغ ہے۔

آزادی پر مبنی حقوق انسانی:

اسلام نے ہمہ جہت آزادی جو انسان کو عطا کی ہے اور جن اہم بنیادی حقوق کے ذریعہ اس کو یقینی بنایا ہے ان کے اہم عناصر مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عقیدہ ومذہب کی آزادی

(۲) فکر وخیال کی آزادی

(۳) قول ورائے کی آزادی

(۴) عزت وناموس کی حفاظت

(۵) جان ومال کا تحفظ

(۶) سکونت اور نقل وحرکت کی آزادی

(۷) کسب معاش، پیشہ اور کاروبار کی آزادی

(۸) مالکانہ حقوق واختیارات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹) تنقید ومحاسبہ کا حق

(۱۰) منصب اور عہدہ کا حق

ذیل میں ہم مندرجہ بالا آزادیوں کی کچھ تفصیلات ذکر کرتے ہیں۔ ہر انسان کو اس کے پروردگار نے عقل وتمیز کی دولت سے نوازا ہے، پھر وحی کے ذریعہ اس کو صحیح زاویہ نظر اختیار کرنے کی طرف رہنمائی بھی کردی ہے؛ اس لیے ہر شخص کو چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں میں بھٹکتا پھرنا بہر حال اس دنیا میں اسے کوئی نظریہ یا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی"، "ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا أفأنت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین"۔ قرآن وسنت کی تعلیمات کے تحت فقہاء نے یہ قاعدہ بنایا ہے: "أمرنابترکھم وما یدینون" (العلاقات الدولیہ، فقہ اسلامی: ۳۴۰) (ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ جو جس کا مذہب ہے اس سے ہم کسی طرح کا تعرض نہ کریں)۔

تاریخ میں حضرت عمرؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب ایلیا (فلسطین) کے یہود سے صلح کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے ان کے ہیکل یعنی ان کی عبادت گاہ کو دیکھا کہ اس کے ہر طرف گرد اٹی ہوئی ہے۔ آپ نے اپنے رومال سے جھاڑنا شروع کردیا۔ یہ دیکھ کر تمام مسلمان لگ گئے اور آن کی آن میں گرد صاف ہوگئی اور وہ بالکل ظاہر ہوگیا، اسی سفر میں نماز کا وقت ہوگیا، آپ نے ہیکل سے باہر نماز پڑھی لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہیکل میں نماز جائز نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے اسلامی روح کے پیش نظر حکیمانہ جواب دیا: "خشیت أن أصلی فیھا فیذیلھا المسلمون من بعدی وتتخذونھا مسجدا (مجھے یہ ڈر لاحق ہوا کہ اگر میں اس میں نماز پڑھوں گا تو میرے بعد آئندہ مسلمان ہیکل کو گرا کر اس کی جگہ مسجد نہ بنالیں) (البدایہ والنہایہ، فقہ اسلامی: مولانا مجیب اللہ ندوی)۔

جس طرح ہر شخص کو عقیدے کی آزادی ہے، اسی طرح وہ اپنے تمام مراسم عبادت میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی آزاد ہے، بشرطیکہ اس کی وجہ سے دوسرے کی عبادت میں خلل نہ ہو۔

(۲) (فکر وخیال کی آزادی) دوسری آزادی جس کا اسلام قائل ہے، وہ فکر کی آزادی ہے جس کی دعوت بار بار قرآن دیتا ہے کہ اپنی نظر وفکر کی آزادی سے حقائق پر غور کرو: "قل انظروا ماذا فی السمٰوٰت والأرض" (یونس:۱۰۱)۔

اسی طرح اسلام ہر شخص کو اظہار خیال کا حق دیتا ہے، وہ کسی بھی معاملہ میں اپنی رائے کا اظہار کرسکتا ہے۔ اسلام زبان بندی کا قائل نہیں ہے، البتہ اس حق کا استعمال اپنے محل پر اور اہلیت کے حصول کے بعد ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح شر کی اشاعت یا منفی تخریب کے مقاصد میں اس کا استعمال مذموم ہے۔ یوں اسلام نے آزادی اظہار رائے کو جس قدر اہمیت دی ہے، وہ اسلام کے دورِ حکمرانی پر نظر ڈالنے سے آزادی کا ایک روشن باب نظر آتا ہے۔

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کو فکر وخیال کی آزادی ہو، اس کو اپنے عقیدے کی قول وعمل کی آزادی ہو، اس نقطۂ نظر سے آپ اسلامی نظام اور اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو اس سلسلہ میں اسلام کا سینہ دنیا کے دوسرے مادی ومذہبی نظاموں سے زیادہ کشادہ نظر آئے گا۔

(۳) (قول ورائے کی آزادی) آزادیٔ رائے بھی انسان کا بنیادی حق ہے جس کی اسلام نہ صرف وکالت کرتا ہے بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ اگر کسی مسلم حکمراں نے اس آزادی پر روک ٹوک لگائی تو فرد اور معاشرہ کی اخلاقی قوت ابھر کر سامنے آئی، چنانچہ خلافتِ راشدہ نے اس آزادی پر قدغن لگانے کی کسی بھی کوشش کو ناکام بنادیا، مثلاً حضرت عمرؓ نے مصر کے گورنر عمر بن العاص کے بیٹے کو ایک معاملہ میں زیادتی پر طلب فرمایا اور تقاضائے عدل پورا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: "متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحراراً" (اخبار عمرؓ علی طنطاوی ص ۱۸۴، دار الفکر دمشق)۔

اظہار خیال اور آزادیٔ رائے کے نتیجہ میں ہی علمی آزادی میسر آئی، اسی علمی آزادی کی بنا پر اہل علم اور ارباب نظر وفکر ایک دوسرے سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔ ہر عالم اس بات کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے آزاد ہے کہ دلیل کی بنیاد پر کوئی بھی رائے قائم کرے اور یہ اختلاف اسلام کی نظر میں ہرگز معیوب نہیں ہے۔ یہ علمی آزادی ہی ہے کہ جس کی وجہ سے علماء میں رایوں میں اختلاف ظاہر ہوا اور اس اختلاف کے باوجود ہر عالم دوسرے عالم سے استفادہ کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا، چنانچہ امام زمخشری جو کہ معتزلی تھے اہل سنت والجماعت ان کی تفسیر ''الکشاف'' سے ہمیشہ استفادہ کرتے آئے ہیں۔

لیکن آزادئ رائے کی اجازت کے باوجود اسلام نے اس کی کچھ اخلاقی حدود بھی مقرر کی ہیں۔ اس حق کے استعمال میں نیت کی پاکیزگی اور خلوص شرط ہے، نیز اگر یہ آزادی انسان کی اپنی ذات کی نمائش اور تکبر کے اظہار کا ذریعہ بن جائے اور کوئی شخص دوسروں کے عیب گنانے اور ان کا پروپیگنڈہ کرنے کو اپنا شعار بنالے تو دوسرے شخص کو بھی اپنی عزت ووقار کے تحفظ کا قانونی واخلاقی حق حاصل ہے۔ غرضیکہ آزادئ رائے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آدمی کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے اور جو کہے یا کرے اس میں مطلقاً دخل اندازی ہی نہ کی جائے، چنانچہ دنیا کی تمام مہذب قوموں میں ازالۂ حیثیت عرفی اور ہتک عزت کے قوانین موجود ہیں کہ اگر کسی کے مضمون یا تحریر وتقریر سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہو تو وہ اس کے خلاف عدالت میں کیس کر کے ہرجانہ کا دعویٰ کرسکتا ہے۔

اسی طرح قرآن وحدیث پر آزادانہ رائے زنی دین کی تخریب کاری کا عمل ہونے کے سبب اس کی بھی اجازت نہیں ہوسکی۔

اگر قول ورائے کی آزادی کا استعمال فحش گوئی اور بدکلامی، طنز واستہزاء، غیبت وچغلی یا افواہ پھیلانے کے لیے کیا جائے تو اسلام جو صالح اور پاکیزہ معاشرہ کا داعی ہے، اس کو برداشت نہیں کرتا، چنانچہ ارشاد ہے: ''یا أیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ أن یکونوا خیرا منهم ولانساء من نساء عسیٰ أن یکن خیرا منهن، ولاتلمزوا أنفسکم ولا تنابزوا بالألقاب'' (حجرات:۱۱) ''یاایهاالذین آمنوا إن جاء کم فاسق بنبأ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتبینوا" (حجرات:٦) "لا یحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم" (نساء: ۱۴۹)۔

آزادئ رائے اگر کسی کی دلآزاری یا اہانت پر مشتمل ہو اس کی بھی اسلام میں گنجائش نہیں ہے، چنانچہ مذہبی دل آزاری کی سختی سے ممانعت کرتے ہوئے کہا گیا ہے: "ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم" (انعام:۱۰۵)۔

یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ معاشرہ کے کسی فرد پر کوئی الزام لگایا جائے تو بلاتحقیق اس کو نہ تسلیم کرے نہ اس کے پھیلانے میں لگے: "ولولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون خیرا وقالوا هذا إفک مبین" (نور:۱۲)۔

آزادئ رائے کے اس فراخ دلانہ اور معتدلانہ تصور کے بعد مغرب نے آزادئ رائے کی آڑ میں جو طوفان بدتمیزی اور مذہبی دل آزاری کا گھناؤنا کھیل کھیلا ہے کہ اس کی وجہ سے ساری دنیا میں آگ لگی ہوئی ہے۔ کہیں اہانت آمیز کارٹون بنائے جارہے ہیں، کہیں اسلام کی شبیہ بگاڑنے کے لیے ڈرامے رچے جارہے ہیں، کہیں پیغمبر اسلام کی عزت وناموس پامال کی جارہی ہے اور یہ سب آزادی کے نام پر جائز قرار دیا جارہا ہے۔ ظلم وستم کی آزادی کا اسلام یا کوئی مذہب کہاں قائل ہوسکتا ہے؟ ایسی آزادی پر سو بار لعنت۔

(۴) (جان ومال کی آزادی) اسلام ہر انسان کی جان ومال کی حفاظت کی تاکید کرتا ہے، تحفظ جان کے سلسلہ میں قرآن کا اعلان ہے کہ جس شخص نے قصاص یا فساد کے علاوہ کسی دوسری صورت میں کسی کا قتل کیا تو وہ پوری انسانیت کا قاتل ہے اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی تو اس نے پوری انسانیت کو زندگی بخشی: "من قتل نفسا بغیر نفس أو فساد فی الارض فکأنما قتل الناس جمیعا ومن أحیا ها فکأنما أحیا الناس جمیعا" (مائدہ: ۳۲)۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری حج میں جو اعلان فرمایا تھا، اس میں بھی جان ومال کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفظت کا کھلا ہوا اعلان تھا: "إن دمائكم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا"۔

حضور ﷺ نے ایک مؤمن کی یہ پہچان بتائی ہے: "المؤمن من أمنه الناس على دمائهم وأموالهم" (ترمذی)۔

اس معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں، دونوں کی جان و مال کا یکساں حق ہے۔ قتل کرنے والا خواہ کوئی ایک شخص ہو یا بہت بڑی جمعیت، اسی طرح قتل مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا، جرم وسزا میں کوئی فرق نہیں۔ حدیث میں ہے: "لو اجتمع أهل السماء والأرض على قتل امرء لعذبهم الله" (طبرانی)۔ "من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة" (بخاری، کتاب الجزیہ)۔

اسلام کسی فرد کو پیدائش کے بعد ہی نہیں بلکہ رحم مادر میں پلنے والے جنین کو بھی زندہ رہنے کی آزادی دیتا ہے اور اس کے اسقاط کو جرم قرار دیتا ہے۔

(۵) (عزت وناموس کی حفاظت) اسلام کے نزدیک ہر شخص محترم ہے، خواہ وہ سماج کے کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو، ہر انسان کی عزت وآبرو اس کی نگاہ میں برابر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں جان و مال کے ساتھ عزت وآبرو کی حفاظت پر بھی خاص طور پر زور دیا تھا: "أعراضكم حرام عليكم" (مسند احمد)۔ چنانچہ تمام علماء غیر مسلموں کے بارے میں متفقہ طور پر لکھتے ہیں: "ويجب كف الأذى عنه وتحريم غيبة كالمسلم" (اسلامی فقہ ۳/۳۴۴) (مسلمان کی طرح غیر مسلم کو تکلیف سے بچانا واجب ہے اور اس کی غیبت بھی حرام ہے جیسا کہ مسلم کی غیبت حرام ہے)۔

اسلام لوگوں کی عزت وآبرو کو کتنا محترم سمجھتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کسی مرد یا عورت پر زنا کا بے بنیاد الزام لگانے کی سزا اسی کوڑے مقرر کی گئی ہے اور ایسے لوگوں کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا" (النور:۴)۔

سب کی عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر اسلام نے متعدد ہدایات دی ہیں جو سورۂ حجرات کے حوالہ سے گذر چکی ہیں۔

(۶) (سکونت اور نقل وحرکت کی آزادی) اسلامی نقطۂ نظر سے ہر شخص کو آزادانہ پورے ملک میں نقل وحرکت اور عام حالات میں بیرون ملک آمد ورفت اور ملک کے کسی بھی علاقہ میں بود وباش اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔

اسلام کی نظر میں کسی شخص کو اس کے گھر بار سے بے دخل کرنا جائز نہیں، بنی اسرائیل کے جرائم کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے: "وتخرجون فريقا منكم من ديارهم"— "وهو محرم عليكم إخراجهم" (البقرہ:۸۵)۔

اسلام جلاوطنی کی سزا صرف مفسدوں اور باغیوں کو دیتا ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ برپا کرتے ہیں اور دین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کی ایک سزا یہ بھی ہے: "أو ينفوا من الأرض" (المائدہ:۳۳)۔

اگر کوئی شخص کسی علاقہ میں ظلم کا شکار ہو اور وہ اپنے دفاع پر قادر نہ ہو تو اسلام اس کا یہ حق تسلیم کرتا ہے کہ وہ وہاں سے کہیں اور چلا جائے اور کسی ایسے علاقہ میں پناہ لے جہاں وہ اپنی آزادی اور عزت نفس کو باقی رکھ سکے۔ "ألم تكن أرض الله واسعة" (النساء:۹۷)۔

اسلام کے نزدیک پناہ حاصل کرنے کا یہ حق تمام لوگوں کو حاصل ہے، خواہ وہ کسی رنگ ونسل کے ہوں اور کسی مذہب کے ماننے والے ہوں۔ "وإن أحد من المشركين استجارك فأجره" الخ (التوبہ:۶)۔

اسی ذیل میں مہاجرین اور ان کے اعوان وانصار کی سیرتوں کو سامنے رکھا جائے تو اسلام کا اصل چہرہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے، ساتھ ہی نام نہاد آزاد ملک میں آئے دن وطن اور صوبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بنیاد پر جنگ وجدال اور تحریک وفساد کا تصور کیجئے تو آزادی کی قلعی کھل جاتی ہے اور انسان کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس کے لیے پناہ اسلام کے دامن سے ہی وابستہ ہے۔

(۷) (کسب معاش، پیشہ اور کاروبار کی آزادی) اسلام حلال روزی حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کے لیے محنت ومشقت کرنے کی فضیلت بیان کرتا ہے اور بیکاری، بھیک مانگی کے سلسلہ کو بند کرنا چاہتا ہے، ساتھ ہی برے اخلاق، حرص وہوس والے جذبات کو ابھارنے والے ذرائع معاش، جوا، سود، ذخیرہ اندوزی، چوری، غصب، فریب دہی اور استحصال کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیتا ہے، مختصر سی حلال وحرام کی پابندی کے بعد ریاست کے ہر شہری کو اپنی پسند کا جائز پیشہ اختیار کرنے اور اپنی محنت کی مناسب اجرت وصول کرنے کا حق ہے۔ کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی پر کسی عمل کی پابندی عائد کرے یا کسی محنت کش سے بیگار لے۔

اسلام میں نہ صرف یہ کہ محنت کی پوری اجرت دینے کی تاکید کی گئی ہے بلکہ اس کی ادائیگی میں عجلت کا حکم بھی دیا گیا ہے، نیز مزدوروں سے ان کی برداشت سے زیادہ کام لینے سے منع کیا گیا ہے، ساتھ ہی مزدوروں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ پوری امانت اور قوت کے ساتھ اپنا کام انجام دو (اختصار کے پیش نظر آیات واحادیث کا مفہوم ہی ذکر کیا گیا ہے)۔

(۸) (مالکانہ حقوق واختیارات) کوئی شخص جو کچھ حلال ذرائع سے کمائے، اسلام اس پر اس کا حق ملکیت تسلیم کرتا ہے، اس کے استعمال اور تصرف کا اسے پورا اختیار ہے، دوسرا شخص یا حکومت، اس کے اس حق کو غصب کرسکتی ہے، نہ اس کی ملکیت کو ختم کرسکتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا أموالکم بینکم بالباطل" (النساء:۲۹)۔

اسلام جائز ذرائع سے حاصل شدہ نجی املاک میں مالک کو درج ذیل حقوق دیتا ہے:

۱۔ استعمال اور تصرف کا حق، ۲۔ جائز کاروبار میں لگانے کا حق، ۳۔ انتقال ملکیت کا حق، ۴۔ ملکیت کی حفاظت کا حق۔

حکومت کو اگر مفاد عامہ میں کسی کی ذاتی ملکیت لینے کی ضرورت ہو تو مالک کی رضا سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا معاوضہ ادا کر کے ایسا کر سکتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ پہنچ کر مسجد نبویؐ کی تعمیر کے لیے ایک جگہ منتخب کی تو اس کا معاوضہ ادا کر کے اسے حاصل کی، اسلام میں ذاتی ملکیت کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا مال بچانے میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تو اسلام اسے شہید قرار دیتا ہے۔ ''من قتل دون ماله فهو شهيد'' (بخاری، کتاب المظالم)۔

(۹) (تنقید و محاسبہ کا حق) تنقید و محاسبہ جب اظہار حق یا اصلاح حال کے لیے ہو یا غلط فہمی کے ازالہ کے لیے ہو تو اسلام اس کی کھل کر آزادی دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین نے اظہار رائے کے جذبہ کو اس قدر پروان چڑھایا کہ ایک شخص راہ چلتے یا بھری مجلس میں یا برسر منبر جہاں چاہتا ہے آپ کو ٹوک سکتا تھا اور آپ اس کی بات پر توجہ دیتے حتی کہ لوگوں کے کھردرے پن اور بدمزاجی کو برداشت کرتے، ایک بار آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کسی نے کہا: ''تقسیم غنیمت مرضی الٰہی کے خلاف ہوئی ہے''، اگرچہ یہ بات سخت تھی مگر آپؐ نے معاف کر دیا، اس قسم کے متعدد واقعات سیرت میں ملتے ہیں (کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ۵۳)۔

حضرت عمرؓ جیسے یارعب خلیفہ راشد نے تنقید کی کھلی چھوٹ دے رکھی تھی جس کا نتیجہ تھا کہ لوگ سرراہ ٹوکتے تھے اور آپ اس کا برا نہیں مانتے تھے۔ اپنے جسم کی دو چادروں کا حساب آپ نے بھرے مجمع میں دیا اور تجدید مہر کا فیصلہ کھلے اجلاس میں واپس لیا۔ حضرت عمرؓ کا فرمان تھا کہ ''انہیں اپنی بات کہنے سے مت روکو، یہ لوگ اگر ہم سے ایسی بات کہنا چھوڑ دیں تو پھر ان کا فائدہ ہی کیا'' (کتاب الخراج: ۵۲، حقوق انسانی: ۸۸)۔

تنقید و محاسبہ اگر حدود سے تجاوز کرنے لگے مثلاً قرآن و حدیث کے خلاف نقد و جرح کا باب کھولا جائے یا وہ تنقید فرد و معاشرہ کے لیے فتنہ کا سبب ہو نیز دوسروں پر بلاوجہ کیچڑ اچھالا جائے تو ایسی تنقید کی اسلام اجازت نہیں دیتا، جب شخصی آزادی اس مرحلہ میں آکر داخل ہو تو وہ معاشرہ کے لیے اور عام انسانوں کے لیے عذاب بن جاتی ہے اور اس کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ معاشرہ کو اس عذاب سے محفوظ رکھا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) (منصب اور عہدہ کا حق) اسلام میں ریاست کے ہر شہری کو سرکاری ملازمت یا عہدہ حاصل کرنے کا مساویانہ حق ہے۔ اس میں کسی خاص فرد، گروہ، خاندان، نسل کی اجارہ داری نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے متعدد جنگی مہمات میں بڑے صحابہ کی موجودگی میں چھوٹے صحابہ کو سربراہ بنا کر روانہ فرمایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ معمولی سے معمولی شخص بھی بحیثیت رکن ریاست کا بڑا سے بڑا منصب حاصل کر سکتا ہے اور کسی شخص کو محض اس بنیاد پر اعتراض کا حق نہیں کہ یہ عہدہ ایک معمولی شخص کو کیوں حاصل ہوا؟ البتہ اہلیت کی شرط لازم ہے نا اہل کو منصب سونپنا اس محکمہ کو برباد کرنا ہے۔

تلک عشرہ کاملۃ

آزادی پر مبنی حقوق انسانی کی اور دفعات بھی ذکر کی جا سکتی ہیں مثلاً عدل وانصاف کا حق، عمل غیر سے براءت کا حق، شک وشبہ سے گرفتاری اور سزا سے تحفظ کا حق، کفالت کا حق، تنظیم سازی کا حق، تعلیم کا حق، نجی معاملات میں رازداری اور پردہ داری کا حق وغیرہ وغیرہ۔

بنظر غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے انسانی حقوق کی تعیین میں اعتدال اور توازن کو ملحوظ رکھا ہے، وہ ہر شخص کے لیے نہ تو بے لگام آزادی کا روادار ہے اور نہ اس نے افراط وتفریط پر مبنی حقوق کا تصور پیش کیا ہے۔ اس چیز کو ملحوظ نہ رکھنے پر بعض کوتاہ فہموں کو شبہات لگتے ہیں جس کا علاج یہی ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کا بالتفصیل مطالعہ کریں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکر ونظر کی آزادی اور اسلام — کچھ نئے پہلو

مولانا سلطان احمد اصلاحی

'' آزادی فکر ونظر اور اسلام'' اس عنوان سے ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ سے ہماری کتاب مطبوعہ ہے۔ سن اشاعت ۱۹۹۹ء۔ ۱۴۱۹ھ بار اول۔ اس کتاب میں اس موضوع پر بحث کی گئی ہے؛ کیونکہ اسلام کو یہ حق ہے کہ وہ دنیا کے دوسرے تمام مذاہب اور نظریہ ہائے حیات پر کھل کر تنقید کرے؛ البتہ ان مذاہب اور نظریات کو اسلام سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کچھ آداب کا پابند ہونا چاہیے۔ یہ بڑا اہم موضوع ہے جو ہمارے قابل احترام علمائے کرام اور دانشوران ملت دونوں کی توجہ کا طالب ہے۔ درحقیقت یہی اس دور کا علم کلام ہے جس کے ذریعہ اسلام کے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جاسکتا ہے اور دفاعی کے بجائے اس کو اقدامی پوزیشن میں لایا جاسکتا ہے۔ ہمارے محدود مطالعہ کی حد تک اس موضوع پر اس رخ سے کوئی دوسری چیز اردو اور عربی میں نہیں آسکی ہے۔ زیر نظر مقالہ میں ہم اس موضوع کے کچھ نئے پہلوؤں کو زیر بحث لائیں گے، جیسا کہ اس کا عنوان ہی یہی قائم کیا گیا ہے۔

شاعر مشرق کے خیالات:

عصر حاضر میں اسلام اور عہد جدید کے سب سے بڑے رمز شناس علامہ اقبال ۱۹۳۸ء نے اپنی 'کلیات' میں اس موضوع پر دو موقعے پر اظہار خیال کیا ہے۔ ایک کا عنوان '' آزادی افکار'' ہے۔ اس منظوم میں چار اشعار ہیں۔ آخری شعر ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

موقع نکل آیا ہے تو اس کے باقی اشعار بھی سن لیجئے جو اسی طرح فکر انگیز ہیں:

جو دونی فطرت سے نہیں لائق پرواز
اس مرغک بیارہ کا انجام ہے افتاد
ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امیں کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کا صیاد

نیز یہ کہ

اس قوم میں ہے شوخی اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد(۱)

(۱) کلیات اقبال ص ۳۸۳، بال جبریل، مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۳۵۳ھ، چتلی قبر دہلی، اشاعت بار اول مارچ ۱۹۹۳ء۔

دوسری منظوم 'آزادی فکر' کے زیر عنوان ہے۔ اس میں دو اشعار ہیں جو اسی طرح چشم کشا اور فکر و نظر کو مہمیز کرنے والے ہیں:

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار
انسان کو حیوانی بنانے کا طریقہ(۱)

(۱) کلیات اقبال ص ۴۵۱، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، محولہ بالا، ضرب کلیم۔

ذیل کی سطور میں اس موضوع سے متعلق ہم جو گفتگو کریں گے، اس سے علامہ کے ان ارشادات کی تشریح و تفصیل بھی ہوگی اور اس کے نئے گوشے بھی ابھر کر سامنے آئیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی فکر ونظر کا مثبت پہلو:

فکر ونظر کی آزادی ہر حال میں بری نہیں ہے بلکہ اس کا مثبت پہلو بھی ہے۔ آج کے زمانہ میں اس کا منفی پہلو حاوی ہے جس کی علامہ نے اوپر کے اشعار میں شکایت کی ہے۔ یہ پہلو بہت افسوسناک اور تباہ کن ہے۔ آگے کی سطروں میں اس کی تفصیل آئے گی لیکن اس سے پہلے ہم کو اس کے مثبت پہلو پر نظر ڈالنی چاہیے۔ انسان کا مابہ الامتیاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سوچنے والا دماغ دیا ہے جو کمپیوٹر کی طرح ہر وقت کام پر لگا رہتا ہے۔ سوائے اس کے کہ آدمی بے ہوش ہو یا نیند کی حالت میں ہو، صحت مند آدمی کا دماغ اچھی یا بری ہر وقت کسی نہ کسی سوچ میں ہوتا ہے۔ اس سوچ کے نتیجے میں وہ زندگی کے مسائل کے سلسلے میں اپنی رائے بناتا ہے اور اس کی روشنی میں آگے کا عملی اقدام کرتا ہے۔ مختلف انسانوں کے مابین ان کی جسمانی قوت کی طرح ان کی ذہنی اور دماغی قوت اور صلاحیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ لیکن درجے کے فرق کے ساتھ سوچنے سمجھنے اور رائے بنانے کی صلاحیت ہر انسان کے اندر ہوتی ہے۔ اسی کے مطابق وہ زندگی میں اس کا استعمال کرتا ہے اور اپنی سوچ اور اقدام کے نتائج اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسی سوچ اور فکر یا دوسرے لفظوں میں اپنی ذہنی اور دماغی صلاحیت کے استعمال میں انسان بالکل آزاد ہے یا اس کے کچھ حدود اور آداب ہیں اور اسی حصار کے اندر رہ کر ہی اس کی سوچ اور فکر صحت مند اور فرد اور انسانیت کے لیے سودمند اور حیات بخش ہوتی ہے۔ یا یہ کہ اس معاملے میں وہ بالکل آزاد ہے اور اس کے سلسلہ میں اس کے اوپر کسی قسم کی پابندی اور بندش لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ عصر حاضر کا یہی سب سے بڑا Dilemma ہے جسے وہ حل نہیں کر پا رہا ہے اور آج انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جن بے شمار مسائل سے دوچار ہے، اس کا مقصد یہی ہے۔

عہد حاضر میں آزادی فکر ونظر کا پس منظر:

معاصر دنیا جو آزادی فکر ونظر کے حوالہ سے تذبذب اور کشمکش کی شکار ہے، اس کا ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخصوص پس منظر ہے اور جب تک اس پس منظر کی وضاحت نہ ہو، اس کی کشمکش اور تذبذب کی کیفیت کو صحیح طور پر سمجھا نہیں جا سکتا۔ زبان سے کھلے لفظوں میں کوئی اس کا اعتراف کرے نہ کرے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ فکر و نظر کی دنیا میں آج یورپ اور امریکہ کی حکمرانی ہے اور فرد کی ذاتی اور شخصی زندگی سے لے کر اس کے حیات اجتماعی تک درست و نادرست اور صحیح و غلط کے جو پیمانے اس کی طرف سے مقرر کر دیے گئے ہیں، باقی دنیا اسی کی پیروکار ہے اور اپنے قول و عمل دونوں سے وہ اس کی ہاں میں ہاں ملانے پر بالکل تیار اور مستعد نظر آتی ہے۔ آج سے ۵۰۰ سال پہلے دریافت ہونے والا امریکہ دراصل یورپ کا ہی ایک حصہ ہے جس کی آبادی کا غالب ترین حصہ وہاں سے مہاجرت کر دہ ہے۔ یورپ عیسائیت کا پیروکار ہے جو رومن امپائر کے زوال کے بعد الگ الگ ٹکڑوں میں بٹ گیا جس میں بعد کے مرحلے میں عیسائیت کا نمائندہ کلیسا (Church) اتنا طاقتور ہو گیا کہ وہ وہاں کی عیسائی دنیا کی آخرت کے ساتھ اس کی اس دنیا کی قسمت کا بھی مالک ہو گیا۔ اپنے سیاسی اقتدار کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اس نے اپنی فکر و نظر کے مخصوص پیمانوں اور اپنے مخصوص افکار و خیالات کو وہاں کی آبادی پر تھوپا اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو بدترین مظالم کا نشانہ بنایا۔ اس مقصد سے اس نے احتساب عقائد کی مخصوص عدالتوں کا نظام قائم کیا جسے تاریخ میں بدنام زمانہ ممکنہ احتساب (Inquisitions) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ تیرہویں صدی عیسوی سے لے کر سترہویں صدی عیسوی تک جس کو یورپ کی تاریخ میں قرون وسطی (Middle Ages) یا قرون مظلمہ (Dark Ages) کہا جاتا ہے، اس عرصہ میں وہاں کے فلسفیوں اور سائنس دانوں کے ذریعہ چرچ کے مزعومات کے خلاف جو بھی اظہار خیال کیا گیا، اس کے نتیجہ میں وہاں احتساب عقائد کی ان عدالتوں (Inqiusitions) کے ذریعہ ان کو بدترین تعذیبات کا شکار کیا گیا جس کی تفصیل اپنے مقام پر دیکھی جا سکتی ہے۔ یورپ کی تاریخ کے بعد کے روشن خیالی کے زمانہ (Age of Enlightment) میں جب کلیسا کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زور ٹوٹا اور وہ اقتدار سے بے دخل ہوا تو کلیسا سے نفرت کے ساتھ یورپ کے روشن خیالوں کی طرف سے نفس مذہب سے نفرت پیدا کر دی گئی؛ چنانچہ ان کی طرف سے اسی طرح کی کتابیں منظر عام پر آئیں کہ مذہب ترقی کی راہ کی رکاوٹ ہے (Religion As a bar of progress) اور اس کی بنیاد پر اس کو راہ کا سنگ گراں قرار دیا گیا۔ اسی کی اساس پر یورپ میں چرچ اور اسٹیٹ کی علیحدگی کا فلسفہ وجود میں آیا اور اس کے یہاں یہ مسلمہ قرار پایا کہ انسان کو اگر ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار ہونا ہے تو چرچ بالفاظ دیگر مذہب سے فاصلہ بنا کر رہنا ہوگا۔ مذہب سے وابستہ رہ کر وہ اپنے آپ کو فکر وخیال کی تاریکی اور دنیا کی خوشحالی اور ترقی سے ہمکنار نہیں کر سکتا(۱)۔

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ہماری کتاب ''مذہب کا اسلامی تصور' کا باب اول، محدود تصور مذہب کا پس منظر، مطبوعہ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ، اول ۱۹۹۱ء۔

عیسائیت کی نارسائی یورپ کی مذہب کے سلسلے میں یہ دوری اور بیزاری اصلاً تو عیسائیت کے حوالہ سے تھی، اسی لیے اپنی تاریخ میں اس کو اسی کا تجربہ ہوا تھا۔ لیکن بعد کے زمانہ میں آگے اس نے نفس مذہب کے خلاف ایک مسلمہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس موقع پر ہم کو عیسائیت کی نارسائی اور امور دنیا کے حل میں اس کی عدم صلاحیتی پر کچھ گفتگو کرنی ضروری ہے۔ یورپ کے سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی کے روشن خیالی کے اس دور میں جس کو اس کی نشأۃ ثانیہ (Renaissance) کا بھی دور کہا جاتا ہے، عیسائیت کے خلاف وہاں جو ردعمل ہوا اس کی اصل وجہ تو کلیسا اور اہل کلیسا کی ہوس پرستی اور دنیا داری تھی جس کے نتیجہ میں اس نے اپنے ہم مذہبوں کا بری طرح استحصال کیا لیکن اس کی ایک وجہ مسیحیت کی نارسائی اور معاملات دنیا سے عہدہ برآ ہونے کی اس کی عدم صلاحیتی بھی تھی۔ معلوم ہے کہ حضرت مسیحؑ کوئی صاحب شریعت پیغمبر نہ تھے بلکہ آخری نبی ﷺ سے ۶۰۰ سال پہلے وہ یہودی قوم کو اس کی جاہ پرستی اور دنیا پرستی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بھنور سے نکالنے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے جس میں امتداد زمانہ سے وہ بری طرح گرفتار ہوگئی تھی جیسا کہ قرآن اور بائبل دونوں میں آنجنابؑ کے سلسلے میں اس کی صراحت ہے(۱)۔

(۱) ہماری کتاب 'وحدت ادیان کا نظریہ اور اسلام'، باب دوم کی بحث ورسالت محمدیؐ کی عالمگیری، ص ۹۱، دارالتذکیر، لاہور، اشاعت ۲۰۰۶ء باہتمام محمد احسن تہامی۔

اور ان کی پیغمبرانہ وراثت عہد نامہ جدید اس کا منہ بولتا ثبوت ہے جو درحقیقت وعظ ونصیحت اور تذکیر کی کتاب ہے اور آج بھی خاص طور پر اس کی ابتدائی چار انجیلیں متی، یونس، لوقا اور یوحنا اس پہلو سے غیر معمولی تاثیر رکھتی ہیں اور اہل اسلام کو بھی وقت نکال کر ان کو کبھی کبھار پڑھتے رہنا چاہیے۔ اس میں شریعت اور قانون نہ تھا اس کے لیے پیروان مسیحؑ کو کتاب مقدس کے عہد نامہ قدیم کو اپنا مرجع وماخذ بتانا تھا لیکن جس طرح یہودیت، عیسائیت سے بیزار تھی، عیسائیت یہودیت سے کٹ گئی اور لاتعلق ہوگئی۔

عیسائیت کے ساتھ دوسرا سانحہ یہ ہوا کہ وہ سینٹ پال کی کوششوں سے تبلیغی مذہب میں تبدیل ہوگئی اور رومن امپائر کے مسیحیت اختیار کر لینے کے بعد بڑے پیمانے پر یورپ کی مشرک اقوام اس کی حلقہ بگوش ہوگئیں۔ عیسائیت ان کو سنبھال نہیں پائی اور بجائے اس کے کہ مسیحیت ان پر اثر انداز ہوتی، زندگی کے بہت سارے طور طریقوں میں وہ خود ان اقوام کے رنگ میں رنگ گئی۔ یورپ کی یونانی فلسفیانہ وراثت کے نتیجہ میں اس کا تثلیث (trinity) کا عقیدہ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ ہوگیا جسے 325 کی مشہور زمانہ نیسین کونسل میں رومن امپائر کا باقاعدہ سرکاری مذہب تسلیم کرلیا گیا۔ یورپ کی مختلف ومتنوع اقوام کے کافرانہ اور مشرکانہ اعمال مزید مسیحیت کا حصہ بن گئے۔ ورنہ کوئی تک نہ تھا کہ پیروان مسیحؑ شراب کی لت پت، ختنہ سے دور اور داڑھی منڈانے اور مردوں کو جلانے کی روایت پر عمل پیرا ہوتے جبکہ کسی آسمانی شریعت کا دور دور تک ان اعمال بد سے کوئی واسطہ نہ ہوسکتا تھا۔ بہرحال چونکہ مسیحیت کے پاس شریعت اور قانون کی وراثت نہ تھی اس لیے یورپ کی قرون وسطی میں جب چرچ بااقتدار ہوا تو معاملات دنیا سے وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کامیاب عہدہ برآری نہ کر سکا جس کے نتیجہ میں یورپ کی بعد کی روشن خیالی کی صدیوں میں جب وہاں کے عوام نے کلیسا کے خلاف بغاوت کی تو مسیحیت بیزاری کے ساتھ وہ نفس مذہب (Religion) سے ہی بیزار ہو گئے اور پوری دنیا میں اس پروپیگنڈہ کا آغاز کیا کہ معاملات دنیا کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ مذہب انسان کی پرائیویٹ زندگی کا معاملہ ہے، انسان کو اگر اپنی دنیا کو خوش حال رکھنا ہے تو معاملات دنیا سے اس کو مذہب کو مکمل طور پر بے دخل کر دینا چاہیے لیکن ظاہر ہے کہ ایک مخصوص مذہب کے سلسلے میں یورپ کا اپنے ایک محدود خطے کا یہ تجربہ تھا جس کو عالمی رنگ دیے جانے کا کوئی وجہ جواز نہ تھا۔

مذہب بیزار عالمی نظریات کا ظہور:

آگے کے مرحلے میں یورپ میں اسی انقلاب کی خاکستر سے مذہب بیزار عالمی نظریات وجود میں آئے جنہوں نے اپنے اپنے طرز پر یورپ سمیت دنیا کے مختلف خطوں ور علاقوں میں اپنا سکہ جمالیا اور حکومت اور سیاست کے معاملات کو اپنی ترجیحات کے مطابق ترتیب دیا۔ اس میں سرفہرست حاکمیت عوام کی اساس پر مبنی جمہوریت اور سیکولرزم جس کی بنیاد پر انسانیت کی مذہبی وراثت سے آزاد ہو کر ملکی عوام کو اپنی دنیا چلانے کے لیے ہر طرح کی قانون سازی کا اختیار ہو پھر سرمایہ داری (Capitalism) اور کمیونزم اور سوشلزم اس میں خاص طور پر مغربی یورپ کے ممالک جرمنی، فرانس، برطانیہ، امریکہ اور جاپان سرمایہ داری کا گہوارہ بنے۔ کمیونزم کی تجربہ گاہ عظیم تر روس .U.S.S.R بنا جس میں مشرقی یورپ کی درجن بھر کے قریب عیسائی اور مسلمان ریاستیں بھی شامل کر لی گئیں۔ جواب .U.S.S.R کے خاتمہ کے بعد اس کے چنگل سے آزاد ہو چکی ہیں۔ چین میں ماؤزے تنگ کی قیادت میں مزید جارحانہ کمیونزم کی ایک نئی برانڈ وجود میں آئی جسے ماؤازم کا نام دیا گیا جو چین سے باہر بھی اپنے پیر پسار رہی ہے اور وطن عزیز میں بھی اس کی دھمک محسوس ہوتی ہے۔ ہندوستان میں ماؤوادیوں کے ساتھ نکسلی بھی عملاً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی فکر اور فلسفہ کے پیروکار ہیں۔ جمہوریت، سیکولرازم اور سرمایہ داری سے گورن ہونے والا یورپ اور امریکہ روایتی طور پر عیسائی ہے۔

انہی نظریات کا دوسرا چیمپین جاپان مذہبی طور پر بدھسٹ ہے۔ کمیونسٹ روس عیسائی اور ماؤنسٹ چین بودھ مذہب کا پیروکار ہے۔ حاکمیت عوام کے تصور پر مبنی مغربی طرز کی جمہوریت، سرمایہ داری اور سوشلزم ان تینوں کا گہوارہ ہمارا عزیز وطن ہندوستان ہے جس کی اکثریت ہندو مذہب کی پیروکار ہے اور مسلمان اس ملک کی دوسری بڑی اکثریت ہے۔ باقی پھیلا ہوا امریکہ، افریقہ اور سری لنکا سے فیجی تک پھیلا ہوا جنوب مشرقی ایشیا بھی اوپر کے انہی نظریات کا پیروکار اور اپنی حکومت وسیاست کے معاملات کو انہی کے مطابق چلاتا ہے جبکہ مذہبی طور پر وہ عیسائی یا بدھسٹ ہے۔ افریقہ کے نیچے کے کچھ ممالک جن کی آبادی کا ایک حصہ قدیم قبائلی مذاہب پر قائم ہے لیکن ان کی حکومت اور سیاست بھی اوپر کے انہی نظریات کے مطابق چلتی ہے۔ مراکش سے لے کر انڈونیشیا اور سینغال سے لے کر قزاقستان تک پھیلے ہوئے عالم اسلام اور عالم عرب پر یورپ کے اس فلسفے کا کوئی اثر نہیں ہے کہ مذہب انسان کی پرائیویٹ زندگی کا معاملہ ہے اور زندگی کے اجتماعی امور ومعاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ گزشتہ عیسوی صدی کی پہلی چوتھائی میں ترکی خلافت کے خاتمہ کے بعد عالم اسلام اور عالم عرب حکومت اور انتظام کی سطح پر تو بلاشبہ بادشاہت اور ڈکٹیٹرشپ میں بٹا ہوا ہے، تازہ تازہ اس میں جمہوریت کی بھی لہر آرہی ہے لیکن جہاں تک اس کی دنیا کا سوال ہے عقیدے کی طرح وہ بھی اس کے مذہب سے گورن ہورہی ہے۔ سعودی عرب اور خلیج کے ملکوں میں اسلامی حدود وتعزیرات کا باقاعدہ نفاذ ہے (عام طور پر اس کی شہرت ہے کہ حدود وقصاص چور کی سزا ہاتھ کاٹنے، محصن زانی کے سنگسار کیے جانے اور جان کے بدلے جان یا دیت کی سزاؤں کا نفاذ صرف سعودی عرب میں ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ ان سزاؤں کا ایسا ہی نفاذ خلیج کے ملکوں میں بھی ہے۔ کچھ دن پہلے اردو اخبارات میں اس کا ذکر بھی آیا ہے۔ پھیلے ہوئے عالم اسلام اور عالم عرب میں اس کی عملی صورت حال تحقیق کا الگ موضوع ہے جس سے دلچسپی لینے والے دلچسپی لے سکتے ہیں)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی عالم اسلام اور عالم عرب بھی چند مخصوص سزاؤں کو چھوڑ کر اپنے باقی معاملات میں اپنے دین وشریعت کا پابند ہے اور اپنی انفرادی زندگی کی طرح اپنی اجتماعی زندگی میں وہ بحیثیت مجموعی اپنی دین وشریعت کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے ہے۔

ہندوستان کی مخصوص صورت حال:

اس سلسلے میں سب سے مخصوص صورت حال وطن عزیز ہندستان کی ہے جو اپنی ہندو اکثریت کے ساتھ باقی دنیا کی عیسائی اور بدھسٹ اقوام کی طرح اجتماعیات میں مذہب سے فاصلہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے جبکہ اس کی دوسری بڑی اکثریت مسلمان امت کی ترجیح اس کا تقاضا کرتی ہے کہ ملک کے اجتماعی معاملات میں مذہب کا رول بڑھے اور اس کے جس حصے میں اس کی افادیت مسلم ہو، عوامی اتفاق رائے سے اس کو ملکی دستور کا حصہ بنایا جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ اور یہیں سے زیر نظر موضوع کی اصل بحث شروع ہوتی ہے کہ ہندوستان مذہب کے سلسلہ میں یورپ کے اوپر کے مسلمہ کا قائل کیوں ہوا کہ وہ انسان کی ذاتی زندگی کا معاملہ ہے اور انسان کی اجتماعی زندگی کے امور ومسائل میں اس کا دخل نہیں ہونا چاہیے۔ یورپ کو تو چرچ نے ستایا تو اس نے کلیسا سے بغاوت کی اور اپنے معاملات دنیا کو اس نے مسیحیت سے دور رکھنے کا فیصلہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں ملکی عوام کو مذہب کا کونسا غیر موافق تجربہ ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی حکومت اور سیاست کے معاملات میں اس سے فاصلہ بنا کر رکھنے کا اپنے کو پابند کرے۔ بلاشبہ پہلی صدی ہجری میں اسلام کی آمد سے قبل ہند کی سرزمین میں مذہب کے نام پر ظلم ہوا ہے اور قتل وغارت گری کا بازار گرم رہا ہے۔ برہمنیت نے بزور شمشیر یہاں سے اس کے قدیمی مذاہب بودھ مت اور جین مت کا خاتمہ کر دیا اور لاکھوں کی تعداد میں ان کے پیروکاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ہمارے قدیم ہندوستان کی تاریخ کی تحقیق کا یہ ایک دلچسپ باب ہے جس پر افسوس ہے کہ ہمارے علماء ومؤرخین کی طرف سے بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ کبھی کبھی سمیناروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مذاکروں میں اس کا چھن چھنا کر سرسری تذکرہ آجاتا ہے (آج سے بیس سال قبل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ سیاسیات میں دوروزہ قومی سمینار ہوا تھا۔ اس میں اس شعبہ کے سابق صدر پروفیسر ایچ اے ایس نے یہ اظہار خیال کیا تھا: کٹر پنتھی ہندوؤں نے پراچین بھارت میں بھی آج کی طرح 'ہنسا' کا سہارا لیا، جینیوں کو پھانسی دی گئی اور بودھوں کو دیش سے نکال دیا گیا۔ رپورٹ مطبوعہ ہندی روزنامہ امراجالا آگرہ، ۸ رفروری ۱۹۹۲ء، آخری صفحہ؟ آزاد ہندوستان میں ہندو فرقہ پرستی جو مسلمان اقلیت کے خلاف محاذ بنائے ہوئے ہے اور اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہے تو اس کے پس منظر میں اس کے اسباب کا بھی پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ مطلب صاف ہے کہ آریہ ورت پنجاب سے بنگال تک خالص آریوں کا ہے، غیر آریوں کو یا تو یہاں سے نکل جانا چاہیے ورنہ ان کو یہاں شودروں اور آدی باسیوں کی طرح بے حیثیت ہوکر رہنا چاہیے)۔

جبکہ ضرورت اس موضوع پر اس سے آگے کے ریسرچ کی ہے، لیکن اس کے بعد کے اس ملک پر مسلمانوں کی مؤثر حکمرانی کا ایک ہزار سالہ دور ہے۔ اور ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کے بعد کے ڈھائی سو سالہ دور میں درجے کے فرق سے زمام اقتدار اس کے ہاتھ میں رہی ہے اور یہاں کے سیاہ وسفید میں اس کی حصہ داری رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ 13 سو سال کی اس طویل تاریخ میں سرزمین ہند کو مذہب کے کسی غیر موافق تجربے سے گذرنا پڑا ہے جس کی وجہ سے وہ اس کے سلسلے میں یورپ کے پروپیگنڈے کا شکار ہوا اور اس کے ایجنٹ کے طور پر کام کرنے کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھے۔ فکر ونظر کی یہی زرنگاہ ہے جو ہندی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی مدد سے اور اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں ہم پورے حوصلے اور اعتماد سے اس چیلنج کا سامنا کرتے ہیں۔

وحی وعقل کی معرکہ آرائی:

یورپ نے معاملات دنیا سے عیسائیت کو بے دخل کرکے عملی طور پر اس بات کا اعلان کردیا کہ وہ اپنی زندگی کے مسائل کو عقل کی بنیاد پر حل کرسکتا ہے اور اس کے لیے اس کو وحی الٰہی اور آسمانی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اس کی ضرورت اس کو اسی لیے پیش آئی کہ اس نے صحیح مذہب اور صحیح آسمانی رہنمائی کی شناخت کی کوشش نہیں کی۔ عیسائیت کی جیسی تیسی وراثت اس کو ملی،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس پر قانع اور مطمئن رہا اور مذہب کا یہ مریض ناتواں جب اس کی مسیحائی سے قاصر رہا تو اس نے نفس غلامی کی ضرورت سے ہی انکار کر دیا اور ذہنی اور فکری طور پر بیمار رہنے کو اپنے لیے کافی سمجھا۔ یورپ مسائل حیات کے حل میں فکر ونظر کے اسلامی ورثہ کی شفایابی کا تو قائل نہیں البتہ یونان کے فلسفے اور یونانی فکر کا اپنے کو وارث سمجھتا ہے جس نے اپنی بے مثال سائنسی ترقی سے اس کے اثر اور دھار کو غیر معمولی طور پر تیز کر دیا ہے، لیکن یورپ کی طرح یونان کا سانحہ بھی یہی ہے کہ اس کے پاس علم اور فکر کی جو بھی روایت اور وراثت ہے، وحی الٰہی سے بے نیاز ہو کر اس کی تمام تر بنیاد انسانی عقل اور تجربے پر ہے۔ تاریخی طور پر فلاسفہ یونان کا زمانہ آخری نبی ﷺ سے دو ہزار سال پہلے حضرت موسیٰ کا زمانہ ہے لیکن یہ لوگ عقل اور فکر کی معراج پر ہونے کے باوجود صحیح آسمانی رہنمائی سے محروم توحید سے بیگانہ اور شرک وبت پرستی میں بری طرح لت پت تھے۔ (علامہ ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں اس کا جا بجا ذکر ہے۔ تفصیل کے طالب اس سے رجوع کر سکتے ہیں۔ واقعہ ہے کہ فتاویٰ کی یہ جلدیں اسلامیات کا دائرۃ المعارف ہیں اور اس موضوع کے کسی محقق کو ان سے بے نیاز نہیں رہنا چاہیے)۔

البتہ تجربے اور زمینی ریسرچ میں ان کی محنت اور ریاض قابل رشک تھا۔ وہ پشت پر کشکول کو بدن پر ڈال کر برسوں برسوں کے لیے آبادیوں میں نکل جاتے۔ اس کشکول میں لوگ پشت سے جو کچھ ڈال دیتے وہ اسی پر گذر اوقات کرتے اور اپنی وابستہ اکیڈمیوں کے پروجیکٹس کو آگے بڑھانے کے لیے وہ برسہا برس دربدر کی خاک چھانتے رہتے۔ کوئی سچائی اور انصاف کی حقیقت کو معلوم کرنے کی مہم پر ہوتا تو کوئی اخلاق کی گتھی کو سلجھانے میں سرگرداں ہوتا۔ فلاسفہ یونانی کا ایک طبقہ سوفسطائیوں (Sophists) کا ہے۔ سچائی اور انصاف اور اخلاق (Morality) کے بارے میں ان کے نتیجہ وتحقیق کے نمونے کو دیکھیے۔ سچائی اور انصاف (Justice) کے بارے میں ان کا کہنا ہے:

"Might is right and justice is the interest of the stronger" (طاقت ہی حق ہے یعنی کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس اور انصاف (justice) کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب ہے طاقتور کے مفادات کی حفاظت کرنا)۔

اسی طرح اخلاق کے بارے میں ان کا کہنا ہے:

"Morality is week's invention to neuteralize the stronger" (اخلاق کمزور کی ایجاد ہے جس سے کہ وہ طاقتور کو اپنے سے دور رکھنے میں مدد لے سکے)(۱)

(۱) افادہ بھائی سلیم پیرزادہ قومی صدر پرچم پارٹی آف انڈیا، انہوں نے فلسفہ کی تاریخ "History of Philosophy" کے نام سے کتاب کا مطالعہ کیا تھا، سوفسطائیوں کا یہ قول اس میں تھا۔ اوپر ان کے فائدہ بھی انہی کا ہے جس پر یہ اضافہ بھی تھا کہ وکلاء کے اس وقت کے کوٹ میں پشتہ سے جو پھول نما نشان بنا ہوتا ہے اس کی علامت ہے۔ جاڑے کے عام گارڈنوں میں بھی اب اس کا عام رواج ہے۔ برادر سلیم پیرزادہ دانشور سیاست داں ہیں اور متعلق موضوعات پر ان کا مطالعہ غیر معمولی طور پر وسیع ہے۔ افسوس ہے کہ قوم کی طرف سے ان کی قدر دانی نہیں ہے۔

عقل کتنی ہی رسا ہو اور تجربے کی خراد پر اس کو کتنا ہی گھسا اور اس کی بھٹی میں اس کو کتنا ہی تپایا جائے وحی الٰہی سے بے نیاز ہو کر اس سے جزوی صداقتوں کا ہی ظہور ہو سکتا ہے۔ صداقت کاملہ کا حصول اس کی بنیاد پر ناممکن ہے۔ اس کے برعکس حکومت اور سیاست جب وحی آشنا ہوتی ہے تو کمزور کو انصاف کی بھیک نہیں مانگنی پڑتی اور طاقتور کو انصاف کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے لیے مجبور ہونا پڑتا ہے، چنانچہ ایسے سربراہ مملکت کی طرف سے اپنے ماتحت عوام کو اس کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے کہ:

"والضعيف فيكم قوى عندى حتى أرد عليه حقه ان شاء الله، والقوى فيكم ضعيف عندى حتى آخذ الحق منه ان شاء الله" (ابن ہشام: السیرۃ النبویہ ۴/۱۵۲۰، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، القاہرہ، راجع اصولہا وعلق علی حواشیہا، نخبۃ من العلماء، خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی تاریخی تقریر کا ایک حصہ)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تمہارا کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک کہ میں اس کو اس کا حق واپس نہ دلوادوں بشرطیکہ اللہ چاہے، اور تمہارا طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے حق وصول نہ کرلوں بشرطیکہ اللہ چاہے)۔

وحی الٰہی سے بے نیاز ہوکر آج کے ترقی یافتہ یورپ اور امریکہ نے اپنی انفرادی اور خاندانی زندگی تو تباہ کی ہی ہے۔ دنیا کی حکومت اور سیاست کو بھی انہوں نے بری طرح آلودہ کررکھا ہے۔ پامال مسیحیت کے پاس چونکہ کوئی قوانین جنگ نہ تھے۔ انہوں نے جنگ عظیم اول ودوم میں اخلاق وانسانیت کی تمام حدوں کو پار کردیا اور پوری دنیا میں تباہی اور بربادی کا وہ طوفان برپا کیا کہ انسان تو انسان حیوانوں کو بھی اس میں شرم آئے۔ ان دونوں جنگوں کے اصل حریف جرمنی اور روس مذہبی طور پر عیسائی تھے اور باقی ان کے حلیف تھے۔ ان دونوں جنگوں میں محتاط انداز کے مطابق چار کروڑ لوگ مارے گئے۔

جنگ عظیم اول میں ۸۰ لاکھ لوگ مارے گئے اور ۲ کروڑ ۱۰ لاکھ زخمی ہوئے۔ جنگ عظیم دوم میں صرف فوجی ایک کروڑ ستر لاکھ اور ایک کروڑ ۳۰ لاکھ عام شہری موت کے منہ میں گئے۔ ہم نے چار کروڑ راؤنڈ فیگر لکھی ہے، ورنہ جنگ عظیم اول کے زخمیوں میں مرنے والوں کو شامل کرنے پر یہ تعداد اس سے زائد ہوتی ہے۔ بحوالہ سہ روزہ دعوت، نئی دہلی یکم ستمبر ۱۹۹۵ء، زیر عنوان: جنگ کی ہولناکی اور سیاسی لیڈرشپ۔

خود ہمارے ملک کے ایک لاکھ فوجی ان دونوں جنگوں میں کام آئے جو اس وقت برطانیہ عظمیٰ کے زیر نگیں تھا جن میں سے ۱۳ ہزار کے نام دہلی کے انڈیا گیٹ پر کندہ ہے جسے کوئی ابھی جاکر پڑھ سکتا ہے۔ جنگ عظیم دوم کے بعد جرمنی کے پرٹوٹ گئے اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہوا اور برطانیہ عظمیٰ اپنی محدود چہار دیواریوں میں محصور ہوگیا۔ آج ان دونوں کی وراثت یک قطبی دنیا کے واحد سپر پاور امریکہ عظمیٰ کے ہاتھ آئی ہے جو جمہوریت اور عدل وانصاف کو تو چھوڑیئے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرافت اور انسانیت کی تمام حدوں کو پار کرتے ہوئے ویتنام اور کوریا کے بعد اب افغانستان اور عراق میں اپنی چیرہ دستیوں کا جال پھیلائے اور ان پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ ایران کو وہ آنکھیں دکھا رہا ہے۔ سعودی عرب اور قطر میں وہ باقاعدہ اپنے فوجی اڈے قائم کیے ہوئے ہے اور لاکھوں کی تعداد میں اپنے فوجیوں کو وہاں گھسائے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ جاپان، جنوبی کوریا یہاں تک کہ ایک ہو جانے کے بعد جرمنی اور برطانیہ میں بھی اس کی فوجیں تعینات ہیں جنہیں ان ملکوں کے عوام کی مرضی کے علی الرغم وہ ان کو وہاں سے ہٹانے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ یہ وہی یونانی سوفسطائیوں کی Might is Right جس کی لاٹھی اس کی بھینس والی سیاست ہے، جس میں یورپ کا بعد کا اضافہ ہے کہ: All is fair in love & politics عاشقی اور سیاست میں سب کچھ درست ہے، نیز یہ کہ Power Corrupts and absolute power corrupts absolutely اقتدار انسان کو بدکردار بناتا ہے اور یہ اقتدار جتنا مکمل اور بھرپور ہوتا ہے، اس کی بداطواری اور بدکرداری بھی اتنی ہی بے لگام ہوتی ہے۔ ہندوستان میں اپنے ڈھائی سو سالہ دور اقتدار میں انگریزوں نے سیاست کا ایک ایسا ہی اصول وضع کیا تھا کہ: لڑاؤ اور حکومت کرو Divide & Rule، وہ ہندوستانی ریاستوں کو آپس میں ایک دوسرے سے الجھائے رکھتے تھے اور اسی کا فائدہ اٹھا کر ملک پر اپنے اقتدار کو مستحکم سے مستحکم کیے جاتے تھے۔ دنیا چلانے کے لیے ہدایت الٰہی اور وحی آسمانی دوسرے لفظوں میں آخری محمدی شریعت سے بے نیاز ہو کر یورپ اور امریکہ نے اپنا خود نقصان کیا ہے اور اپنے پیر پر کلہاڑی ماری ہے۔ اس کے نتیجہ میں حکومت اور سیاست کی سیاہ کاریاں اور تباہ کاریاں اپنی جگہ، خود ان کی ذاتی اور خاندانی اور معاشرتی زندگی بالکل تہہ و بالا ہو کر رہ گئی ہے۔ ان کے اپنے گھر ویران اور بوڑھوں کے گھر (old age homes) آباد ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جرمنی اور روس اور یورپ کے دوسرے بہت سارے ممالک میں قلت آبادی کا سنگین مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکوں کی لڑکوں سے اور لڑکیوں کی لڑکیوں سے شادیاں ہوں گی اور ان کو قانونی جواز عطا کر دیا جائے گا تو اس کا یہ خوفناک انجام تو سامنے آنا ہی ہے۔ Homosexuality اور Lesbianism کی برائیاں سماج میں پہلے بھی تھیں۔ یہ کوئی آج کا عجوبہ نہیں (اس کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب 'اسلام کا نظریۂ جنس' کی متعلقہ بحثیں دیکھی جا سکتی ہیں، مطبوعہ ادارہ علم وادب علی گڑھ)۔

لیکن اس وقت ان برائیوں کو برائی سمجھا جاتا تھا لیکن آج عقل کے زور پر یورپ اور امریکہ کی طرف سے اس کو قانونی سند دے دی گئی ہے اور معاشرتی سطح پر باقاعدہ اس کو سند جواز عطا کر دیا گیا ہے۔ اس صورت حال کے پس منظر میں حکیم الامت نے اگر یہ کہا تھا تو بالکل سو فیصد درست کہا تھا کہ '' آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد''۔

بدھ مت اور ہندومت کی پسپائی:

یورپ، امریکہ اور روس میں معاملات دنیا سے عہدہ برآری کے حوالہ سے عیسائیت نے اپنی نارسائی کا ثبوت دیا تو چین، جاپان، سری لنکا اور باقی جنوب مشرقی ایشیا میں بدھ مت نے اور ہمارے وطن عزیز برصغیر ہند میں اس کے حوالہ سے ہندومت نے پسپائی اختیار کر لی۔ ترک دنیا کے علمبردار، اہنسا کے پجاری بودھ مت کے پیروکاروں نے چین کے خونیں ماؤ انقلاب میں ان اصولوں کی جیسی دھجی بکھیری ہے، وہ انسانی تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ محتاط ترین اندازے کے مطابق اس انقلاب سرخ میں ایک کروڑ سے زائد مسلمان تہہ تیغ کیے گئے۔ عیسائی جرمنی کے حلیف بدھسٹ جاپان نے جنگ عظیم دوم میں ملیشیا و دیگر اپنے زیر قبضہ ممالک میں جو مظالم کیے اور اس سے پہلے اپنی کالونیوں کوریا اور چین میں جن ستم رانیوں اور ہولناکیوں کا مظاہرہ کیا، اس کے زخم سے آج تک یہ ممالک کراہ رہے ہیں۔ آج بھی چین اور کوریا میں وہ خواتین زندہ ہیں جن کو جاپانیوں نے اپنے دور اقتدار میں اپنی داشتاؤں کے طور پر استعمال کیا۔ اور وقتاً فوقتاً وہ ان سے ان زیادتیوں کے لیے معاوضے کی گہار لگاتی رہتی ہیں۔ شاید جاپان کے انہی جرائم کی سزا تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اسے ہیروشیما اور ناگاساکی پر امریکی بمباری کی صورت میں ملی جس میں قریب ڈھائی لاکھ لوگ مارے گئے (ویکیپیڈیا کے مطابق ۶ راگست ۱۹۴۵ء کو ہیروشیما پر امریکی بمباری میں ۹۰ ہزار سے لے کر ایک لاکھ ۶۶ ہزار اور اس کے تین دن بعد ۹ راگست ۱۹۴۵ء کو ناگاساکی پر امریکی بمباری میں ۸۰ ہزار لوگ مارے گئے اور لاکھوں کی تعداد میں اس بمباری کے نتیجہ میں جو لوگ عبرتناک طور پر ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے وہ اس کے علاوہ ہیں جن کے بقایا جات اب بھی موجود ہیں۔ آگے کی جوان کی نسلیں معذور پیدا ہو رہی ہیں وہ اس پر مستزاد ہیں)۔

اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے۔ ترقی یافتہ جاپان آج تک اس سانحہ عظیم کے زخم کو چاٹ رہا ہے اور فوجی قوت کی حیثیت سے اس کی شناخت ہی ختم ہو گئی ہے جس کی بحالی کا اس کی طرف سے کوئی حوصلہ سامنے نہیں آ رہا ہے۔ بدھ مت کے پاس دنیا کو برتنے اور اس کو چلانے کے لیے ضروری تعلیمات نہ تھیں اور صحیح آسمانی رہنمائی کے حوالہ سے اس کو تلاش کی کوئی طلب نہیں رہی سو اس کا یہ عبرتناک انجام سامنے آنا ہی تھا۔ اس کا تازہ مظاہرہ برما اور اس وقت کے میانمار میں ہو رہا ہے جہاں لاچار روہنگیا مسلمانوں کو وہاں کی بدھسٹ فوجی حکومت کے ذریعہ انتہائی بے دردی کے ساتھ تہہ تیغ کیا جا رہا ہے۔ ۲۰ ہزار سے زائد مسلمان جس میں قابل لحاظ تعداد عورتوں اور بچوں کی ہے، اب تک موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں اور تادم تحریر اس کا سلسلہ جاری ہے۔ عالم اسلام اور عالم عرب بے بس ہے اور طاقتور عالمی برادری خاموش ہے۔ برما کی بدھسٹ حکومت پوری ڈھٹائی سے اپنے اسی موقف پر قائم ہے کہ ۸ لاکھ کی اس پوری آبادی کو یہاں سے چلے جانا چاہیے ورنہ اسی طرح قسطوں میں اس کو موت کے آغوش میں سلا دیا جائے گا (راقم السطور کو موبائل میں اس قتل عام کی ویڈیو دیکھنے کا موقع ملا ہے جس میں ایک شخص ایک کٹے سر کی نمائش کر رہا ہے۔ اس ویڈیو کے دوسرے مناظر دل دہلا دینے والے ہیں جس کی تصاویر کو دیکھنا مشکل ہے)۔

ذاتی، خاندانی اور سماجی سطح پر بودھسٹ چین اور جاپان و دیگر کی جو ناہمواریاں اور بے اعتدالیاں ہیں، اس کا الگ سے مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ چین میں جبری قانون نافذ ہے کہ ایک جوڑے کے ایک سے زائد بچے نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے وہاں بے تحاشا بچوں کی جنین کشی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہورہی ہے۔ جاپان سمیت پورے مشرقی ایشیا کے بدھسٹ ممالک سری لنکا، فلپائن، تھائی لینڈ اور نیوزی لینڈ وغیرہ میں عریانی اور فحاشی اور سیاحت کے نام پر بے حیائی اور بدکاری کا جو دور دورہ ہے وہ بدھسٹ دنیا کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے جس کا مذہب معاملات دنیا سے کامیاب عہدہ برآری میں اس کا ساتھ نہیں دے رہا ہے اور صرف عقل اور تجربے کی بنیاد پر اس کے حل پر اصرار کیے ہوئے ہے۔

وطن عزیز ہندوستان کا حال بھی اس پہلو سے کم تشویشناک نہیں ہے اور یہی ہماری گفتگو کا آخری پڑاؤ ہے جس پر ہم سلسلۂ کلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان کا کئی پہلوؤں سے امتیاز ہے۔ یہ ایک بہت بڑی آبادی کا ملک ہے۔ اس کے یہاں ایک مرتب دستور اور اس کی بالغ نظر جمہوریت ہے جو بہت سارے پہلوؤں سے دنیا کے بہت سارے ملکوں کے لیے آئینہ فراہم کرتی ہے۔ جمہوریت، مسلم بنیادی حقوق، آبادی کی ہراکائی کے لیے یکساں مواقع کی فراہمی اور بے لاگ طریقہ پر ہر ایک کے لیے عدل وانصاف کی یقین دہانی یہ ہمارے تحریر کردہ دنیا کے طویل ترین دستور کے بڑے امتیازات ہیں لیکن اس دستور کا سب سے بڑا امتیاز اس کا سیکولرزم کا اصول ہے جو اپنی درست تعبیر کے لحاظ سے تو مثبت ہے لیکن عملی طور پر اس کے منفی اثرات زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ دستور ہند کی سیکولرزم کی دفعہ کا صحیح مطلب ہے کہ ریاست اصولی اور عملی طور پر کسی مخصوص مذہب کی اس طرح طرفدار نہ ہوگی کہ دوسرے مذہب اور اس کے ماننے والوں کے واجب حقوق کی ان دیکھی ہو۔ لیکن دیکھا یہ جارہا ہے کہ ملک عملاً ہندو راشٹر میں تبدیل ہوگیا ہے۔

دستور ہند کے سیکولرزم کے اس اصول کا تقاضا ہے کہ تھانے اور تحصیل میں اگر مندر ہوں تو ساتھ ہی مسجد، گرجا اور گرودوارہ سب ہوں ورنہ کوئی نہ ہو۔ لیکن عملی صورت حال ہے کہ مندر تو ہر جگہ ہے لیکن تحصیل اور تھانے میں مسجد، گرجا اور گرودوارے کا کہیں وجود نہیں (سرکاری سرپرستی میں زمین پر ہندو قوم کی یہ مذہبی علامات محض سطحی اور سرسری ذہنی تسلی کا باعث ہیں ورنہ دراصل اپنی سیاست اور اجتماعیت میں یہ قوم اپنے مذہبی صحائف سے نہیں بلکہ چانکیہ نیتی سے گورن ہوتی ہے جس کا مشہور ترین اصول ہے کہ اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سام، دام، دنڈ، بھید، ہر طرح کی دھوکہ دھڑی، منی پاور، مسل پاور اور مخبری اور جاسوسی جس کی بھی ضرورت ہو، سب کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ہندوستان کی سیاست ہی نہیں بہت بڑی حد تک پورا ہندو معاشرہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسی اصول کا پیروکار نظر آتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ دنیا چلانے کے لیے اس کے پاس اس کے علاوہ دوسرا کچھ ہے ہی نہیں)۔

ملکی قانون میں مذہب بیزاری:

لیکن جیسا کہ میں نے اشارہ کیا کہ سیکولرزم کے حوالہ سے دستور ہند کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ ملکی قانون میں مذہب کا جانبدار ہونے سے زیادہ اس کی زیادہ عملی دلچسپی اس کو جڑ سے اکھاڑنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ متاثر کرنے سے ہے۔ ورن آشرم کی علمبردار منوسمرتی کی ہندو وراثت کے حامل بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر کی اس دھرتی میں ظاہر ہے ملک کو اسی کے مطابق نہیں چلایا جاسکتا تھا جس کی بنیاد پر بربنائے اضطرار اس ملک کو سیکولرزم کی پناہ لینی پڑے۔ اس کے علاوہ ہندو قوم کی مشترکہ خاندان، کمسنی کی شادی، بیواؤں کی ہمیشہ کی تجرد کی زندگی، کیا ذاتی، وراثت میں خلف اکبر کی روایت وغیرہ وغیرہ ہندو مذہب کی قانونی وراثت کی کوئی کل سیدھی نہ تھی جس کی بنیاد پر اس کو ملکی قانون کا درجہ دینا زیر غور آسکتا۔ نتیجے کے طور پر آزادی کے بعد ۵۰ کی دہائی میں ہندو میرج ایکٹ کی تشکیل کے وقت حکومت کو مسلمانوں کے پرسنل لا بالخصوص اس کے حنفی فقہی ورثے سے فائدہ اٹھانا پڑا (اولین وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے اس فیصلے پر اس وقت کے آر ایس ایس سربراہ گولوالکر صاحب بہت ناراض تھے اور نہرو کو طعنہ دیتے تھے کہ آپ تو ہندوؤں کے اوپر محمدی شریعت کو نافذ کر دینا چاہتے ہیں)۔

اس کے باوجود ہندو قوم کو طنطنہ ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے اور شریعت سے دستبردار ہو کر ان کی صف میں شامل ہونا چاہیے۔ مسائل حیات کے حل میں جو ہندو مذہب اور اس کی مذہبی وراثت درماندہ ہے تو مجبوراً ہندو قوم کو عیسائی یورپ کی طرح عقل اور تجربے کی گود میں پناہ لینی پڑ رہی ہے۔ Rape اور Minor Rape کے دل دہلانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے واقعات سے روز کا اخبار اٹا رہتا ہے لیکن مذہب بیزار ہند کو اپنی دوسری بڑی اکثریت کی قانونی وراثت سے استفادہ کی توفیق نہیں۔ نرودا پٹیا کے ۹۷ مسلمانوں کے قتل عام میں ۳۵ عورتیں اور ۳۶ بچے شامل تھے۔ اس کے باوجود اس فیصلے کے فاضل جج صاحب کا اصرار ہے کہ مجرموں کو پھانسی نہیں ہوسکتی اس لیے کہ مہذب دنیا اس کے حق میں نہیں ہے۔ ان کو عمر قید کی سزا ہی دی جاسکتی ہے۔ یہ ایک بڑا سخت چیلنج ہے جس کے لیے بڑے وسیع پیمانے کی ذہن سازی کی مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ برادران وطن کو سمجھایا جائے کہ وہ فکر ونظر کے یورپی حصار سے آزاد ہوں اور اپنے پڑوس کی مذہبی اور قانونی وراثت سے اپنے مسائل حیات کو حل کرنے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کریں۔ اس سلسلہ میں پارلیمنٹ کی قانون سازی سے زیادہ آئے دن ہماری فاضل عدالتوں کی طرف سے جو فیصلے آتے رہتے ہیں، ان کے جائزے کے لیے خود ایک مستقل ادارہ قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ تازہ معاملہ بیویوں کی تنخواہ کا ہے جو اس وقت میڈیا کو گرمائے ہوئے ہے۔

خاتمہ کلام:

اس تفصیل کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ بلاشبہ فکر ونظر کی آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور معاصر دنیا میں ظالم بادشاہتوں اور ڈکٹیٹرشپس کے خاتمے اور استواری دور استبداد سے نجات کے بعد انسانیت کو جو اس کے برتنے کا موقع ملا ہے وہ بہت سے پہلوؤں سے بہت قابل قدر ہے۔ امریکہ اور یورپ کے بعد اس خصوص میں ہمارا وطن عزیز بہت خوش قسمت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی ملک اور معاشرے کی صحیح معنوں میں ترقی اسی وقت ہوتی ہے جبکہ وہ نظام ملکی میں اپنے کو حصہ دار باور کرے۔ وہ ہر موقع پر اپنے دل کی بات کہہ سکے اور ملک اور قوم کی بھلائی اور بہتری کے لیے اس کے ذہن میں جو خیال اور تجویز آئے اس کا وہ بے باکانہ اظہار کرسکے۔ اس کے حق میں فضا ہموار کرسکے اور رائے عام کو ساتھ لے کر اس کے حق میں دباؤ بنا سکے لیکن اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی فکر ونظر کی آزادی کی یہ نعمت انسانیت کے لیے نفع بخش اور کارآمد اسی صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ اس کے پاس صحیح اور غلط، درست اور نادرست اور جائز و ناجائز اور حلال وحرام کا متعین پیمانہ ہو۔ آخری محمدی شریعت کی تابعداری کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالے بغیر انسانیت اس نعمت سے اپنے آپ کو بہرہ ور نہیں کرسکتی، اس لیے اس کے حوالہ سے ہمارے آج کے دانشور طبقے میں سنجیدہ بحث کا آغاز ہونا چاہیے اور تعصبات اور تحفظات سے اوپر اٹھ کر اس کی دفعات کو آنکنے اور جانچنے کا آغاز ہونا چاہیے۔ بصورت دیگر جیسا کہ ابتدا میں ذکر آیا آزادی افکار، بلاشبہ ابلیس کی ایجاد ہے جس سے بچنے اور دور رہنے ہی میں انسانیت کا فائدہ ہے (معاصر دنیا میں آزادی فکر ونظر کا یہی ابلیسی ظہور ہے جس کے نتیجے میں یورپ اور امریکہ میں آخری محمد ﷺ کی شخصیت پر دل آزار فلمیں اور کارٹون بنائے جارہے ہیں جن سے دنیا کی ۲ ارب آبادی کی عقیدت وابستہ ہے جبکہ قرآن میں کافروں اور مشرکوں کے بتوں اور مورتیوں کی بھی بے حرمتی اور ان کے جھوٹے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے)۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں فکر ونظر اور اظہار رائے کی آزادی

ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی

آزادیٔ اظہار رائے موجودہ زمانہ کی ایک اعلیٰ قدر ہے۔ اس کو آج Summum Bonum (خیر اعلیٰ) کہا جاتا ہے۔ جدید نظریہ کے مطابق ہر فرد انسان کو غیر مشروط طور پر آزادی رائے کا حق حاصل ہے۔ ہاں صرف یہ شرط ہے کہ یہ آزادی دوسروں کے لیے کسی عملی ضرر کا سبب نہ بنتی ہو۔ یقینی طور پر اس آزادیٔ رائے کے مثبت ومنفی دونوں پہلو ہیں۔ ہمیں منفی پہلوؤں پر تنقید کرنے کے ساتھ ہی اس کے مثبت پہلوؤں کو appreciate کرنا ہوگا (مثال کے طور پر اس کا مثبت پہلو یہ ہے کہ اب ہر جگہ دعوت کا کام کیا جاسکتا ہے۔ اپنے خیالات کی اشاعت بے روک ٹوک کی جاسکتی ہے، نقد ونظر کا کام کیا جاسکتا ہے۔ اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ چونکہ اظہار رائے کی یہ آزادی ہر آدمی کو اپنے خیالات ظاہر کرنے کی کھلی چھوٹ دیتی ہے تو اس میں ایسی چیزیں بھی آئیں گی جن سے مذہبی اور ملی جذبات کو ٹھیس پہنچے، مثال کے طور اسلام کے خلاف کتابیں شائع ہوں گی پیغمبر اسلام پر حملے ہوں گے، اہانت آمیز فلمیں بنائی جائیں گی اور کارٹون بنیں گے جیسا کہ مغرب کے فسادی وقفہ وقفہ سے کرتے رہتے ہیں۔ اس معاملہ میں مغربی دنیا کی مجبوری ہے کہ وہ اپنے لبرل ازم اور فرد کے مطلق حقوق کو اپنا مذہب مانتی ہے اور اس میں وہ کسی مذہب یا فرقہ کے لوگوں کے جذبات وغیرہ کے باعث کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتی لہٰذا وہ ان چیزوں کو روک بھی نہیں سکتی۔ مسلمانوں کو اس فساد فکر ونظر اور عملی جبر کا مقابلہ کرنے کے لیے او آئی سی، رابطہ عالم اسلامی، عرب لیگ اور دوسرے اداروں کی سطح پر مغرب سے ایسا قانون پاس کرانے کی ضرورت ہے جس میں اہانت رسول پر سخت سزا دی جاسکے، اور اس باب میں اظہار رائے کو بالکل ویسے ہی پابند بنا دیا جائے جس طرح مغرب میں ہولوکاسٹ پر سوال نہیں ہوسکتا اور Anti Semetic کوئی بات نہیں کی جاسکتی۔ جب تک ایسا کوئی قانون نہیں بنتا تب تک ہمارے نزدیک آئیڈیل بات یہ ہے کہ صبر واعراض کی پالیسی اپنائی جائے، اس کے علاوہ اور کوئی آپشن نہیں ہے۔ تاہم اہانت رسول کا کیس مسلمانان عالم کے لیے کوئی عام بات نہیں ہے اور اس پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے لیے جذبات کو قابو میں رکھنا بڑا مشکل ہوتا ہے اس لیے وہ احتجاجی آواز اٹھائیں، مظاہرے کریں، مگر یہ ضرور یاد رکھیں کہ اس سلسلہ میں پرتشدد مظاہرے، سفارت خانوں، کاؤنسلیٹ وغیرہ پر حملے، افراد کا قتل اور آگ زنی وغیرہ کی وارداتیں وغیرہ یہ چیزیں نہ صرف یہ کہ غیر اسلامی اور غلط ہیں بلکہ الٹا اسلام اور مسلمانوں کو ہی نقصان پہنچاتی اور ان کی شبیہ کو داغدار کرتی ہیں۔ ناموس محمد ﷺ کے تحفظ کے نام پر ہونے والے یہ واقعات خود اسوہ محمدی کی صریح مخالفت ہیں (ملاحظہ ہو پاکستان کے معروف عالم و دانشور عمار احمد ناصر کا مضمون، احتجاج وانتقام اور اسلامی اخلاقیات، ماہنامہ الشریعہ اکتوبر 2012)۔ دور جدید کی یہ آزادی فکر اسلام ہی کا ضمنی حاصل (By product) ہے۔ اس کی بدولت ہی یہ ممکن ہوسکا کہ دنیا سے وہ مذہبی تعذیب (persecution) اب ختم ہوگئی جو تاریخ کے تمام ادوار میں جاری رہی۔ موجودہ دور میں پہلی بار ایسا ہوا کہ مذہبی آزادی اور اپنے خیالات کی نشر واشاعت کو کم از کم اصولی طور پر جائز انسانی حق مان لیا گیا۔ البتہ یہاں یہ کہنا ناگزیر ہے کہ گلوبلائزیشن اور روشن خیالی کے اس دور میں فکر ونظر کی آزادی پر بھی مغرب نے اجارہ داری قائم کرلی ہے۔ اور کچھ عالم اسلام اور مشرق کی اپنی کوتاہیوں کے سبب اور کچھ دنیا میں مغربی فکر کے استیلاء کے باعث فکر ونظر اور افکار وتصورات کا سارا flow آج بھی مغرب سے مشرق کو ہی ہوتا ہے، اس کا الٹا نہیں ہو رہا یا نہیں ہونے دیا جارہا۔ مغربی مصنفوں، ناول نگاروں، فن کاروں اور کارٹون سازوں کو بے قید اظہار رائے کے سارے حقوق دیے گئے ہیں جس سے دنیا میں ظهر الفساد في البر والبحر (بحر وبر میں فساد ظاہر ہوگیا) کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے پھر بھی مغرب کی حکومتیں اس کا دفاع کرتی ہیں۔ اور اس دھاندلی کے خلاف اکا دکا آواز اٹھتی ہے تو اس کو نقار خانے میں کوئی نہیں سنتا!!

اختلاف وتنوع خدا کی نشانی ہے، وہ اس کائنات کی ایک عام حقیقت ہے، کوئی بھی دو چیزیں اپنی شکل وصورت اور صفات وحالات میں یکساں نہیں۔ یہ اختلاف ورنگارنگی ہی خدا کی نشانی ہے "وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" (ذاریات: ۴۹)۔ ہر چیز کے ہم نے دو جوڑے بنادیے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) کائنات پر نظر ڈالیے، طرح طرح کے درخت، نوع بہ نوع کی کھیتیاں، قسم قسم کے پھول اور مختلف کلیاں ہیں۔ زمین کو سیراب ایک ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی کرتا ہے، لیکن اس سے کتنے سارے نباتات اگتے ہیں یعنی اختلاف وتنوع کو ہی خدا نے پسند فرمایا ہے۔ اختلاف ایک فطری حقیقت ہے۔ جب تک وہ فطرت سے ہم آہنگ ہے تو حسن حیات ہے۔ پھر انسان عقل وشعور اور فکر کی صلاحیت رکھتا ہے۔ فکر اللہ کی عظیم نعمت ہے، جدید تحقیقات کے مطابق دو انسانوں کی آوازیں حتی کہ ایک آدمی کے ہاتھ کی لکیریں بھی دوسرے انسان کی لکیروں سے جدا ہوتی ہیں، سب کے عقل وشعور کی قوتیں بھی مختلف ہیں، غور وفکر کے انداز بھی جدا۔ غور وفکر سے ہی اختلاف رائے پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے اختلاف رائے کو اسلام مثبت نظر سے دیکھتا ہے۔ ہر مسلمان کو کسی بھی مسئلہ میں اپنی رائے رکھنے اور اس کا اظہار کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ البتہ وہ اختلاف جو حدود سے نکل جائے، جو مخالفت اور تفرقہ اور گروہ بندی پر منتج ہو شرعا ممنوع ہوگا۔ اس کی اجازت نہ ہوگی۔ اسی غلط اختلاف نے امت کو زوال سے دوچار کیا ہے۔

فکر ونظر کی آزادی کا اسلام نے زبردست اہتمام کیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے عہد اور خلفاء راشدین کے عہد میں اس کی تابندہ مثالیں قدم قدم پر ملتی ہیں۔ عہد نبوی میں غلاموں، خواتین اور غریبوں و ناداروں کو حقوق انسانی ملے۔ مردوں کے ساتھ ہی خواتین بھی اظہار رائے ،اور دوسرے تمام بنیادی حقوق سے بہرہ ور ہوئیں۔ جس کی مثالوں سے پوری سیرت بھری ہوئی ہے۔ اس عہد میں ایک عورت مردوں کی طرح مسجد میں جا کر اپنی بات پوری صفائی سے اللہ کے رسول کے سامنے رکھ سکتی تھی، وہ کسی کو بھی پناہ دے سکتی تھی، مختلف معاملات میں آپؐ سے خوشگوار بحث کر سکتی تھی، آپ کو پالیسی میٹرز میں مشورہ دے سکتی تھی جیسا کہ ام سلمہؓ نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ کو صائب مشورہ دیا۔ عورت کی آواز آسمانوں میں سنی گئی اور **قد سمع الله قول التی تجادلک فی زوجها** (اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے جھگڑا کرتی تھی) (مجادلہ:1) نے خولہ بنت ثعلبہ کی رسول اللہ ﷺ سے بحث کو لازوال بنا دیا۔ جیسا کہ حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر کی جانب سے اعلانیہ اور زور وشور سے بات رکھی، مسجد مرد وخواتین کے لیے ایک کھلی جگہ تھی۔ مردوں کے درمیان ان کے اس اعلان پر کسی نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف نہیں کیا۔ درحقیقت مسلم خواتین کے لیے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی کہ وہ اس طرح علانیہ اپنی بات رکھیں (کتب سیرت بیان کرتی ہیں کہ آپ کی صاحب زادی حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص سے ہوا تھا جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ زینبؓ اپنے شوہر سے بے انتہا محبت کرتی تھیں مگر اختلاف مذہب نے نتیجتاً ان کو الگ کر دیا۔ تاہم دونوں میں سے کسی نے بھی دوسری شادی نہیں کی۔ جنگ خندق کے چند مہینوں بعد آپ ﷺ نے شمال سے آنے والے ایک تجارتی قریشی قافلہ کو روکنے کے لیے مہم روانہ کی۔ اس دستہ نے قافلہ کے سامان پر قبضہ کر لیا اور بیشتر افراد کو قید کر لیا، کچھ بھاگ نکلے جن میں ابوالعاصؓ بھی تھے جنھوں نے مدینہ آ کر رات کی خاموشی میں انہوں نے اپنی بیوی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، زینبؓ نے انہیں اندر آنے دیا۔ صبح کا وقت ہوا، زینبؓ معمول کے مطابق نماز کے لیے مسجد گئیں، تکبیر تحریمہ کہی گئی تو انہوں نے اس چھوٹے سے وقفہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بلند آواز میں کہا ''اے لوگو! میں ربیع کے بیٹے ابوالعاص کو پناہ دیتی ہوں'' جب نماز ختم ہوگئی، تو آپؐ نے جنہیں ابوالعاص کے آنے کے بارے میں علم نہیں تھا، صحابہؓ سے تصدیق چاہی کہ کیا انہوں نے بھی یہ اعلان سنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ پناہ دی جا چکی ہے۔ خواہ میری بیٹی کی طرف سے ہو یا کسی عام مسلمان کی جانب سے، اس کا احترام ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو Seyd Hamid Muhsin ,Follow me God Will Love you Second Edition2012 65,1st street SRK Garden (Jaiyanagar East BangloreP:192-193) اسی طرح ماتحتوں اور غلاموں کو بھی اظہار خیال کی پوری آزادی تھی۔ حضرت عمرؓ کے پاس جب ایک قبطی حضرت عمرؓ بن العاص اور ان کے صاحبزادے کی شکایت لے کر پہنچا تو خلیفہ عادل نے انہیں بلا کر سزا دی اور قبطی کو انصاف دلوایا اور اپنا مشہور قول کہا: متی استعبدتم الناس و قد ولدتهم أمهاتهم أحرارا ''تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا لیا جب کہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا تھا'' (دور حرية الراى فى الوحدة الفكرية للمسلمين، عبدالمجید النجار، ص المعہد العالمی للفکر الاسلامی، الطبعۃ الثانیہ 1425ھ 2005 ہیرندن ورجینیا، امریکہ Grove555) ایسے ہی کسی موقع پر حضرت علیؓ نے فرمایا:

ایھاالناس ان آدم لم یلد عبدا ولاامة وان الناس کلھم أحرار (نہج السعادۃ ج۱، 1981 بحوالہ دور حرية الرائے صفحہ ۱۲) (لوگو! آدم نے کسی غلام یا باندی کو جنم نہیں دیا تھا، اس لیے سب لوگ اصل میں آزاد ہیں)۔ ایک بار عمر فاروقؓ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک مسلمان نے ان پر کوئی اعتراض کیا اور اعتراض میں شدت برتی مجلس کے لوگوں نے اسے خاموش کرانا چاہا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ نے روک دیا اور فرمایا: ''اسے کہنے دو، اگر تم ہی ایسی باتیں نہیں کہو گے تو تم میں خیر نہ ہوگا، اور ہم اگر ان باتوں کو نہ سنیں گے تو ہم خیر سے خالی ہوں گے'' (ایضا، ص۹)، ایسا ہی ایک واقعہ اسلامی تاریخ میں کافی مشہور ہے کہ جب مدینہ میں مسلمانوں نے اپنی بیٹیوں کے لیے زیادہ مہر لینے کا رواج شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا کہ کوئی بھی چار ہزار درہم سے زیادہ مہر نہ مانگے گا اور نہ دے گا، بصورت دیگر زائد مال ضبط کر لیا جائے گا اور بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

اس حکم کے صادر کرنے کے بعد جب حضرت عمرؓ ممبر سے نیچے اترے تو ایک بوڑھی عورت کھڑی ہوئی اور پر اعتماد لہجے میں بولی:

''اس معاملہ میں قرآن نے کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے، عمر کو کوئی حق نہیں ہے کہ مہر کی کوئی حد مقرر کریں۔'' اپنے اس قول کی تائید میں اس نے بہ آواز بلند قرآن کی یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ''اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ کا خزانہ دے رکھا ہو، تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو'' (النساء:20) فوراً ہی خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور کہا: ان امرأة خاصمت عمر فخصمته (ایک عورت نے عمر سے بحث کی اور اس میں جیت گئی) (مصنف عبدالرزاق، ط ۲، بیروت المکتب الاسلامی 1404ھ)۔

اسلام آزادئ رائے کا نقیب بن کر آیا۔ ایمان اسلامی دائرہ میں خود عقل، وجدان اور انسانی ضمیر کی آزادی کا سب سے بڑا سبب بنا۔ ایمان کے ذریعہ ہی عقل کو تمام توہمات اور گمراہ کن چیزوں سے آزادی ملی اور ایمانی عقل ایک آزادانہ غور وفکر کرنے والی اور تجزیہ واستدلال کرنے والی عقل ہوگئی (دور حریة الرای فی الوحدة الفکریة للمسلمین، عبدالمجید النجار، المعهد العالمی للفکر الاسلامی، الطبعة الثانیة 1425ھ 2005 ہیرندن ورجینیا امریکہ Grove555) آزادی کی یہ روح تمام صحابہ میں جذب ہوگئی تھی وہ اس کی قوت واپیلنگ کو سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت ربعی بن عامرؓ نے رستم کے اس سوال کے جواب میں کہ "ما الذی اخرجکم؟" فرمایا: "الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد الی عبادة الله وحده و من جور الادیان الی عدل الاسلام" (کس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز نے تمہیں نکالا ہے؟ کہا: ہمیں اللہ نے بھیجا ہے تا کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف لائیں اور دوسرے مذاہب کے ظلم سے بچا کر اسلام کے عدل کی طرف لائیں) (ایضاً ص۹) گویا ضمیر، وجدان، ارادہ اور تعبیر و تحریک ہر پہلو سے انسان کی آزادی اور آزادیٔ رائے کی حفاظت و نگرانی اسلام کے اہداف اور جہاد اسلامی کی روح ہے۔ حریت رائے کی بنیاد پر ہی پورا ایمانی معاشرہ تمام امور میں شریک تھا۔ کسی بھی درجہ کا کوئی معاملہ ہوتا سبھی لوگوں کو اس میں شریک کیا جاتا۔ چرواہوں سے چراگاہوں میں، پردہ نشینوں سے پردوں کے اندر اجتماعی معاملات میں مشورہ لیا جاتا۔ چنانچہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے سلسلہ میں جب چھ رکنی انتخابی کمیٹی نے استصواب رائے عامہ کا معاملہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حوالہ کر دیا تو حافظ ابن کثیر کے مطابق انہوں نے مدینہ میں رہنے والے تمام لوگوں، جوانوں، بوڑھوں، بچوں، اور یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے اور بادیہ نشینوں سے اور مسافروں سے بھی ان کی رائے جاننے کا اہتمام کیا۔ عبدالرحمان نے رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے تین شبانہ روز سخت محنت کی۔ دن میں لوگوں سے ملنا، رات کو نماز و دعائے خیر میں مصروف رہنا اور اللہ تعالیٰ سے بہتری کی توفیق چاہنا ہی ان کا مشغلہ رہا۔ کوئی مرد یا عورت اور جوان یا بچہ یا بوڑھا ایسا نہ ملا جو حضرت عثمان کے مقابلہ میں علی یا کسی اور کو خلافت کا مستحق سمجھتا ہو۔ ابن کثیر فرماتے ہیں:

نهض عبد الرحمان بن عوف رضى الله عنه يستشير الناس فيهما ويجمع رأى المسلمين برأى رؤوس الناس وأقيادهم جميعا و أشتاتا، مثنى وفرادىٰ ومجتمعين، سرا وجهرا، حتى خلص الى النساء المخدرات فى حجابهن و حتى سأل الولدان فى المكاتب و حتى سأل من يرد من الركبان والاعراب الى المدينة في مدة ثلاثة ايام بلياليها. فلم يجد اثنين يختلفان فى تقدم عثمان بن عفان إلا ماينقل عن عمار (بن ياسر)و المقداد (بن الاسود)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انهما اشارا بعلی بن ابی طالب، ثم بایعا مع الناس، فسعی فی ذلک عبدالرحمن بن عوف ثلاثة ایام بلیالیها لایغتمض بکثیر نوم، الا صلاة و دعاء و استخارة و سؤالا من ذوی الرأی عنهما، فلم یجد أحدا یعدل بعثمان بن عفان رضی الله عنه (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۴۶)۔

اس کے علاوہ صدر اول کی تاریخ پوری فکر ونظر کی آزادی کی تاریخ ہے، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ صدر اول میں ہمیں فکر ونظر کی آزادی پوری آن بان کے ساتھ نظر آتی ہے جب ایک فقیہ کو یہ کہنے کا یارا تھا کہ حدیث اور آراء صحابہؓ کے تو ہم پابند ہوں گے مگر جب بات ہمارے جیسے معاصر علماء وفقہاء کی ہو تو ھم رجال ونحن رجال (وہ بھی انسان ہیں ہم بھی انسان)، جب فقہ میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہ کے پہلو بہ پہلو فقہ اوزاعی، فقہ داؤد ظاہری اور فقہ جعفری اور فقہ اباضی بھی پھل پھول رہی تھیں اور بہت سے مکاتب فکر موجود ہوا کرتے، جب اسحاق بن راہویہؒ، امام شعبیؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام حسن بصریؒ امام اوزاعیؒ اور امام لیث بن سعدؒ اور ابن جریر طبریؒ جیسے ائمہ فکر وفقہ کے حلقہائے درس قائم تھے، اور کسی کو نہ برسر باطل سمجھا جاتا نہ حق کو بس کسی ایک فقہ میں محصور خیال کیا جاتا۔ خلیفہ منصور کے عہد میں امام مالکؒ نے اپنی کتاب مؤطا کو پوری امت کے لیے دائمی قانون اور دستور العمل بنانے سے منع کر دیا تھا کیونکہ انہیں خوب اندازہ تھا کہ ایسا کرنے سے علم وفکر اور تحقیق کے رواں دواں قافلہ کو بریک لگ سکتا ہے (ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ 307)۔

حریت فکر کیا ہے: اس کے لیے ہمیں حریت اور فکر دونوں تصورات کا مفہوم متعین کرنا ہوگا۔ کتب لغت کے مطابق فکر کسی معاملہ میں نظر یا خیال کو عمل میں لانے کو کہتے ہیں (اِعمال النظر او الخاطر فی الشئ، دیکھیں: ابن منظور: لسان العرب، الفیر وزآبادی: القاموس، مادہ فکر) یعنی فکر کسی چیز کی معرفت کے لیے حرکتِ ذہنی سے عبارت ہے۔ قرآن میں فکر وتفکر کا زیادہ تر استعمال آیات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ اورخلق اللہ کے سلسلہ میں آیا ہے۔فرمایا: کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون (اسی طرح اللہ تعالی اپنے احکام صاف صاف تمہارے لیے بیان فرمارہا ہے، تاکہ تم سوچ سمجھ سکو) (البقرہ:219)،ویتفکرون فی خلق السماوات والارض ربنا ماخلقت ھذا باطلا (اورجوآسمانوں اورزمین کی پیدائش میں غوروفکرکرتے ہیں اورکہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تونے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے) (آل عمران:191)،زمخشری کہتے ہیں کہ حریت:اِعمال الذھن فی آیات اللہ للوصول الی حقیقۃ وجودہ وصفاتہ کا نام ہے (تفصیل کے لیے دیکھیں: ڈاکٹرعبدالمجیدالنجار: دورحریۃ الرائے فی الوحدۃ الفکریۃ بین المسلمین رص ۲۸) (یعنی اللہ کی آیات میں ذہن کوحرکت میں لانا تاکہ اس کے وجوداوراس کی صفات کی حقیقت تک رسائی ہو)، بعد کے علماء ومفکرین اس کودوسرے لفظوں میں ''معلوم سے مجہول کی طرف جانے کے لیے حرکتِ ذہنی سے''تعبیرکرتے ہیں۔اسی کیفی مفہوم کو الفاظ کے اختلاف مگرمفہوم میں کسی قدریکسانیت کے ساتھ ابن سینا (متوفی 428 ھ)،امام فخرالدین رازیؒ (متوفی 606)،ابن خلدونؒ (متوفی 808)اورسیدشریف جرجانیؒ (متوفی 816ھ)وغیرہ نے بیان کیا ہے (ایضا)۔

حر:عربی زبان میں فعل کریم (شریفانہ طرزعمل)، حرۃ: الکریمۃ من النساء (معززخاتون)الحر من الناس: خیارھم وافاضلھم (اچھے اورنیک لوگ) کوکہتے ہیں (دیکھیں: ڈاکٹرمحمدمحمودالجمال :الحریۃ وتطبیقاتہا فی الفقہ الاسلامی، کتاب الامہ، عدد138، رجب 1431النسۃ الثلاثون)،عرب آزادی وحریت کو انسانی شرف اوررق وغلامی کو ننگ وعارسمجھتے تھے۔ڈاکٹرالدرینی نے حریت کی تعریف یوں کی ہے: وہ عمومی صلاحیت جوشارع نے تمام انسانوں کو برابری ہے اورکوئی بھی کام کرنے کا اختیاردیا ہے، بشرطیکہ دوسرے کونقصان نہ پہنچایاجائے'' (ایضارص ۴۱) مغربی مفکرین میں جان اسٹیوارٹ مل کی تعریف بھی اسی سے ملتی جلتی ہے، البتہ اس میں ظاہر ہے کہ شارع کا حوالہ نہیں ہے (ایضا، ۴۳)؛البتہ کانٹ نے اپنی تعریف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ں حریت کو قانون اخلاقی کا پابند بنایا ہے (ایضا، ص ۴۲)؛ صوفیاء میں جرجانی نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ "الخروج عن رق الکائنات وقطع جمیع العلائق والاغیار (کائنات کی غلامی سے نکلنا اور اس کی اشیاء سے اپنا ناطہ توڑ لینا ہے) سے کی ہے (ایضاء، ص ۴۲) علامہ اقبال کے فلسفہ خودی میں بھی اس عارفانہ تعریف کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔

وجہ کیا ہے کہ اسلام نے حریت فکر کو اتنی اہمیت دی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کا تاریخی ونفسیاتی مطالعہ بتاتا ہے کہ جس طرح انسان ایک مل جل کر رہنے والی مخلوق ہے (ابن خلدون کے الفاظ میں مدنی الطبع اور ارسطو کے الفاظ میں ایک Social Animal ہے)، اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان خود ایک عالم اصغر ہے۔ ہر انسان اپنا ایک الگ وجود رکھتا ہے، وہ اپنی جگہ خود ایک چھوٹی سی دنیا ہے، اس کی اپنی ایک رائے ہے، اپنی انفرادیت ہے۔ شرعی احکام کا بھی اصلا واولا مخاطب فرد ہی ہے۔ خدا کے یہاں بھی فرد ہی جواب دہ ہوگا۔ اجتماع بھی اصل میں فرد کے تزکیہ کے لیے ہوتا ہے۔ گویا جس طرح انسان کی اجتماعیت پسندی ایک واقعہ ہے اسی طرح انسانی طبیعتوں اور رجحانات کا اختلاف بھی زندگی کی ایک حقیقت ہے۔ فکر وخیال کی بوقلمونی ہی دنیا کو زیب دیتی ہے۔ گویا اختلاف سے مفر نہیں۔ وہ معاشرہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کے مختلف پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ انسان کے فکر وخیال کو مہمیز ملتی ہے۔ تفکر کی صلاحیت بیدار ہوتی ہے۔ ذہن تخلیق کی طرف مائل ہوتا ہے یعنی اختلاف انسانی معاشرہ کا ایک وصف بھی ہے اور ارتقاء کے لیے ناگزیر ضرورت بھی۔ اسی لیے دیکھا جاتا ہے کہ انسان کی فکری تاریخ میں ہمیشہ اختلاف رائے رہا ہے، ہر نسل پچھلی نسل سے اختلاف کرتی آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اختلاف اپنے آداب وحدود کے اندر رہے تو ناپسندیدہ نہیں۔ اصل مسئلہ وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں اختلاف رائے کی آڑ میں خودرائی، ذاتی انا، شخصیت پرستی، عصبیت اور پارٹی بندی کے مہلک جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف مخالفت میں بدل جاتا ہے اور فساد کا باعث بنتا ہے؛ تاہم فکر ونظر کی آزادی کا اسلامی تصور مغرب کی طرح بے قید آزادی کا تصور نہیں ہے۔ اس کو بعض اصولوں کی پابندی کرنی ہوگی:

(۱) لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ (اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے) (الانعام:108) کے مصداق دوسرے مذاہب اور افکار پر لعن طعن والے انداز میں تنقید درست نہ ہوگی۔ نہ ان کے مذہبی پیشواؤں اور مسلمہ شخصیات کی اہانت کی جائے گی۔ اس میں فکر ونظر کی آزادی کا اسلامی تصور مغربی تصور آزادی سے مختلف ہو جاتا ہے۔

(۲) حکم لگانے میں جلدی نہ کی جائے، بلکہ حتی الامکان دوسروں کے لیے عذر تلاش کیا جائے۔ اہل سنت کے یہاں متفق علیہ ہے کہ ''اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی'' (شرح عقائد نسفی اور شرح عقیدہ طحاویہ)، کسی کی تکفیر تبھی کی جا سکتی ہے جب وہ اسلامی عقائد کا منکر ہو، توحید ورسالت کو نہ مانے اور ضروریات دین کا انکار کرے۔ جو لوگ اس زمرے (کیٹیگری) میں نہیں آتے بلکہ اہل ایمان اور دین کے وفادار ہیں ان کی جزوی غلطیوں اور بعض اختلافی رایوں یا اجتہادی تفردات کے باعث ان کی تکفیر نہیں کی جا سکتی۔ محض بعض ایسی عبارتوں کے سبب جن کی توجیہ کی جا سکتی ہے کسی کی تکفیر کرنا اتنی سنگین بات ہے کہ وہ خدا ورسول کی لعنت کا مستحق بنا دیتی ہے۔ اور امت کے اکابر اہل علم اس معاملہ میں بہت حساس رہے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں:

''اگر کسی مسئلہ میں کئی وجوہ موجب تکفیر ہوں اور ایک وجہ مانع تکفیر ہو تو مفتی کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کی طرف اپنا میلان ظاہر کر دے جس سے تکفیر کی نفی ہوتی ہو'' (شامی ۳/ ۳۱۲) اسی طرح امام ملا علی القاری حنفیؒ شرح فقہ اکبر میں تکفیر مسلم پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''علماء نے مسئلہ متعلقہ بالکفر کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمہ کفر کے ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا تو قاضی و مفتی کے لیے بہتر یہ ہے کہ کفر کی نفی والے احتمال پر عمل کرے، کیونکہ ہزار کافروں کے کفر میں غلطی کرنا بھی اس سے بہتر ہے کہ ایک مسلمان کو کافر قرار دے دیا جائے'' (دیکھیں: شرح عقود رسم المفتی: ۲۹)۔

(۳) علمی گفتگو میں نیتوں پر حملہ کرنے اور کسی کے اخلاص پر سوالیہ نشان کھڑا کرنے کی قطعی گنجائش نہ ہوگی۔

(۴) ذاتیات پر کیچڑ نہ اچھالی جائے، اختلاف رائے کرتے ہوئے الا ماشاء اللہ ہی کوئی اس سے بچ پاتا ہے۔

(۵) فتوی اور مناظرہ کی زبان استعمال نہ کی جائے کہ اس سے ہمیشہ الٹا نتیجہ ہی برآمد ہوتا ہے۔

(۶) دلیل وہ معتبر ہوگی جو فریقین کے نزدیک مسلمہ ہو، امام شاطبی لکھتے ہیں: اگر دلیل فریق ثانی کے نزدیک نزاعی ہو تو وہ اس کے نزدیک دلیل ہی نہ ہوگی، اس دلیل کو پیش کرنا بے کار ہوگا کہ اس سے نہ کوئی فائدہ ہوگا اور نہ کوئی مقصد حاصل ہوگا (امام شاطبی: الموافقات ۴/ 198 بحوالہ وحید الدین خاں، فکر اسلامی، صفحہ 212، طبع 1997، اسلامی مرکز 1 نظام الدین ویسٹ مارکیٹ دہلی)۔

یہ واضح رہنا چاہیے کہ اختلاف رائے ہر حال میں مذموم نہیں؛ بلکہ اپنے حدود میں رہے تو یہ ایک محمود اور مفید عمل بن جاتا ہے، اس سے آدمی کی تنقیدی اور تخلیقی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔ اختلاف امتی رحمة کو فقہاء و علماء عام طور پر حدیث کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن یہ حدیث محدثین کے ہاں ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے (دیکھیں: سلسلة الاحادیث الضعیفة، علامہ البانی، ج ۱)؛ البتہ اگر اسے ایک حکیمانہ مقولہ کے طور پر لیا جائے تو وہ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اختلاف ایک مثبت اور ایجابی عمل ہے لہذا تعمیر پر منتج ہوتا ہے تخریب پر نہیں۔ (اختلاف رائے کے آداب و شرائط کے سلسلہ میں ڈاکٹر طٰہٰ جابر علوانی کی کتاب ''ادب الاختلاف فی الاسلام'' ملاحظہ کی جائے)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلان واظہار رائے کی آزادی صحت مند معاشرہ کے لیے بہت ضروری ہے جب یہ آزادی حاصل ہوگی تو مخالف رائے بھی سامنے آئے گی ،شکوک وشبہات کا مقابلہ ہوگا۔دلیل و برہان کی قوت جس رائے کو حاصل ہوگی وہی برقرار رہے گی باقی خود ساقط ہو جائیں گی۔اسلام میں استبداد کی کوئی گنجائش نہیں، پھر وہ سیاسی استبداد ہو یا علمی وفکری ؛ کیونکہ وہ آزادی رائے کا گلا گھونٹ کر امت کو لکیر کا فقیر بنا ڈالتا ہے۔آپ جمہور کی سند سے یا سلف کی آڑ میں یا اجماع کا حوالہ دے کر کسی ایسی رائے کو ظاہر کرنے سے نہیں روک سکتے جو قرآن وسنت کے حدود میں ہو۔ائمہ اربعہ اور مسالک اربعہ کو تاریخ میں جو احترام اور اعتبار ملا ہے وہ ان کے تلامذہ کی علمی جدوجہد اور عظیم خدمات کا رہین منت ہے۔اور غالی متعصب مقلدین کو چھوڑ کر جو ہر مسلک میں ہمیشہ موجود رہے ہیں، محققین کا مسلک ان کے بارے میں بھی کبھی یہ نہیں رہا کہ آنکھ بند کر کے ان کی تقلید کی جائے۔امام دارالہجرت حضرت امام مالکؒ نے جب خلیفہ منصور کو اس بات سے روکا تھا کہ موطا کو سرکاری قانون بنا دیا جائے تو ان کے ذہن میں یہی نکتہ تھا جس کا انہوں نے خلیفہ سے اظہار بھی کیا۔کہ صحابہؓ سے استفادہ کرنے والے تابعین اور ان کے تلامذہ مختلف ممالک وامصار میں پھیل گئے ہیں اور لوگ مختلف انداز میں عمل کر رہے ہیں ،کسی ایک فقہ کا ان کو پابند بنا دینے سے فکر ونظر اور تحقیق پر ضرب پڑے گی جو مجھے گوارا نہیں۔خود ان ائمہ کرام سے اس کے بارے میں جو اقوال منقول ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ ائمہ خود فکر ونظر کی آزادی کا زبردست اہتمام کرتے تھے (امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: اذا جاء عن النبی ﷺ فعلی الراس والعین (احیاء العلوم للغزالی 1/79 ،امام دارالہجرت مالکؒ نے فرمایا: ما من احد الا یوخذ من قولہ ویترک الا صاحب ہذا القبر واشار الی قبر النبی ﷺ، حجۃ اللہ البالغۃ 1/157 ،امام شافعیؒ کا قول ہے : کل ما قلت وکان قول رسول اللہ ﷺ خلاف قولی مما یصح فحدیث النبی ﷺ اولی ولا تقلدونی (ایضا)، امام احمدؒ سے منقول ہے: لا تقلد ونی ولا تقلد مالکا ولا الشافعی ولا تقلد الثوری ولا تقلد وافلانا وفلانا ،وخذوا من حیث اخذوا (ابن القیمؒ، اعلام الموقعین عن رب العالمین 2/201)، چودھویں صدی ہجری کے مشہور مالکی فقیہ محمد الحجوی نے ائمہ اربعہ کی تقلید پر روشنی ڈالتے ہوئے کیا اچھی بات لکھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ کہتے ہیں: شعرانی ''الدرالمحور'' میں لکھتے ہیں کہ:

''ہم کو سلف میں سے کسی سے بھی یہ بات نہیں پہنچی کہ وہ کسی متعین مذہب کے پابند ہوئے ہوں۔ اگر انھوں نے ایسا کیا بھی ہوتا تو غلط ہوتا کہ ایسی صورت میں اس حدیث پر ان کا عمل چھوٹ جاتا جسے اس مجتہد نے اختیار نہیں کیا یا وہ اس تک نہیں پہنچی، جس کے اتباع کا انھوں نے اپنے کو پابند بنالیا ہوتا۔ فقہ اسلامی درحقیقت تمام مجتہدین کی آراء کے مجموعہ کا نام ہے کسی ایک کے اجتہاد کا نہیں۔ نہ اللہ نے کسی مذہب معین کا التزام کسی پر فرض کیا ہے نہ کسی ایک کو معصوم قرار دیا ہے۔ پھر اس کا وجوب کہاں سے ثابت ہوگیا؟'' (تراجم ستۃ من فقہاء العالم الاسلامی من القرن الرابع عشر، عبدالفتاح ابوغدہؒ، دارالبشائر بیروت)۔

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر اہل مذہب نے (بہت سے معاملات میں) اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر یا تو ان کے شاگردوں کی رائے اپنائی ہے یا کسی دوسرے مذہب کے قول کو تسلیم کیا ہے۔ کوئی امام ایسا نہیں جس کے کسی قول پر تنقید نہ کی گئی ہو یا کوئی سنت اس پر مخفی نہ رہ گئی ہو یا استدلال میں غلطی نہ ہوئی ہو اور ان کے مسلک کو کمزور نہ قرار دیا گیا ہو (ایضا)۔ برصغیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی شخصیت ایک ایسے سنگم کی ہے جہاں اہل سنت کے بیشتر فرقے اور مسالک آکر جمع ہوجاتے ہیں۔ انہوں نے جمود فکر کو توڑا، لوگوں کو یہ حوصلہ اور فکر و نظر کی یہ تربیت دی کہ اپنے اسلاف سے اختلاف کرنا سیکھیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ شاہ صاحب عملاً فقہ حنفی کے پیرو تھے لیکن فکری طور پر وہ جامد مقلد نہ تھے۔ بلکہ فقہ حنفی و شافعی میں زیادہ سے زیادہ تقارب چاہتے تھے۔ اپنا طریقہ یوں بیان کیا ہے:

"ونحن نأخذ من الفروع ما اتفق عليه العلماء ولاسيما هاتان الفرقتان العظيمتان الحنفية والشافعية وخصوصاً في الطهارة والصلاة فإن لم يتيسر الاتفاق واختلفوا فنأ خذ بما يشهد له ظاهر الحديث ومعروفه ونحن لانزدري احداً من العلماء فالكل طالب الحق ولا نعقد العصمة في أحد غير النبي ﷺ (تفہیمات الالہیہ ۲/۲۴۲)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’فروع میں ہم علماء کے متفق علیہ مسلک کو لیتے ہیں خاص کر حنفی و شافعی مسلک کے اتفاق کو کہ یہ عظیم فرقے ہیں اور وہ بھی طہارت و نماز کے سلسلہ میں خصوصاً۔ اگر اتفاق نہ حاصل ہو اور علماء مختلف ہوں تو پھر جس مسئلہ کی تائید ظاہر حدیث سے ہوتی ہے ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔ ہم علما میں سے کسی کی بھی اہانت نہیں کرتے کہ سبھی حق کے طالب ہیں؛ البتہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ اور کسی کے لئے عصمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔‘‘

شاہ صاحب کی تحریروں میں اس طرح کی متعدد عبارتیں ملتی ہیں۔ وہ مذاہب اربعہ مروجہ سے باہر نکلنا پسند نہیں فرماتے؛ لیکن صحیح حدیث کی موجودگی میں پھر کسی مسلک یا امام کی رائے سے اختلاف کو صحیح قرار دیتے ہیں اور طالبان علوم نبوت سے بھی اسی رویہ کی توقع رکھتے ہیں (ملاحظہ ہو: تفہیمات 279-278۔ جلد اول، ایک جگہ طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ان آمنتم بنبیکم فاتبعوہ خالف مذھبا او وافقہ، تفہیمات، ۲۸۳، جلد اول۔ اگر تمہارا اپنے نبی پر ایمان ہے تو اسی کی اتباع کرو، وہ کسی فقہی مسلک کے خلاف پڑے یا موافق) وہ عوام کے لیے تقلید کو معقول اور فطری سمجھتے ہیں لیکن شرائط اجتہاد پر پورے اترنے والے اہل علم کے لیے تقلید جامد کا رویہ درست قرار نہیں دیتے (حجۃ اللہ البالغۃ ۱/ ۱۵۵، تفہیمات الجزء الاول، صفحہ ۲۰۶/ اور ۲۷۶/ اور ۲۷۷)۔

تبدیلیٔ مذہب اور اسلام: آزادیٔ فکر و نظر سے گہرائی کے ساتھ جڑا ایک مسئلہ تبدیلیٔ مذہب اور اسلام کا بھی ہے۔ جس میں لازمی طور پر ارتداد کی سزا بھی زیر بحث آتی ہے۔ فقہ اسلامی اور عام اسلامی لٹریچر میں بالعموم اس کو مان لیا گیا ہے کہ مرتد کی سزا مطلقاً قتل ہے۔ اس کی تفصیل میں آزاد و غلام اور مرد و عورت کے سلسلہ میں مذاہب فقہ میں تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے تاہم اکثریت کا اتفاق اسی پر ہے۔ عام طور پر اس پر اجماع نقل کیا جاتا ہے؛ مگر راقم خاکسار کو اسے اجماع ماننے میں اس لیے تامل ہے کہ صدر اول کے ہی دو بڑے اماموں اور جلیل القدر فقیہوں امام ابراہیم نخعی اور امام سفیان ثوری کا اس میں اختلاف منقول ہے، چنانچہ امام نخعی مرتد کے بارے میں کہتے ہیں: **یستتاب أبدا ولایقتل** (مصنف عبدالرزاق 10/166) اور اسی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تائید میں سفیان ثوری کہتے ہیں: هذا الذی نأخذ به (ایضا) (عنایت الله سبحانی: تبدیلیٔ مذہب اور اسلام ادارہ احیاء دین ص ۳۹)۔

اس کے علاوہ خود عہد رسالت اور عہد راشدی کے کئی واقعات ملتے ہیں کہ عام مرتدوں (جو محارب نہ تھے) کو قتل کی سزا نہیں دی گئی۔ لہٰذا جو روایات قتل مرتد کے بارے میں آئی ہیں ان کی توجیہ کرنی ہوگی کہ وہ سب محاربہ کے کیسز تھے۔ خالی تبدیلیٔ مذہب کے معاملات نہ تھے، اس خیال کا اظہار کئی عرب علماء و اسکالروں نے کیا ہے۔ علامہ محمد رشید رضا نے قتل مرتد پر اجماع کے دعوی کو اس لیے غلط قرار دیا اور قتل مرتد سے اختلاف کیا ہے کہ ان کی رائے میں یہ (مزعومہ) اجماع صریح نص قرآن: لااکراہ فی الدین (دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں (البقرہ: 256) سے متصادم ہے (عبدالحمید احمد ابوسلیمان، Towards An Islamic Theory of International Relationism IIIT ,Second Edition 1414h 1993 Herendon Virginia USA p:66)، موجودہ زمانہ میں اس پر نظر ثانی کے لیے پروفیسر نجات اللہ صدیقی کی دلیل یہ ہے: آزادی ضمیر اور اپنی پسند کا مذہب اختیار کرنے یا ناپسندی کی صورت میں مذہب چھوڑنے کا مسئلہ بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے، آج دنیا کے ہر ملک میں مسلمان موجود ہیں، شاذ و نادر کو چھوڑ کر ان تمام ملکوں میں انہیں اپنے مذہبی آداب و رسوم کے ساتھ رہنے اور اپنے مذہب کی تبلیغ کی آزادی حاصل ہے۔ مغربی ممالک سے مسلسل نئے لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو آزادی مسلمان غیر مسلم اکثریت کے ممالک میں عزیز رکھتے ہوں ان سے مسلم اکثریت والے ممالک کے غیر مسلموں کو محروم رکھا جائے۔ عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ دہرے معیار اختیار نہ کیے جائیں (معاصر فکر اسلامی، صفحہ ۲۷، ایفا پبلی کیشن نئی دہلی طبع 2007)۔

صدر اسلام میں جو اتنے سارے فقہی اور کلامی مذاہب نظر آتے ہیں اور ائمہ اور اہل علم کے بہت سے حلقے نظر آتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے ہاں فکر و نظر کی آزادی کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبردست احترام واہتمام تھا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے تو ایک دوسرے کے خیالات پر بغیر کسی تردد کے کھلی تنقید بھی کرتے تھے۔ ان کے ہاں کسی امام کی رائے یا فتوی کو تقدیس کا درجہ حاصل نہیں تھا اور نہ ایسی کلیت پسندی تھی کہ بس میرا طریقہ، میرا قول اور میرا مسلک ہی حق اور دوسروں کا غلط والی بات ہوتی۔ امام شافعی نے اس زمانہ کی عمومی فضا کی ترجمانی یوں فرمائی ہے: **رأیناصواب یحتمل الخطاء ورأی غیرنا خطاء یحتمل الصواب، ومن جاء بافضل من قولنا قبلناہ** (ہماری رائے درست ہے مگر اس میں غلطی کا احتمال ہے اور دوسروں کی رائے غلط ہے مگر اس میں صحت کا احتمال ہے)، یہ قول تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ حنفی امام علامہ علاء الدین حصکفی کی طرف بھی منسوب ہے (بحوالہ، وحید الدین خاں، فکر اسلامی، صفحہ ۱۵، طبع 1997، اسلامی مرکز 1 نظام الدین ویسٹ مارکیٹ دہلی)۔

سوال یہ ہے کہ صدیوں تک اسلام پوری دنیا کا ہر میدان میں امام بنا رہا۔ اس کا سیاسی وعسکری زوال تو ابھی کل کی بات ہے (یاد رہے کہ عثمانی ترکوں کی فوجیں 1782 میں ویانا کے دروازوں پر دستک دے رہی تھیں)، اجتہاد اور تخلیقی روح ہر میدان میں جاری رہی اور اس کے بعد جو دور زوال شروع ہوا تو رکنے کا نام نہیں لیتا اور آج بھی ہم اس کے گرداب سے نکل نہیں پائے ہیں ایسا کیوں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صدیوں تک اور خاص کر صدر اسلام میں اجتہاد اور تخلیقی عمل اس لیے جاری رہا کہ اس وقت تنقید واختلاف اور اظہار رائے کی کھلی آزادی تھی امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور فقہ حنفی کے اساطین میں سے ہیں مگر اپنے استاذ سے نہ صرف فروع میں بلکہ اصول میں بھی سینکڑوں مسائل میں اختلاف کیا، سبکیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے: **فانهما يخالفان أصول صاحبهما**، طبقات الشافعیہ 1/243 میں امام الحرمین الجوینیؒ کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مسلک حنفی کے 2/3 حصہ میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا اور امام شافعی کا قول اختیار کیا ہے (دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار، جلد ۱/ ۴۸۔۴۹) مگر بعد کی صدیوں میں اس صورت حال کا خاتمہ ہو گیا اور اکابر پرستی اور شخصیتوں کی تقدیس شروع ہو گئی جس نے اظہار رائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تقید و اختلاف کو ایک امر ممنوع (taboo) بنا کر رکھ دیا۔

اسلامی تاریخ کے غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امت میں پہلا بگاڑ سیاست کے راستہ سے آیا۔ ملوکیت نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے پاپائیت اور مشائخیت کو رواج دیا جو ملوکیت کو گویا سند جواز عطا کرتے تھے۔ ان تینوں نے مل کر استبداد کی وہ فضا برپا کی کہ آزادی فکر و نظر اور اجتہاد کا خاتمہ ہو گیا۔ رہی سہی کسر عجمی تصوف نے پوری کر دی جس میں پیری کا سارا کاروبار مرید کی فکری و ذہنی سرکوبی پر قائم ہوتا تھا۔ علماء و فقہاء کے حلقوں کی حالت رفتہ رفتہ وہ ہو گئی جس کو قرآن نے کل حزب بمالدیھم فرحون (ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اترا رہا ہے) (المومنون: 53) سے تعبیر کیا ہے۔ اپنے پسندیدہ مسالک کے لیے غلو، تعصب اور اندھی تقلید کی لے یہاں تک بڑھی کہ کہنے والوں نے یہ تک کہہ ڈالا کہ کل آیۃ تخالف أصحابنا فھی مؤولۃ أومنسوخۃ وحدیث کذلک فھومؤول أومنسوخ (ملاحظہ ہو: صلاح الدین مقبول احمد، زوابع فی وجہ السنۃ قدیماوحدیثا، مجمع البحوث الاسلامیہ، الطبعۃ الاولی 1411ھ 1991 جوگابائی 1/8 نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵، صفحہ ۲۲۴) (ہمارے اصحاب کے خلاف جو بھی قرآن کی آیت ہے یا حدیث ہے اس میں تاویل کی جائے گی یا اس کو منسوخ مانا جائے گا)۔

امت مسلمہ کی علمی و فکری تاریخ اختلاف فکر و نظر کی تاریخ ہے، جب تک یہ اختلاف اپنی حدود میں رہا علمی تحقیق و تفحص اور فکری اجتہاد کا سفر بھی جاری رہا اور اس سے زبردست فوائد حاصل ہوئے؛ لیکن جہاں وہ مذہبی و مسلکی تعصب میں بدل گیا اور گروپ بندی کی شکل میں ظاہر ہوا وہیں اس کے بھیانک نتائج نکلے۔ بہتیری بار ایسا ہوا کہ جیتی ہوئی بازی محض باہمی تفرقہ کے باعث شکست میں بدل گئی۔ کتنی ہی بار یہ ہوا کہ مخالف قوتیں اپنے لاؤ لشکر اور بے پناہ وسائل کے باوجود میدان نہ مار سکیں؛ لیکن امت کے کسی معمولی اختلاف نے انہیں فتح تک پہنچا دیا۔ جب امت مسلمہ کا دور عروج تھا تب بھی بارہا اختلاف و انتشار کی ہوائیں چلیں اور امت کو زبردست نقصانات اٹھانے پڑے۔ تاہم جلد ہی امتی روح عود کر آئی اور ان پر قابو پا لیا گیا۔ لیکن ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیوں پر محیط دور زوال میں اختلاف وانتشار کی وبا پوری شدت کے ساتھ امت کے جسم میں سرایت کرگئی؛ حتی کہ ایسے وقتوں میں بھی جب اسے اتحاد واتفاق کی سب سے زیادہ ضرورت تھی مخالفت وافتراق کے مظاہر سب سے زیادہ نظر آئے۔ جب چنگیز خان ایک قیامت صغری بن کر عالم اسلام کو تہہ وبالا کر رہا تھا اس وقت بھی امت کے سیاسی و مذہبی رہنما اور قائدین اپنے داخلی مناقشوں اور فرقہ وارانہ نزاعات کے چکر میں پھنسے ہوئے تھے۔ جب ہلاکو خاں کی خون آشام فوجیں بغداد کے دروازہ پر دستک دے رہی تھیں اس وقت بھی وہاں کے علماء وفقہا اور امراء چوک ''المامون'' پر جمع ہوکر مذہبی مناظروں کے دنگل دیکھا کرتے تھے۔ آج بھی ہم عالم اسلام پر نظر دوڑائیں تو کم وبیش یہی صورت حال دکھائی دے گی جس میں برصغیر کے اندر اور مزید شدت پائی جاتی ہے اور غیروں کی تمام تر چیرہ دستیوں کے باوجود ہم کسی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

کاسموپولیٹن فقہ کا تصور: جہاں تک آزادی اور فقہ اسلامی میں اس کی تطبیق کا مسئلہ ہے تو اس سلسلہ میں راقم کے خیال میں برصغیر کے علماء کی اکثریت جمود اور تنگ نظری کی شکار ہے یہاں بہت سے لوگ اپنے اپنے مسلک کے حصار میں بند ہیں اور اس سے باہر نکلنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ بعض لوگوں کے خیال میں تو اتنی شدت ہے کہ جب حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے اسلامی فقہ اکیڈمی کے تحت فقہی سمیناروں کا سلسلہ شروع کیا تو بعض حضرات نے اس کو فقہ حنفی کا جنازہ نکالنے سے تعبیر کیا تھا؛ تاہم بعض جرأت مندانہ رائیں بھی اس خیال کی پائی جاتی ہیں کہ موجودہ زمانہ، اس کے چیلنجوں، تقاضوں اور ضروریات کی پیچیدگی اتنی شدید ہے کہ اب محض ایک ہی مسلک میں مقید رہنے سے کام چلنے والا نہیں ہے۔ اب یہ کرنا ہوگا کہ مختلف مسالک کی رایوں میں تقابل اور ترجیح دے کر زیادہ قرین مصلحت رائے کو اختیار کیا جائے، خواہ وہ کسی بھی مسلک کی ہو۔ اس فکر کے اولین نقوش تو خود بعض علماء کے ہاں مل جاتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر محمود احمد غازی نے اس تصور کو منضبط انداز میں پیش کیا ہے اور اپنی تحریروں میں مختلف مقامات پر اس نکتہ کو اٹھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''دنیائے اسلام کے لوگوں نے ایک دوسرے سے استفادہ شروع کیا۔ ایران کے تجربات سے پاکستان نے فائدہ اٹھایا۔ پاکستان سے سوڈان نے استفادہ کیا۔ سعودی عرب سے مصر نے استفادہ کیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فقہی مسالک کی جو حدود تھیں وہ ایک ایک کر کے دھندلانے لگیں۔ اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیائے اسلام میں باہمی مشاورت اور اشتراک عمل سے یہ اجتہادی کام کیا جارہا ہے۔ اسی اجتماعی اجتہاد کے نتیجہ میں فقہی مسالک کی حدود مٹ رہی ہیں، ایک نئی فقہ وجود میں آرہی ہے جس کو نہ حنفی فقہ کہہ سکتے ہیں نہ مالکی، نہ حنبلی، نہ جعفری بلکہ اس کو اسلامی فقہ ہی کہا جائے گا۔ میں اس کے لیے Cosmopolitan Fiqh یعنی عالمی یا ہر دیسی فقہ کی اصطلاح استعمال کرتا ہوں (تاریخ التشریع الاسلامی للخضری رص ۳۳۷)۔

موجودہ زمانہ میں ایک طرح کی Mobocracy پیدا ہوگئی ہے۔ اب لوگوں کی بھیڑ جو کہلوانا چاہتی ہے وہی علما و قائدین بھی کہنے لگتے ہیں۔ یعنی عوام کی من پسند غزلیں سنانا بالکل عام مظہر ہے اور ایسے ہی لوگوں کو عوام میں مقبولیت ملتی ہے۔ اور اگر کسی نے کسی ایشو پر حق بات کہنے کی جرأت کی جس سے ہماری ملی انا کو چوٹ لگی فوراً ہم اس کو یہودی سازش کے خانہ میں ڈال دیتے ہیں یا دشمنوں کا ایجنٹ قرار دے ڈالتے ہیں، یہ طریقہ غلط بھی ہے اور اسلام میں فکر و نظر کی جو آزادی ہے اس کا گلا گھونٹ دینے والا ہے۔ یاد رہے کہ موجودہ دنیا میں ان مذاہب و افکار اور نظریات کے لیے کوئی جگہ نہیں جو فکر و نظر کی اس آزادی پر کسی بھی حوالہ سے قدغن لگاتے ہیں۔

مقالہ کی سفارشات: اس مقالہ کے آخر میں اسلام میں فکر و نظر کی آزادی کے پس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منظر میں یہ سفارش کرنی مناسب ہے کہ:

(۱) علماء ودانشوروں اوراسکالروں کے درمیان اسلامی حدود میں رہتے ہوئے اظہاررائے کا رواج ہونا چاہیے۔ان کے مابین تنقید کی کھلی آزادی ہو کہ اس کے بغیر لوگوں میں صدیوں سے چلے آرہے ذہنی جمود کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔

(۲) اوراظہاررائے نیز تنقید کی کھلی آزادی دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے درمیان خصوصاًاور مسلم معاشرہ میں عموماً برداشت اور تحمل کا رویہ فروغ پانا چاہیے۔ برداشت کے اسی رویہ سے وہ ماحول برآمد ہوگا جس میں اختلاف رائے کے باوجود وحدت امت کا تصور زندہ رہے۔ اور جب تک یہ دونوں چیزیں نہیں ہوتیں۔

کوئی بڑا کام بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) عالمی فقہ یا کاسموپولیٹن فقہ کے تصور کو بحث ومباحثہ کا موضوع بنایا جائے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں اظہار رائے کی آزادی کا حق اور اس کے حدود

ڈاکٹر محمد شہاب الدین سبیلی ☆

اظہار رائے کی آزادی کو دنیا بھر میں بنیادی حق تسلیم کیا جاتا ہے اور اس کو ایک ترقی یافتہ معاشرہ کی علامت سمجھا جاتا ہے، اظہار رائے کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرد کو اس بات کا حق ہے کہ وہ کسی عمومی یا خصوصی معاملہ میں اپنی رائے دے، اپنے افکار، احساسات اور ارادوں کا اظہار کرے، اقوام متحدہ کے منشور میں دفعہ ۱۹ کے تحت اظہار رائے کی آزادی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"Everyone has the right to freedom of opinion and expresssion; this right includes freedom to hold opinions without interference and to seek, receive and impart information and ideas through any media and regardless of frontiers".

اسلام اس بات کا علم بردار ہے کہ لوگوں کو اپنے نقطہ نظر کے اظہار کی آزادی حاصل ہو اور ان کے زبان پر کسی طرح کی بندش نہ ہو؛ کیونکہ آزادی کے بغیر انسانی زندگی اپنی طاقت کھو دیتی ہے، اسلام نے اس حق کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ ہر مسلمان کے لیے ضروری قرار دیا کہ وہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ عربی، ایفل یونیورسٹی، حیدرآباد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اس حق کا استعمال کرے اور اس سے دستبردار نہ ہو؛ کیونکہ اس کے بغیر امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور شہادت حق کے فریضہ کی ادائیگی ممکن نہیں ہو سکے گی۔

اسلام نے اظہار رائے کی آزادی کے حق کو ہر انسان کے لیے تسلیم کیا ہے، چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم، سلطان ہو یا رعایا، اسلام کی نظر میں یہ صرف قانونی یا دستوری حق نہیں ہے، بلکہ یہ ایک فطری حق ہے، جس سے ہر انسان استفادہ کر سکتا ہے، اس لئے شریعت نے حاکم کے لیے فرض قرار دیا کہ وہ شورائی نظام قائم کرے اور شہریوں کے مشورے سے امور طے کرے، اس کے لیے ضروری ہوگا کہ عدالتی نظام کو آزاد رکھے اور کوئی ایسا عمل نہ کرے جس سے اس حق کی پامالی ہوتی ہو، شہریوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مذہبی، سیاسی، سماجی اور قانونی حقوق کے تحفظ کے لیے اس حق کا استعمال کریں۔

اظہار رائے کی آزادی اور قرآن:

قرآن میں اظہار رائے کی آزادی کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ جو دیکھے اس کو پوری امانت کے ساتھ بیان کرے اور حق کو چھپانے کی کوشش نہ کرے، قرآن کہتا ہے کہ جو کوئی سچائی کو اپنے ذاتی مفادات اور تعلقات کی وجہ سے چھپاتا ہے وہ گناہ گار ہے:

ولاتكتموا الشهادة ومن يكتمها فإنه آثم قلبه والله بما تعملون عليم (البقرہ:۲۸۳)۔

(اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ، جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے)۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وأنتم تعلمون (البقرہ:۴۲)۔

(باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تصور پیش کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جو چیز از روئے شریعت مطلوب ہے وہ اس کو فروغ دے اور جن چیزوں کی شریعت میں ممانعت ہے، وہ اس سے لوگوں کو باز رہنے کی تاکید کرے۔ ظاہر ہے کہ جب تک اظہار رائے کی آزادی حاصل نہ ہوگی یہ فریضہ ادا نہیں ہوسکتا ہے، پھر یہ بات ملحوظ رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں مطلوب ہے، لہٰذا سیاست ہو یا معیشت، تعلیم و تربیت ہو یا ادب و صحافت، ہر چیز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض، يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر (التوبہ:۷۱)۔

(مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں)۔

اظہار رائے کی آزادی کا حق انصاف کے قیام کے سلسلہ میں پہلا قدم ہے، سچی گواہی دینا اور حق بات بولنا انصاف کی راہ ہموار کرتا ہے، اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لايجرمنكم شنآن قوم على أن لا تعدلوا (المائدہ:۸)۔

(کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ)۔

قرآن میں حق کو چھپانا یا اس کو دبانا سخت گناہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن يكتمها فانه آثم قلبه۔

قرآن کہتا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حق اور صبر کی تلقین کرے، حق اور صبر کی تلقین کے لئے اظہار رائے کی آزادی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (العصر:۳)۔

(اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہو)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین میں اختلاف رائے کو گوارا کیا گیا ہے، تاکہ اظہار رائے کی آزادی متاثر نہ ہو، بلکہ اگر اختلاف رائے اخلاص کی بنیاد پر ہو تو اس کو ایک قابل اجر عمل قرار دیا گیا، اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولو شاء ربک لجعل الناس أمة واحدة ولایزالون مختلفین (ہود:۱۱۸)۔

(بیشک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر اب تو وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے)۔

اور پھر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر ان کے درمیان کسی امر میں اختلاف رائے ہو جائے تو اس بارے میں اللہ، اس کے رسول اور اولی الأمر کی طرف رجوع ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فإن تنازعتم فی شیٔ فردوہ إلی اللہ والرسول، إن کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر (النساء:۵۹)۔

(پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو)۔

اس سے معلوم ہوا کہ فکر ونظر کا اختلاف اور نئے رجحانات وافکار کے اظہار کی قرآن حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لاإکراہ فی الدین** (البقرہ:۲۵۶)۔

(دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے)۔

یعنی دین اس چیز کا نام نہیں ہے کہ لوگوں کو کسی عقیدہ یا تصور کو ماننے پر مجبور کیا جائے، بلکہ دین کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس چیز میں ہی یقین رکھیں جن کو ان کا ضمیر وایمان تسلیم کرتا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

وما جعلناک علیھم حفیظا وما أنت علیھم بوکیل (الأنعام:۱۰۷)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تم کو ہم نے ان پر پاسبان مقرر نہیں کیا ہے اور نہ تم ان پر حوالہ دار ہو)۔

اس آیت سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فریضہ نہیں تھا کہ وہ لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور کریں؛ کیونکہ ہر انسان فکری طور پر آزاد پیدا کیا گیا ہے، لہٰذا کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہئے جس سے اس کی فکری آزادی پامال ہوتی ہو۔

اللہ کے دربار میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جملہ "أرنی کیف تحی الموتی" (اے اللہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ کس طرح مردوں کو زندہ کرتے ہیں؟) سوء ادب نہیں سمجھا گیا؛ کیونکہ ان کا منشا اللہ کی اس قدرت کی تکذیب نہیں تھی، بلکہ صرف اطمینان قلب تھا، یہ واقعہ اللہ کے سامنے اظہار رائے کی بہترین مثال ہے۔

اظہار رائے کی آزادی اور حدیث رائے:

سرمایہ حدیث میں بہت ساری ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار رائے کی آزادی کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ صحابہ کو اس بات پر زور دیا کہ وہ اپنے اس حق کا تحفظ کریں، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لایمنعن رجلا هیبة الناس أن یقول بحق إذا علمه (ترمذی، کتاب الفتن، عن أبی سعید الخدری)۔

(اگر کوئی آدمی کسی بات کو حق سمجھتا ہو تو لوگوں کے ڈر سے اس کے کہنے سے ہرگز نہیں رکنا چاہئے)۔

دوسرے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أفضل الجهاد کلمة عدل عند سلطان جائز (ترمذی، کتاب الفتن، عن أبی سعید الخدری، حدیث نمبر: ۲۱۷۴، نسائی، حدیث نمبر: ۴۲۰۹)۔

(سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ آدمی ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف والی بات کہے)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کوئی شخص اپنے آپ کو کیسے حقیر سمجھے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کو حق بات کہنی چاہئے لیکن وہ نہیں کہتا ہے، ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھیں گے کہ تم نے فلاں معاملہ میں حق بات کیوں نہیں کہی؟ وہ جواب دے گا: لوگوں کے ڈر سے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم کو مجھ سے زیادہ ڈرنا چاہئے (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر)۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ سے اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ وہ حق بات کا برملا اظہار کریں، چنانچہ سیدنا عبادہ بن صامت فرماتے ہیں:

بایعنا رسول اللہ ﷺ علی أن نقول بالحق أینما کنا ولانخاف فی اللہ لومة لائم (مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة تحریمہا فی المعصیة)۔

(رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں سے اس بات پر بیعت لی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں، حق بات کہیں اور اللہ کے راستہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں)۔

رسول اللہ ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

واللہ لتأمرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر ولتأخذن علی ید الظالم (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۱۰۱۲۱)۔

(اللہ کی قسم! تم لوگوں کو اچھائیوں کی ضرور دعوت دو اور ان کو برائیوں سے ضرور روکو، اور ظالم کا ہاتھ ضرور پکڑو)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق بات کا اظہار کرنا صرف اخلاقی فریضہ ہے بلکہ اس کی حیثیت شرعی حکم کی ہے، ایک حدیث میں یہاں تک فرمایا گیا کہ اگر تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دو گے تو اللہ تم کو عذاب میں مبتلا کردے گا اور اگر تم دعا مانگو گے تو تمہاری دعا قبول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ کی جائے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر أو لیوشکن أن یبعث الله علیکم عقابا من عنده ثم لتدعون فلا یستجاب لکم (ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث نمبر:۲۱۶۹)۔

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں میں سے جس شخص کو دیکھو اس کو جنت کی بشارت دے دو،'' چنانچہ میں اہل ایمان کو جنت کی بشارت سنانے لگا، راستہ میں حضرت عمر ملے، انھوں نے مجھے اس اعلان سے روک دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے اس اعلان سے روکنے کی وجہ پوچھی، انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس اعلان سے لوگوں میں تساہل پیدا ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کی تائید کی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس اعلان سے روک دیا (بخاری، کتاب الایمان)۔

عہد رسالت میں اظہار رائے کی آزادی:

اسلام کا یہ قانون ہے کہ حاکم اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ نہیں کرے، بلکہ وہ ارباب حل وعقد سے مشاورت کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وشاورهم فی الأمر** اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: **وأمرهم شوری بینهم** (آل عمران:۱۵۹، الشوری:۳۸)۔

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی بہترین تطبیق فرمائی، چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر اسلامی فوج کے لیے جو جگہ رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمائی تھی جنگی منصوبہ بندی کے لحاظ سے وہ جگہ مناسب نہیں تھی، صحابی رسول حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے اس جگہ کا جو انتخاب فرمایا ہے وہ وحی کی بنیاد پر ہے یا پھر یہ آپ کی شخصی رائے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری شخصی رائے ہے، حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو جگہ کی تبدیلی کا مشورہ دیا، تاکہ اسلامی فوج کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسانی سے پانی حاصل ہو سکے اور غیر اسلامی فوج کی رسد کو روکا جا سکے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر عمل فرمایا (سیرت ابن ہشام، باب غزوۃ بدر الکبری، مشورۃ الحباب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، البدایۃ والنہایۃ، باب غزوۃ بدر العظمی، ۲/۲۹۳)۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کو اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سے نہ صرف مشاورت کرتے تھے بلکہ ان کے مشوروں پر حسب ضرورت عمل بھی فرماتے تھے۔

غزوہ بدر کے جنگی قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا پھر فدیہ دے کر چھوڑ دیا جائے، حضرت ابوبکرؓ کی رائے تھی کہ قیدیوں کو فدیہ دے کر چھوڑ دیا جائے، تاکہ فدیہ کے ذریعہ کچھ رقم اسلامی ریاست کو حاصل ہو جائے، حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو ترجیح دی (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، فصل فی ہدیہ فی الجہاد والمغازی والسرایا والبعوث، فصل فی ہدیہ فی الاساری)۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ دربار رسالت میں اختلاف رائے کی پوری گنجائش تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اظہار رائے کی حمایت کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر شہر مدینہ سے باہر نکل کر کے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کثرت رائے کی بنیاد پر کیا تھا، ورنہ شخصی طور پر آپ کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر ہی کافروں سے مقابلہ کیا جائے۔

اس عمل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شخصی رائے پر چلنے کے بجائے اجتماعی امور میں کثرت رائے کو ترجیح دیتے تھے۔

غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودنے کا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شخصی فیصلہ نہیں تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشاورت کی اور حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق خندق کھودنے کا فیصلہ کیا گیا، تاکہ کافروں کی متحدہ فوج سے مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جاسکے (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وہی الأحزاب)۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دربار رسالت میں ہر صحابی اپنی رائے پیش کرنے میں آزاد تھے، اس میں بڑے اور چھوٹے صحابی کا فرق نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگ خندق کے موقع پر قبیلہ غطفان سے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی اور اس سمجھوتہ کے عوض میں مدینہ کے کھجور کی کل پیداوار کا ایک ثلث ادا کرنے کا ارادہ فرمایا، آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں کوئی شخصی فیصلہ کرنے کے بجائے حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سعد بن ربیع، حضرت سعد بن خیثمہ اور حضرت سعد بن مسعود رضی اللہ عنہم کو مشورہ کے لیے بلایا اور ان کے سامنے اپنی رائے رکھی، ان لوگوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی اس رائے کی بنیاد وحی ہے یا پھر آپ شخصی طور پر اس کو مناسب سمجھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے، ان لوگوں نے کہا کہ اللہ کے رسول! ہم ان کو مدینہ کی ایک کھجور بھی نہیں دیں گے (المعجم الکبیر، مجمع الزوائد، مجمع الفوائد عن ابی ہریرہ)۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں جمہوریت قائم تھی اور صحابہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر معاملہ میں پوری آزادی کے ساتھ اپنی رائے بیان کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی رائے صحابہ پر مسلط نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو رفیقانہ ماحول فراہم کرتے تھے تاکہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرسکیں۔

واقعہ افک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا، کچھ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت عائشہ کو طلاق دے دیں، رسول اللہ ﷺ نے اس مشورہ پر کوئی ناگواری ظاہر نہیں کی، آپ ﷺ نے اس معاملہ میں توقف کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی براءت کا اعلان کردیا (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث نمبر: ۳۹۱۰)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کو کسی بھی معاملہ میں رائے کے اظہار سے نہیں روکتے تھے، اور ازواج مطہرات پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے سامنے اپنی رائے کا برملا اظہار فرماتی تھیں، بلکہ بعض حالات میں وہ رسول اللہ ﷺ سے بحث ومباحثہ کرلیتی تھیں، حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں عورتوں کو ان کے حقوق حاصل نہیں تھے، قرآن نے ان کو حقوق عطا کیے، یہاں تک کہ عورتیں اپنے شوہروں سے حقوق کا مطالبہ کرنے لگیں، چنانچہ میری اہلیہ نے مجھ سے کسی معاملہ میں جرح کی، میں نے اپنی اہلیہ کو جرح سے روکا، یہ سن کر میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ تم مجھ کو جواب دینے سے روکتے ہو اور تمہاری بیٹی رسول اللہ ﷺ سے جرح کرتی ہے، میں حفصہ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کی باتوں کا جواب دیتی ہو؟ حفصہ نے جواب دیا کہ ہاں، ہم رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیتے ہیں (صحیح مسلم، کتاب الطلاق)۔

حضرت عمرؓ کے بیان سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو اظہار رائے کی آزادی دے رکھی تھی، یہاں تک کہ وہ آپ سے جرح وقدح کرتی تھیں۔

حضرت بریرہؓ کا واقعہ اظہار رائے کی آزادی کی بہترین مثال ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت بریرہؓ اپنی غلامی کی حالت میں حضرت مغیثؓ کے نکاح میں تھیں، ان کو ان کے مالک نے آزاد کردیا، شریعت کے اصول کے مطابق اگر کسی عورت کی شادی حالت غلامی میں ہوتی ہے تو آزادی ملنے کے بعد اس کو اختیار ہوگا کہ یا تو اپنے پہلے شوہر کے ساتھ رہے، یا پھر اپنا نکاح فسخ کرلے، اس قاعدہ کے مطابق حضرت بریرہؓ نے اپنا نکاح فسخ کرلیا، حضرت مغیثؓ حضرت بریرہ سے بڑی محبت کرتے تھے، اس لئے وہ حضرت بریرہ کی علاحدگی سے بہت رنجیدہ ہوگئے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی حالت پر رحم آیا، انہوں نے حضرت بریرہؓ کو طلب کیا اور ان سے خواہش کی کہ وہ اپنے آپ کو حضرت مغیثؓ کے نکاح میں باقی رکھیں، حضرت بریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ کا مشورہ ہے یا حکم؟ رسول اللہ ﷺ نے کہا: یہ میرا مشورہ ہے، حضرت بریرہؓ نے کہا کہ اگر یہ آپ کا مشورہ ہے تو پھر میں اس پر عمل کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قاصر ہوں (بخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرۃ)۔

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ عہد نبوت میں خواتین کو مرد کے برابر اظہار رائے کی آزادی حاصل تھی اور وہ اپنے اس حق سے حسب ضرورت بھرپور استفادہ کرتی تھیں۔

عہد صحابہ میں اظہار رائے کی آزادی:

اظہار رائے کے حق کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

إن أحسنت فأعينوني، وإن زغت فقوموني (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۱۰۷۵/۴)۔

(لوگو! اگر میں اپنے فرائض احسن طریقہ سے انجام دوں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں اس میں کوتاہی کروں تو تم میری اصلاح کرو)۔

ظاہر ہے کہ جب تک اظہار رائے کی آزادی حاصل نہ ہوگی اس وقت تک حاکم کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ جن کا رعب و دبدبہ مشہور ہے، مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، اس زمانہ میں مہر کی رقموں میں بے تحاشہ اضافہ ہو رہا تھا، حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ مہر کی مقدار مقرر کر دی جائے، تاکہ کوئی عورت اس سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں اپنی اس رائے کا اظہار کیا، اس مجلس میں ایک عمر رسیدہ خاتون شریک تھیں، وہ کھڑی ہوئی اور فرمایا کہ اے عمر بن خطاب! آپ مہر کی حد مقرر نہیں کر سکتے ہیں، حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وإن آتيتم إحداهن قنطارا فلا تأخذوا منه شيئا** (النساء: ۲۰) (اگر تم نے اپنی بیوی کو ڈھیر سا مال دیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا) حضرت عمر نے اس خاتون کا استدلال سن کر کے اپنی رائے بدل لی اور فرمایا: **أصابت امرأة وأخطأ عمر** (ایک عورت نے صحیح کہا اور عمر نے غلطی کی) (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۹۵/۵)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلہ پر ثقیفہ بنی ساعدہ کے مقام پر صحابہ کا مشورہ ہوا، جس میں مہاجرین اور انصار صحابہ شریک ہوئے، اس اجتماع میں مسئلہ خلافت پر غور وفکر کیا گیا، اس کے نتیجہ میں تین آراء سامنے آئیں، پہلی رائے یہ تھی کہ خلیفہ قبیلہ قریش میں سے ہونا چاہئے، یہ رائے حضرت ابوبکرؓ کی تھی، ان کی دلیل حضور ﷺ کا یہ ارشاد تھا:

إن العرب لن تعرف هذا الأمر إلا لهذا الحى من قريش، هم أوسط العرب نسلا ودارا (شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، باب جماع فضائل الصحابۃ، بیعۃ أبی بکر وترتیب الخلافۃ)۔

دوسری رائے یہ تھی کہ اہل مدینہ خلافت کے زیادہ اہل ہیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو اپنا آخری ٹھکانہ بنایا، لہٰذا خلیفہ ان میں سے کسی ایک شخص کو مقرر ہونا چاہئے۔ تیسری رائے یہ تھی کہ دو امیروں کا انتخاب عمل میں آئے، ایک امیر انصار میں سے ہو اور دوسرا مہاجرین میں سے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے پُر زور خطاب فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، اس کے ساتھ ہی تمام صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس طرح حضرت ابوبکرؓ باتفاق رائے خلیفہ مقرر ہوئے (مصنف عبدالرزاق، کتاب المغازی، باب بیعۃ أبی بکر فی سقیفہ بنی ساعدۃ)۔

ائمہ حدیث اور اظہار رائے کی آزادی کا حق:

اظہار رائے کی آزادی کی اہمیت اس بات سے بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ ائمہ حدیث نے جرح وتعدیل کے فن کو فروغ دیا، جس کا منشا یہ تھا کہ معلوم ہوجائے کہ کون راوی قابل اعتبار ہے اور کس میں ثقہ کی کمی ہے، گویا کہ یہ بھی اظہار رائے کی آزادی کی ایک تحریک تھی، جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں اور یہ فن اس طرح فروغ پایا کہ ہر آدمی اپنی ذمہ داری محسوس کرتا تھا کہ اگر راوی میں کوئی کمی ہے تو اس کا اظہار کردے، چنانچہ باپ بیٹے کی کمزوریوں کو بیان کردیتا اور بیٹا باپ پر جرح کرتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ محدثین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار رائے کی آزادی کو حفاظت حدیث کا اہم ذریعہ سمجھتے تھے۔

اظہار رائے کی آزادی اور فقہ اسلامی:

اظہار رائے کی آزادی اور شہریوں کے حقوق پر فقہاء نے ''کتاب الامارۃ'' اور ''السیاسۃ الاسلامیۃ'' کے عنوان سے بحث کی ہے، اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ فقہاء نے آزادی اور حقوق کے مسئلہ کو دوسرے ابواب میں بیان نہیں کیا ہے، بلکہ یہ مباحث دوسرے ابواب میں موجود ہیں، مثلاً فقہاء نے زوجین کے حقوق کو ''کتاب النکاح'' کے تحت ذکر کیا ہے، اسی طرح سماجی اور شہری حقوق کو ''کتاب الجنایات'' اور ''کتاب العقوبات'' کے تحت ذکر کیا ہے، ''ادب القاضی'' کے تحت فقہ اسلامی میں جو احکام بیان کیے جاتے ہیں ان کا تعلق بھی حقوق سے ہے، فقہاء نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے حقوق کو ''ابواب الجہاد والسیر'' کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تفصیل کے ساتھ حقوق کی بحث ''باب الإمامۃ'' اور ''السیاسۃ الشرعیۃ'' کے تحت ہی کی گئی ہے، اس باب میں فقہاء نے حاکم وقت کی ذمہ داریوں اور ارباب حل وعقد کے فرائض کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ عوام الناس کے فرائض وواجبات کو بھی واضح کیا ہے، یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ سیکولر طرز حکومت اور اسلامی ریاست کی طرز حکمرانی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ سیکولر حکومت کا دستور انسانوں کا مرتب کیا ہوا قانون ہوتا ہے، جس میں الہامی ہدایات کی کوئی جگہ نہیں ہوتی ہے، اس کے برخلاف اسلامی حکومت کا دستور قرآن وحدیث ہے، چنانچہ فقہاء، متکلمین، محدثین، مفسرین، ادباء، حکماء، صوفیاء سب اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ اسلامی حکومت دین کی اساس پر چلنی چاہئے۔ اس موضوع پر علامہ ماوردی نے اپنی کتاب ''الأحکام السلطانیۃ'' اور مشہور فقیہ ابن فرحون مالکی نے اپنی تالیف ''تبصرۃ الحکام'' میں بحث کی ہے، ان کے علاوہ اس موضوع پر علامہ سعد الدین تفتازانی، امام المتکلمین علامہ فخر الدین رازی اور علامہ ابن خلدون نے تفصیل سے کلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے، ممتاز شافعی عالم امام بدر الدین بن جمعہ نے اپنی کتاب ''تحریر الأحکام فی تدبیر اہل الاسلام'' میں حاکم پر شہریوں کے حقوق اور شہریوں پر حاکم کے حقوق کی تفصیل کو بیان کیا ہے۔ اس موضوع پر علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''السیاسۃ الشرعیۃ'' میں تفصیل سے بحث کی ہے۔

اسلامی ریاست شریعت کی اساس پر قائم ہوگئی، اس کا فرض ہوگا کہ وہ اللہ کی شریعت کو جاری کرے، دین کا تحفظ کرے اور دینی امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی کرے، اس نمائندگی کو علماء اسلام خلافت یا امامت کہتے ہیں۔

بہر حال اسلامی ریاست کے دستور میں اظہار رائے کی آزادی کا اہم دفعہ موجود ہے، فقہی نقطہ نظر سے اظہار رائے کے درجات ہیں، کبھی رائے کا اظہار کرنا واجب ہوتا ہے، مثلاً کوئی مسلمان منکر کو دیکھے اور وہ اس کو روکنے پر قادر ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کے خلاف آواز اٹھائے، اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر ولتأخذن على يد الظالم (المعجم الکبیر للطبرانی)۔

اگر شریعت کے قوانین کی بے حرمتی ہو رہی ہو تو اس وقت حق کا اظہار کرنا فرض ہو جاتا ہے، بنی اسرائیل کا واقعہ جو ''اصحاب السبت'' کے نام سے قرآن میں آیا ہے، ان کے عذاب کی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ اپنے سامنے ''منکر'' کو دیکھتے تھے اور اس پر اعتراض نہیں کرتے تھے ''**كانوا لايتناهون عن منكر فعلوه**'' (المائدۃ:۷۸)۔

''منکر'' کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کرنا جرم ہے، جو لوگ برائیوں کے خلاف اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے ہیں ایسے لوگوں کے انجام کو سمجھانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ایک کشتی کی مثال دی جو دو منزلہ ہو، اگر اوپری منزل والے لوگ، نیچی منزل والے لوگوں کو کشتی میں سوراخ کرنے سے نہ روکیں گے تو سب غرقاب ہو جائیں گے (بخاری، کتاب الشہادات، حدیث نمبر:۲۶۸۶)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار رائے کی آزادی اور اخلاقی وقانونی حدود:

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں اظہار رائے کی آزادی کا حق لوگوں کو مطلقاً نہیں دیا گیا ہے، دنیا کے ہر قانون ودستور نے اظہار رائے کے حدود مقرر کئے ہیں اور اسی دائرے میں اس حق کے استعمال کو جائز قرار دیا گیا ہے، اگر کوئی آدمی ان حدود سے تجاوز کرتا ہے تو اس کا عمل قانون اور دستور کے مغایر سمجھا جاتا ہے، چنانچہ یورپی ممالک میں Public Decency Laws بنے ہوئے ہیں، تاکہ بچوں کو بھڑکانے والے مواد سے روکا جاسکے، انگلینڈ میں ملکہ کی اہانت قانوناً جرم ہے، اسی طرح وہاں یہودیوں، کالوں، عورتوں اور غیر ملکیوں کی اہانت ممنوع ہے، جرمنی میں اگر کوئی شخص ہٹلر کی تعریف کرتا ہے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی ہوتی ہے، برطانیہ میں ہم جنسی کے خلاف بولنا جرم ہے، امریکہ میں صیہونیت پر تنقید بہت مہنگی پڑتی ہے، چنانچہ ''ہولوکوسٹ'' کے حقائق کے بارے میں ایک امریکی جج کی زبان سے کچھ تبصرہ نکل گیا تو وہ فوراً قابل سزا جرم قرار پا گیا۔

اسلام نے بھی اظہار رائے کے حق کو کچھ شرطوں کے ساتھ مقید کیا ہے، تاکہ انسانوں کی اس آزادی کو غلط استعمال سے روکا جاسکے، چنانچہ اسلام میں غیبت کرنا، چغلی کھانا، کسی کی کردار کشی کرنا، دوسروں کا تمسخر کرنا، کسی پر الزام لگانا، دوسروں کے عیوب کا افشاء کرنا حرام قرار دیا گیا ہے؛ کیوں کہ ان حرکات سے کئی سماجی ومعاشرتی مسائل پیدا ہوسکتے ہیں، ان کے علاوہ بہت سارے ایسے امور ہیں جن کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے، مثلاً: مسلمانوں کی تکفیر کرنا، کسی پر زنا کا الزام لگانا، اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی کرنا، دوسرے مذاہب کے معبودوں وپیشواؤں کو برا بھلا کہنا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (الأنعام:۱۰۸)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں)۔

اسلام میں اظہار رائے کے حق کو استعمال کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ شخص عاقل ہو، اس میں اتنی اہلیت موجود ہو کہ وہ اپنی رائے کے مالہ وماعلیہ سے واقف ہو، اس کو کسی ایسے معاملہ میں رائے نہیں دینی چاہئے جس سے وہ کما حقہ واقف نہ ہو اور پھر اسی معاملہ میں رائے دے جو اس سے متعلق ہو، لہٰذا ایسے معاملہ میں نہیں بولنا چاہئے جس سے اس کا کوئی سروکار نہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من حسن المرء ترکه مالایعنیه (موطأ مالک، کتاب الجامع، باب حسن الخلق)۔

اظہار رائے کی آزادی کے حق کو استعمال کرتے وقت اس چیز کا خیال ہونا چاہئے کہ کوئی بات ایسی نہ بولے جس سے اسلام یا اسلامی شعائر کی اہانت ہوتی ہو، یا ایسی بات نہ کہے جس سے دوسروں کو زک پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاضرر ولاضرار (السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلح، باب لاضرر ولاضرار)۔

اظہار رائے کی آزادی اور اس کے شرعی حدود:

۱- شریعت میں اظہار رائے کے نام پر اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی جائز نہیں ہے اور کوئی بھی ایسا عمل یا قول جو شریعت کے مقاصد سے ٹکراتا ہو اس کا اظہار جائز نہیں ہوگا۔

۲- انسان کی کرامت کی شریعت میں بہت اہمیت ہے، کیوں کہ اسی کرامت کی بدولت انسان کو تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں، لہٰذا انسان کی جان، مال، آبرو اور املاک کا تحفظ بے حد ضروری ہے اور کوئی بھی ایسی بات جس کے اظہار سے انسان کے حقوق پامال ہوتے ہوں، وہ آزادی کے دائرے سے خارج ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **إن دمائکم وأموالکم وأعراضکم بینکم حرام** (سنن ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء دمائکم وأموالکم علیکم حرام)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳-اسلامی معاشرہ میں غیر اخلاقی باتوں کو آزادی کے نام پر پھیلانا جائز نہیں اور جو لوگ ایسا کریں گے دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب أليم في الدنيا والآخرة** (النور:۱۹)۔

(جولوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں)۔

۴-آزادی صحافت اور اظہار رائے کی آزادی کے نام پر لوگوں کی ذاتی زندگی میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لاتؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولاتتبعوا عوراتهم** (مسلمانوں کو اذیت نہ دو، ان کو عار نہ دلاؤ، ان کی پوشیدہ چیزوں کے پیچھے نہ پڑو) (سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی تعظیم المومن)۔

۵-اظہار رائے کی آزادی کے نام پر دوسروں کے جذبات کو مجروح کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح کسی کا مذاق اڑانا یا اس کو سب وشتم کرنا درست نہیں، مذہبی شخصیات اور مختلف مذاہب کی تعلیمات کو نشانہ بنانا یا اس کی تضحیک کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۶-کوئی بھی ایسی کوشش جس کا مقصد اسلامی نظام، اسلامی وحدت کو نقصان پہنچانا ہو یا اسلامی سلطنت کی بنیادوں کو کمزور کرنا ہو یا کوئی ایسا اقدام کرنا جس سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو، سراسر غلط ہے، کیوں کہ اس سے امت میں انتشار پیدا ہوگا اور سماج کا امن درہم برہم ہوگا۔

اظہار رائے کی آزادی اور اہل مغرب کا دوہرا معیار:

مغرب میں آزادی کا عجیب وغریب تصور ہے، ایک طرف وہاں ہر انسان کو یہ حق دیا جاتا ہے کہ جیسی زندگی گزارنا چاہے، گزارے، بے حیائی کا جو کام کرنا چاہے، کرے، یہاں تک کہ ہم جنسی بھی ان کی نظر میں معیوب بات نہیں ہے، لیکن اگر کوئی مسلمان عورت اسی آزادی کے تصور کے تحت عوامی زندگی میں حجاب کرتی ہے تو پھر وہ قانوناً ممنوع ہوجاتا ہے، آزادی کا یہ ایسا تصور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جس کی تشریح نا قابل فہم ہے۔ اقوام متحدہ ایک طرف اظہار رائے کی آزادی کی مطلقاً حمایت کرتا ہے تو دوسری طرف یہ قرارداد پاس کرتا ہے کہ ''ہولوکوسٹ'' کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ۱۰ ملین یہودیوں کے جذبات کا تو اتنا لحاظ ہے، لیکن ڈیڑھ بلین مسلمانوں کے جذبات کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ مغربی میڈیا مسلمانوں کے پیغمبر کی تصویر مسخ کر کے پیش کرتا ہے، شان رسالت میں فن، ادب اور آزادی صحافت کے نام پر گستاخی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا، اس دوہرے رویہ کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے، آج مغرب جس آزادی صحافت کی بات کرتا ہے، وہاں صحافت پورے طور پر آزاد نہیں، صورت حال یہ ہے کہ کسی اخبار کی مجلس ادارت اور رپورٹ بنانے والا سکشن کسی سیاسی رائے کو شائع کرنے میں آزاد نہیں ہوتا ہے، بلکہ صحافیوں کو تربیت دی جاتی ہے کہ وہ نیوز کو الٹ پھیر کر کے پیش کریں، تاکہ اہل اقتدار کے مفاد کو ضرب نہ پہنچے، لہٰذا یہ کہنا کہ اظہار رائے کی آزادی کے حدود نہیں ہیں، یہ بات بعید از حقیقت ہے۔

گستاخی رسول کے واقعات اور ان کا تدارک:

اہانت رسول کے مرتکب لوگوں کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہونا چاہئے! حیات طیبہ کا یہ واقعہ ہماری رہنمائی کرتا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر اپنی زوجہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے، وہاں سے یہودیوں کی ایک جماعت گذری، یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''السلام علیکم'' کہنے کے بجائے ''السام علیکم'' (تم پر موت ہو) کہہ کر مخاطب کیا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار کی، حضرت عائشہؓ اس واقعہ پر بہت ناراض ہوئیں اور یہودیوں کو جواب دیتے ہوئے کہا ''السام ولعنۃ اللہ علیکم'' (تم پر موت اور اللہ کی لعنت ہو)، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کا جواب سن کر فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی، اگر تم کو جواب دینا ہی تھا تو اتنا کافی تھا ''وعلیکم'' (بخاری، کتاب الاستئذان، باب کیف یرد علی اہل الذمۃ السلام)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں دوسرا واقعہ حضرت ابوبکرؓ کا ہے، ایک دفعہ کوئی غیر مسلم حضرت ابوبکرؓ کو گالی گلوچ کر رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بازو میں خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکرؓ صبر کے ساتھ اس کے سب وشتم کو سنتے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے، وہ غیر مسلم مسلسل سب وشتم کرتا رہا، یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کے لئے اس کی بے ہودگی ناقابل برداشت ہوگئی، حضرت ابوبکرؓ نے اس شخص کا جواب دینا شروع کیا، حضرت ابوبکرؓ کے جواب کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر چلے گئے، حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جب تک میں غیر مسلم کے سب وشتم کو سنتا رہا، آپ بیٹھے رہے، مسکراتے رہے اور جب میں نے اس کا جواب دیا تو آپ وہاں سے چلے گئے، آخر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: جب تم خاموش تھے تو تمہاری جانب سے فرشتے جواب دے رہے تھے، جب تم نے جواب دینا شروع کیا تو وہاں پر شیطان آ گیا۔

ان دو واقعات سے رسول اللہ ﷺ کا یہ اسوہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کوئی مشتعل کرے تو اس اشتعال انگیزی کے جواب میں تحمل سے کام لینا چاہئے، شر انگیزی پھیلانے والے لوگوں کے شر سے بچنے کا پیغمبرانہ طریقہ یہ ہے کہ ہم جاہلوں سے اعراض برتیں، کیوں کہ مشتعل ہو جانے سے اکثر اوقات اس کا معکوس نتیجہ نکلتا ہے۔

اسلام دشمن طاقتوں کی بے ہودگیوں پر مشتعل ہونے سے ان کو کتنا فائدہ پہنچتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ''اہانت رسول والی فلم'' پچھلے دو مہینوں سے آن لائن تھی اور صرف ۵۰۰ لوگوں نے اس کو دیکھا تھا، لیکن جب ایک مصری ٹیلی ویژن چینل نے عربی میں اس کو پیش کیا اور اس کے بعد مسلمانوں نے اس فلم کے خلاف پوری دنیا میں پُرتشدد احتجاج کرنا شروع کر دیا، عالمی پیمانہ پر فلم کے خلاف احتجاج ہونے کی وجہ سے اس فلم کی کافی تشہیر ہوگئی، چنانچہ تازہ سروے کے مطابق چند دنوں میں ۳۰ ملین سے زیادہ لوگوں نے اس فلم کو دیکھا، لہٰذا ان واقعات پر شور وغل کرنے کے بجائے اس بارے میں ہمارا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ ہم مغربی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکوں کے سامانوں کا بائیکاٹ کریں، مغربی ممالک کو یہ پیغام بھیجیں کہ شان رسول میں گستاخی سے تہذیبوں کا تصادم شروع ہوسکتا ہے، ہم مغربی ممالک سے ڈپلومیٹک تعلقات منقطع کرلیں اور اقوام متحدہ پر دباؤ ڈالیں کہ وہ گستاخی رسول کو قانوناً جرم قرار دے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں فرد کی آزادی کی قانونی حیثیت

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی ☆

اسلام دین فطرت ہے۔ اسلام میں فرد کی جائز خواہشات، ضروریات، نفسیات اور فطری وطبعی تقاضوں کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔ شریعت اسلامی کا کوئی حکم بھی انسان کی فطری خواہش اور جذبۂ آزادی کے خلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر وشر کا راستہ بتادیا اور ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کی آزادی دی ہے، چنانچہ ارشاد ہے: "**ونفس وما سواها، فألهمها فجورها وتقواها قد أفلح من زكاها وقد خاب من دساها**" (سورۃ الشمس: ۷۔۱۰، ترجمہ تھانوی)۔ (اور قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری (دونوں باتوں کا) اس کو القاء کیا، یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس جان کو پاک کرلیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو (فجور میں) دبادیا)۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ خیر وشر کا نفع ونقصان بیان کردیا ہے تاکہ انسان اپنی مرضی سے خیر کو اختیار کرے اور برائی سے بچے۔ اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہے: "**وهديناه النجدين**" (سورۃ البلد: ۱۰) اور (پھر) ہم نے اس کو دونوں راستے (خیر وشر کے) بتلادیئے)۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون کون سی بنیادی آزادی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کی ہے، لیکن انسان یا حکومت بندوں کو اس سے محروم رکھتی ہے، ان میں اہم مندرجہ ذیل ہیں:

☆ لیکچرر گورنمنٹ جونیئر کالج، ظہیر آباد، اے پی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) مذہب وعقیدہ کی آزادی، (۲) عبادت کی آزادی، (۳) علم حاصل کرنے کی آزادی، (۴) تجارت وروزگار کی آزادی، (۵) کھانے پینے اور خرید وفروخت کی آزادی، (۶) رہنے سہنے کی آزادی، (۷) گھومنے پھرنے کی آزادی، (۸) ذاتی معاملہ کی آزادی، (۹) اظہار حق کی آزادی۔

(۱) مذہب وعقیدہ کی آزادی:

اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات بالکل واضح ہیں۔ اور یہ اسلام کی خوبی اور کشادہ قلبی کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام نے مذہب وعقیدہ کے معاملہ میں کسی قسم کی تنگ نظری اور جبر کو پسند نہیں کیا ہے اور ہر شخص کو اپنی پسند کے مذہب پر باقی رہنے یا پسندیدہ مذہب اختیار کرنے کی آزادی دی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من البغی" (سورہ البقرہ:۲۵۶) (دین میں زبردستی (کافی نفسہ کوئی موقع) نہیں، (کیونکہ) ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے)۔

"ولو شاء ربک لآمن من فی الأرض کلھم جمیعا، أفأنت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین" (یونس:۹۹) (اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے، (جب یہ بات ہے) تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس سے وہ ایمان ہی لے آئیں)۔

" فذکر انما أنت مذکر، لست علیھم بمصیطر" (الغاشیہ:۲۱-۲۲)، (تو آپ بھی ان کی فکر میں نہ پڑیئے بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے، کیونکہ آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر مسلط نہیں ہیں)۔

(۲) عبادت کی آزادی:

سوویت یونین ممالک میں کمیونزم کے عروج کے زمانہ میں عبادت کی اجازت نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد اور گرجا گھر وغیرہ بند کر دیے گئے تھے، ابھی بھی کمیونزم زیر اقتدار ممالک میں عبادت کی آزادی نہیں ہے۔ اسلام نے تمام مذاہب کے ماننے والوں کے لیے عبادت کی آزادی دی ہے، اور عبادت گاہوں اور عبادت میں مصروف لوگوں سے تعرض کرنے سے خاص طور پر منع کیا ہے۔ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ (م: ۵۸۲ھ) لکھتے ہیں: "وكذلك العجوز التي لايرجى ولدها وكذلك الرهبان وأصحاب الصوامع إذا كانوا حضورا لا يلحقون وان لم يقدر المسلمون على حمل هؤلاء ونقلهم الى دار الاسلام لا يحل قتلهم ويتركون في دار الحرب لأن الشرع نهى عن قتلهم" (بدائع الصنائع: ۶/ ۶۵) (ایسی بوڑھی جس سے اولاد ہونے کی امید نہ ہو، اسی طرح راہب حضرات اور اصحاب صومعہ جنگ میں شروع سے حاضر ہوں، اور مسلمان ان کو دار الاسلام منتقل کرنے پر قادر نہ ہوں تو ان کو قتل کرنا جائز نہیں ہوگا، ان کو دار الحرب میں چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ شریعت نے ان کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ اور علامہ کاسانیؒ ذمیوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "واما الكنائس والبيع القديمة فلا يتعرض لها ولا يهدم شئ منها... ولو انهدمت كنيسة فلهم أن يبنوها كما كانت لأن لهذا البناء حكم البقاء ولهم أن يستبقوها فلهم أن يبنوها" (بدائع الصنائع: ۶/ ۸۴) (بہر حال قدیم کنائس اور بیع (یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں) سے تعرض نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کا کوئی حصہ منہدم کیا جائے گا، اگر وہ ٹوٹ پھوٹ جائیں تو ان کو پہلے کی طرح بنانے کا حق ہوگا؛ کیونکہ یہ تعمیر بقاء کے حکم میں ہے، اور ان کو باقی رکھنے کا حق ہے، لہٰذا ان کی تعمیر کا بھی حق ہوگا)۔

(۳) علم حاصل کرنے کی آزادی:

اسلام میں ہر فرد کو علم نافع حاصل کرنے کی آزادی ہے۔ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے اور غیر مسلموں کو مسلمانوں سے۔ اسلام نے علم کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں برتی ہے، یہ تنگی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندومت اور کلیسائی نظام میں تھی، یا آج کے کارپوریٹ کلچر میں جہاں غریبوں کے لیے اعلیٰ تعلیم کے دروازے عملاً بند ہیں لیکن اسلام نے علم کے حصول کو آسان اور سستا بنایا ہے، اس سلسلہ میں آیات واحادیث اور اسلامی تاریخ شاہد عدل ہیں:

(۱) "وان أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله،ثم أبلغه مأمنه، ذلك بأنهم قوم لايعلمون" (التوبہ:۶) (اور اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اس کو پناہ دیجئے، تاکہ وہ کلام الٰہی سن سکے، پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے، یہ (حکم) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے)۔

(۲) "اطلبوا العلم ولو بالصين" (سنن ابن ماجہ، کتاب العلم)۔ (علم حاصل کرو، اگرچہ چین میں دستیاب ہو)۔

(۳) "أمرني رسول الله ﷺ أن أتعلم السريانية" (اخرجہ البخاری فی الاحکام تعلیقا وابوداؤد فی العلم:۳۴۱۶) (مجھے رسول اللہ ﷺ نے سریانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا)۔

(۴) حضرت علیؓ کا قول: "العلم ضالة المؤمن فخذ ولو من المشركين" (التراتیب الاداریہ للکتانی:۲/۳۴۸) (علم مومن کا گم شدہ سرمایہ ہے، اسے حاصل کرو؛ اگرچہ مشرکین سے حاصل ہو۔

(۵) ڈاکٹر صباح الدین عبدالرحمٰنؒ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی وعلمی عروج کے زمانہ میں یونان، روم اور یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے اور بغداد، قرطبہ، غرناطہ اور قاہرہ علمی مراکز تھے، اہل یورپ یہاں کی درس گاہوں میں تعلیم پاتے، پوپ ساوس ثانی نے اپنی تعلیم قرطبہ کی درس گاہ میں پائی (مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب:۷۲۔۷۳)۔

(۴) تجارت وروزگاری کی آزادی:

اسلامی مملکت میں نہ صرف ذمی باشندوں کو بلکہ دار الاسلام سے باہر رہنے والے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلموں کو بھی اجازت لے کر دارالاسلام میں تجارت وروزگار کی آزادی ہے اور تجارت وروزگار کے دوران ان کی جان ومال کے تحفظ کی ضمانت لی گئی ہے (دیکھئے: ہدایہ: ۲/ ۵۸۵۔۵۸۷، فتاویٰ عالم گیری: ۲/ ۴۴۳۔۴۴۶)۔

(۵) کھانے پینے اور خرید وفروخت کی آزادی:

اسلام میں کھانے پینے کے سلسلہ میں آزادی ہے، ہر شخص اپنے مذہب کے مطابق اشیاء خورد ونوش کی خرید وفروخت اور ان کا استعمال کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کلوا وتمتعوا قلیلا، انکم مجرمون" (المرسلات: ۴۶) (تم (دنیا میں) تھوڑے دن کھالو اور مزے کرلو، بے شک تم مجرم ہو)۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "ویترکون ان یسکنوا فی امصار المسلمین یبیعون ویشترون" (بدائع الصنائع: ۶/ ۸۳) (ذمیوں کو آزادی دی جائے گی کہ وہ مسلمانوں کے شہروں میں رہائش اختیار کریں اور خرید وفروخت کریں)۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں: "ولا یمنعون من إظهار شئ ما ذکرنا من بیع الخمر والخنزیر والصلیب وضرب الناقوس فی قریة أو موضع لیس من أمصار المسلمین ولو کان فیه عدد کثیر من أهل الاسلام" (حوالہ سابق) (گاؤں میں یا ایسی جگہ جو مسلمانوں کے شہروں میں سے نہ ہو، وہاں ان کو خمر، خنزیر اور صلیب کی خرید وفروخت اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا، اگرچہ وہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہو)۔

بلکہ فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے: "مر رجل من أهل الذمة بخمر له فی سفینة فی مثل دجله أو الفرات، فمر بذلک فی وسط بغداد، أو مدائن أو واسط لا یمنع من ذلک، وکذلک لو أراد المرور بالخمر فی طریق الأمصار ولا ممر لهم غیر ذلک وانهم لا یمنعون عنه، وینبغی للامام أن یبعث معهم أمینا حتی لا یتعرض أحد من المسلمین لهم وحتی لا یدخلوا ذلک فی مساکن المسلمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المتهمین بشرب ذلک" (الفتاوی الہندیہ: ۲/۲۵۱) (کوئی ذمی دریائے دجلہ یا فرات میں کشتی میں خمر لے کر گذرے اور بغداد، مدائن یا واسط شہر کے درمیان سے گذرے تو اس کو نہیں روکا جائے گا، اسی طرح اگر خمر لے کر شہروں کی گلی سے گذرنا چاہے اور ان کے لیے کوئی دوسری گذرگاہ نہ ہو تو ان کو نہیں روکا جائے گا اور بہتر ہے کہ امام ان کو ایک امانت دار شخص کے ساتھ کردے تاکہ کوئی مسلمان ان کو نہ چھیڑے اور وہ بھی ان مسلمانوں کے گھروں میں داخل نہ ہوسکیں جو اس کے پینے کے سلسلہ میں متہم ہوں)۔

(۶) رہنے سہنے کی آزادی:

گجرات کے فساد زدہ لوگوں کا تاثر تھا کہ ان سے جینے اور رہنے سہنے کا حق چھین لیا گیا ہے، بھوج شہر میں کوئی مسلمانوں کو کرایہ پر مکان دینے کو تیار نہیں تھا جبکہ اسلامی مملکت میں غیر مسلم ذمیوں کو آزادی کے ساتھ رہنے سہنے کا حق حاصل ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی (م: ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں: "فاشتری بها أهل الذمة دوراً وسكنوا مع المسلمين لم يمنعوا من ذلک فانا قبلنا منهم عقد الذمة" (رد المحتار ۶/۲۵۵) (اہل ذمہ دار الاسلام میں مکانات خرید کر مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگیں تو انہیں اس سے نہیں روکا جائے گا؛ کیونکہ ہم نے ان سے عہد ذمہ قبول کرلیا ہے)۔

اور علامہ حصکفیؒ (م: ۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں: "واذا تكارى أهل الذمة دوراً فيما بين المسلمين يسكنوا فيها فى المصر جاز" (الدر المختار: ۶/۲۵۵) (اور جب اہل ذمہ مسلمانوں کے درمیان شہر میں رہائش کے لیے مکانات کرایہ پر لیں تو یہ جائز ہے)۔

اسلامی مملکت میں ذمیوں کی جان و مال اسی طرح محفوظ رہتے ہیں جس طرح دوسرے مسلمانوں کے رہتے ہیں۔ اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کردیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذمی کے بدلہ قتل کرنے والے مسلمان کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ علامہ برہان الدین مرغینانیؒ (م: ۵۹۳ھ) صراحت کرتے ہیں: "ويقتل الحر بالحر والحر بالعبد والمسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالذمی" (الہدایہ: ۴/ ۵۶۲) (آزاد کو آزاد کے بدلہ، آزاد کو غلام کے بدلہ اور مسلم کو ذمی کے بدلہ قتل کیا جائے گا)۔

(۷) گھومنے پھرنے کی آزادی:

آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی تھائی لینڈ، برما اور یانگون وغیرہ چند ممالک ہیں جہاں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے، ان کو اپنے گاؤں سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ گاؤں سے باہر نکلنے پر انہیں بھاری جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے لیکن اسلامی مملکت میں تمام شہریوں کو گھومنے پھرنے کی آزادی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) "قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة الذین من قبل" (الروم: ۴۲) (آپ فرما دیجئے کہ ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جو لوگ پہلے گزرے، ان کا کیا انجام ہوا؟)۔

(۲) أو لم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم" (الروم: ۹) (کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں، ان کا انجام کیا ہے؟)۔

(۳) "لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد، متاع قلیل ثم مأواهم جهنم" (آل عمران: ۱۹۷) (تجھ کو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے، یہ چند روزہ بہار ہے، پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے)۔

(۸) ذاتی معاملہ کی آزادی:

فطری طور پر ہر شخص اپنے خانگی معاملہ میں آزادی چاہتا ہے اور اس میں دخل اندازی کو سخت ناپسند کرتا ہے، اسلام میں ہر شخص کو اس کے ذاتی معاملہ میں آزادی دی گئی ہے، قرآن میں کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونے، کسی کی جاسوسی اور غیبت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱)"یا أیها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیربیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی أهلها" (النور:۲۷) (اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو، جب تک کہ اجازت حاصل نہ کرلو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو)۔

(۲)"ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا" (الحجرات:۱۲) (اور سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے)۔

(۳) فقہاء نے ذمیوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وفی التجرید: ولا ینبغی للمسلمین أن ینزلوا علیهم فی منزلهم ولا یأخذوا شیئا من دورهم وأراضیهم إلا بتملیک من قبلهم کذا فی التتارخانیه" (الفتاویٰ الہندیہ:۲/۲۵۱) "تجرید" میں ہے: مسلمانوں کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ ذمیوں کے گھروں میں قیام کریں اور ان کی طرف سے بغیر مالک بنائے ان کے گھروں اور زینات میں سے کچھ حاصل کریں، جیسا کہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے)۔

(۹) اظہار حق کی آزادی:

فرد کی آزادی میں ایک اہم فکر وخیال اور حق بات کے اظہار کی آزادی ہے اور یہ آزادی اسلام نے دنیا والوں کو عطا کی ہے؛ لیکن آج اسی آزادی کا غلط استعمال کرکے اسلام، پیغمبر اسلامؐ اور مسلمانوں کے خلاف بہتان تراشی کی جارہی ہے، اس لیے موجودہ دور میں اظہار خیال کی آزادی کو اظہار حق کی آزادی کا نام دیا جائے تو بہتر ہوگا اور یہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"واللہ لا یستحیی من الحق" (اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا ہے)۔

"وشاورهم فی الامر" (اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے)۔

"وامرهم شوری بینهم" (ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراحادیث میں ہے:

(۱) "افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر" (سنن ابی داؤد، باب الأمر والنہی) (ظالم بادشاہ کے سامنے حق وانصاف کی بات کرنا افضل درجہ کا جہاد ہے)۔

(۲) "عن ابی الولید عبادة بن الصامتؓ قال: بایعنا رسول الله ﷺ على السمع والطاعة فی العسر والیسر والمنشط والمکره وعلی اثرة علینا وعلی أن لا ننازع الأمر أهله، إلا أن تروا کفرا بواحا، عندکم من الله تعالیٰ فیه برهان، وعلی أن نقول بالحق أینما کنا لا نخاف فی الله لومة لائم" (مسند احمد) (سیدنا عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سمع وطاعت اختیار کرنے کی بیعت کی، چاہے تنگی کی حالت ہو یا خوش حالی کی، خوش دلی سے ہو یا بددلی کے ساتھ، خواہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے، اور یہ کہ ہم صاحب حکومت سے اس کی حکومت کے بارے میں نہیں جھگڑیں گے، مگر یہ کہ تم صریح کفر دیکھ لو، جس کی بابت تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل موجود ہو، اور اس بات پر بھی بیعت کی کہ ہم جہاں بھی ہوں حق بات کہیں گے، اللہ کی بات کہنے میں ہم ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے)۔

(۳) "کلا! والله لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر ولتأخذن علی ید الظالم ولتأطرنه علی الحق أطراً ولتقصرنه علی الحق قصرا، أو لیضربن الله بقلوب بعضکم علی بعض، ثم لیلعننکم کما لعنهم" (سنن ابی داؤد، المعجم الکبیر للطبرانی) (خبردار! اللہ کی قسم، تم ضرور بھلائی کا حکم دو، برائیوں سے روکو، ظالم کا دونوں ہاتھ تھام لو، اس کو حق کی طرف موڑ دو، اور اس کو حق کی طرف لوٹا دو، ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو خلط ملط کر دیں گے، پھر تم پر لعنت کریں گے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر کی)۔

(۴) اسلام میں اظہار خیال کی آزادی کی بہترین مثال حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ ہے کہ سیدنا عمرؓ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے لوگوں کو مہر کم باندھنے کی تلقین کر رہے تھے، ایک بڑھیا نے امیر المؤمنین کو ٹوکا اور قرآن کی آیت پڑھی "وإن آتيتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا "(النسا:۲۰)(اگر تم نے بیوی کو ڈھیر سامال دے دیا ہے تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو)۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بات واپس لے لی اور فرمایا: ایک بڑھیا مجھ سے بڑی فقیہ ہے اور مدینہ کا ہر شخص مجھ سے زیادہ سمجھ دار ہے (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، مصنف عبدالرزاق)۔

البتہ اظہار خیال کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کو گالی دی جائے، دوسرے مذہب والوں پر طعن وتشنیع کی جائے، دل آزار مضامین اور کارٹون شائع کیا جائے، یہ اظہار خیال کی آزادی نہیں ہے بلکہ گالی گلوچ، دل آزاری اور جہالت کی آزادی ہے جو یقیناً مہذب معاشرہ میں نا قابل قبول ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"ولا تسبو الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم، كذلك زينا لكل امة عملهم"(اور تم ان کو گالی نہ دو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پوجا کرتے ہیں (کیونکہ) پھر وہ جہالت میں حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے، ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے)۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی فکر ونظر کا اسلامی تصور اور مسلم معاشرے کی صورتحال

وارث مظہری ☆

آزادی فکر ونظر انسانی فطرت کا لازمی تقاضا ہے، انسان حیوان ناطق ہے، اسے عقل اور قوت تفکیر سے نوازا گیا ہے، جس کے ذریعے وہ خیر وشر میں تمیز کرتا ہے اور جس کی بنیاد پر اس سے فطرت کا مطالبہ ہے کہ وہ خود اپنی ذات وکائنات میں غور کر کے اپنے وجود کے مقصد کی دریافت کرے۔ قرآن میں درجنوں مقامات پر تقلیدی روش اختیار کرنے کے بجائے انسان کو عقل کے استعمال پر ابھارا گیا ہے اور عقل وفکر کو پس پشت ڈال دینے والوں کو اس معاملے میں جانوروں بلکہ ان سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے (الاعراف: 179)، اس لحاظ سے دوسرے تمام قابل ذکر مذاہب کے مقابلے میں اسلام کو عقل وفکر کا مذہب قرار دیا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے قبل انسانی عقل تقلید وروایت پرستی اور اساطیر واوہام کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ تاریخ انسانی میں یہ سہرا بلاشبہ اسلام کے سر ہی جاتا ہے کہ اس نے اس کو ان زنجیروں سے آزاد کیا۔ اسلام میں اقدامی سطح پر جس فتنے کے استیصال کے لیے جہاد وقتال کی اجازت دی گئی وہ دراصل مذہبی تعذیب کی وہ صورت حال تھی جو وقت کی مطلق العنان طاقتوں نے ہر اس شخص کے لیے روا رکھی تھی جو ''الناس علی دین ملوکھم'' کے کلیے سے انحراف وانکار کی روش اختیار کرتے ہوئے فکر وعقیدے کی آزادی کا قائل ہو۔ اسلام نے ہر فرد مسلم کو امر بالمعروف ونہی عن

☆ ایڈیٹر ماہنامہ ''ترجمان دارالعلوم'' نئی دہلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المنکر کا مکلف بنایا ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ اس کو اظہار رائے کی مکمل آزادی حاصل ہو۔ رسول اللہ نے سلطان جائر کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے اور اس کو راہ حق کی طرف تلقین کو افضل جہاد قرار دیا ہے (رسول اللہ کی مشہور حدیث ہے: افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر۔ مسلم)۔

اسلام کی نظر میں فکری تکثیریت؛ خواہ اس کا تعلق انسان کے حیات و کائنات کے نظریئے (world view) یا بالفاظ دیگر عقیدے سے ہی کیوں نہ ہو، انسانی فطرت کا اقتضا اور اس کائنات کے بنائے ہوئے نقشے کے عین مطابق ہے۔ اس لیے اس نقشے کو نہ تو چیلنج کرنا ممکن ہے اور نہ چیلنج کرنا۔ قرآن کی متعدد آیات میں اس پہلو کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: قل الحق من ربكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر ''کہہ دیجیے کہ حق اللہ کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان کا راستہ اختیار کرے اور جو چاہے کفر کا'' (الکہف:29)۔ ولو شاء ربك لآمن من في الأرض كلهم جميعا أفأنت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين ''اگر آپ کا رب چاہتا تو دنیا کے تمام لوگ ایمان قبول کر لیتے، کیا لوگوں کو مومن بنانے کے لیے آپ ان کے ساتھ زبردستی کریں گے'' (یونس:99)۔ دوسری جگہ کہا گیا ہے: ولو شاء الله لجعلكم أمة واحدة ''اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو صرف ایک امت بنا دیتا'' (المائدہ:48)۔ هو الذي خلقكم فمنكم كافر ومنكم مؤمن ''اللہ نے ہی تمہاری تخلیق کی ہے تو تم میں کچھ لوگ مومن ہیں اور کچھ لوگ منکر'' (التغابن:2)۔ اس طرح مومن کے ساتھ منکر ہونے کو ایک ابدی اور فطری حقیقت کے طور پر خود قرآن میں تسلیم کیا گیا ہے۔

اسلام میں فکر و رائے کی ایک اہم اساس مشورہ کا اصول ہے جس کے متعدد روشن نمونے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ آپ اجتماعی معاملات میں اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے تھے۔ مختلف جنگوں کے مواقع پر آپ نے صحابہ کرام کے مشوروں پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ آپ اپنی ازواج مطہرات سے بھی مشورہ کرتے تھے (رسول اور اصحاب رسول کی سیرت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں یہ موضوع حدیث امت میں پھیلانے کی کوشش کی گئی کہ: عورتوں سے مشورہ اور وہ جو کچھ وہ مشورہ دیں ان کے خلاف کرو (شاوروھن وخالفوھن)۔ چناں چہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے اپنی زوجہ مکرمہ ام سلمہ کے مشورے پر عمل کیا۔ مختلف احادیث میں رسول اللہ نے مشورہ کرنے اور مشورہ کے مطابق اقدام پر زور دیا۔ مشورے کے علاوہ رسول اللہ کا ایک اسوہ اصحاب کرام کو اجتہاد کی روش اختیار کرنے کی ترغیب دینا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل سے تعلق رکھنے والا مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے انہیں یمن روانہ کرتے وقت دریافت کیا کہ تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ کی روشنی میں۔ آپ نے پوچھا: اگر تمہیں کتاب اللہ میں متعلقہ حکم نہ ملے؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول کی سنت میں۔ آپ نے سوال کیا کہ اگر اس میں بھی تم وہ مسئلہ نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذ نے جواب دیا: پھر میں اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا (أجتهد ولا آلو)۔ اس پر آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ''اللہ کے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسول کے رسول کو توفیق سے نوازا'' (احمد بن حنبل: جلد 5، مسند احمد، بیروت، دار الکتب العلمیہ 2008، ص 236)۔

اس طرح آپ نے عقبہ بن عامر اور ان کے ساتھ ایک دوسرے صحابی سے فرمایا کہ: اجتهدوا فإن أصبتما فلكم عشر حسنات وإن أخطأتما فلكما حسنة (ابوحامد الغزالی: المستصفی ج:2، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1413، ص 355) تم اجتہاد کرو، اگر تم نے صحیح اجتہاد کیا تو تم کو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر تم سے اس میں خطا سرزد ہوئی تب بھی تمہیں ایک نیکی ملے گی، ذخیرہ احادیث میں اس مفہوم کی متعدد روایات ہیں۔

ڈاکٹر طہ جابر علوانی لکھتے ہیں کہ حریت عقیدہ کی قرآن کی کم از کم دو سو آیات میں ضمانت دی گئی ہے (طہ جابر علوانی: اشكالية الردة و المرتدين من صدر الاسلام الى اليوم۔ قاهره، مكتبه الشروق الدوليه، 2006، ص 138) حریت عقیدہ کے تعلق سے سب زیادہ بحث ومناقشے کا موضوع اسلامی فقہ میں ارتداد کی سزا کا مسئلہ ہے۔ علماء کی ایک جماعت اس بات کی قائل رہی ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر صورت میں ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے۔ لیکن غالب موقف بہر حال یہی رہا ہے کہ ارتداد کی راہ اختیار کرنے والا شخص قابل قتل ہے۔ تاہم رسول اللہ کے تعلق سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ آپ نے کسی کو اس جرم میں قتل نہیں کرایا۔ ڈاکٹر علوانی لکھتے ہیں: انه من الثابت المستفيض انه لم يقتل مرتدا طيلة حياته الشريفة "یہ بات پورے طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ نے اپنی پوری زندگی میں کسی کو ارتداد کے جرم میں قتل نہیں کرایا" (ایضاً ص165)۔ ابن الطلاع کا قول ہے کہ کسی مشہور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی مرتد یا زندیق کو قتل کرایا ہو (ایضاً ص166 بحوالہ عمدۃ القاری ۱۱/235)۔ اس لیے صحابہ میں حضرت عمر فاروق اور فقہاء میں امام نخعی اور سفیان ثوری کی رائے یہ رہی ہے کہ ان سے ہمیشہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، انہیں قتل نہیں کیا جائے گا، يستتاب أبدا ولايقتل (یوسف قرضاوی: فی فقہ الاولویات: قاہرہ، مکتبہ وہبہ 2005 ص140)۔ یوسف قرضاوی کے نزدیک ارتداد کی دو قسمیں ہیں: خاموش ارتداد (ردة صامتة) جس کا وبال فرد کی اپنی ذات تک محدود ہو، اور علانیہ اور دوسروں کو اپنی طرف دعوت دینے والا (ردة مجاهرة داعيه)۔ ان میں سے دوسری قسم کے مرتدین قابل قتل ہیں۔ پہلی قسم کے مرتدین سے تعرض نہیں کیا جائے گا (ایضاً)۔ نیز اس بات پر فقہاء کے درمیان اتفاق ہے کہ ارتداد میں ملوث ہونے والی عورتوں کو بہر حال قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس سے بھی اس موقف کو تقویت ملتی ہے کہ وہ ارتداد موجب قتل ہے جو محاربہ کے ہم معنی ہو۔ اس لیے یہ موضوع بہر حال غور وفکر کا متقاضی ہے۔ یہاں اس مسئلے کے دوسرے پہلوؤں پر تفصیل سے بحث ممکن نہیں ہے۔

رسول اللہ کی سیرت طیبہ میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ فرد کو فکر ورائے کی مکمل آزادی دیتے تھے اور خاص طور پر عقیدے کے باب میں کسی قسم کے جبر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ دین میں جبر واکراہ کو ممنوع قرار دینے والی مشہور آیت: لا إكراه في الدين کا شان نزول حضرت ابن عباس سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ: مدینہ کی ایسی عورتیں جن کو اولاد نہیں ہوتی تھی وہ اس بات کی نذر مان لیتی تھیں کہ اگر انہیں اولاد ہوئی تو وہ اس کو یہودی بنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں گی؛ چناں چہ جب قبیلہ بنونظیر کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا تو مدینہ کے ایسے مسلمان جو اس طرح یہودی بن گئے تھے ان کے والدین رسول اللہ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم ایسا جاہلیت میں اس وقت کرتے تھے جب ہم یہود کے مذہب کو اپنے سے بالا و برتر سمجھتے تھے لیکن اب جب کہ اسلام کی شکل میں حق ہمارے پاس آچکا ہے تو اب ہم اپنے بچوں کو کیوں نہ مجبور کریں کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (قرطبی: الجامع لاحکام القرآن، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۸، ۳/ ۱۸۲، ۱۸۳)۔

اسلامی تہذیب کی شاندار روایت:

عہد نبوی کے علاوہ صحابہ و تابعین اور ان کے بعد مسلمانوں کے دور زریں میں اور تہذیبی عروج کے زمانے میں حریت فکر ونظر اور آزادی اظہار رائے کی نہایت اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت عمر کے تعلق سے آزادی اظہار رائے کے متعدد نادر واقعات مشہور ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ایک واقعہ جو حضرت امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں لکھا ہے یہ ہے کہ: ایک شخص نے حضرت عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے عمر! اللہ سے ڈرو۔ اور بار بار اس کو دہرایا۔ حاضرین میں سے کسی نے اس شخص کو اس پر ٹوکا کہ اب چپ ہوجاؤ، امیر المؤمنین کو بہت کچھ کہہ چکے۔ حضرت عمر نے اس پر جو جملہ ارشاد فرمایا وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو کہنے دو، اس لیے کہ تم میں کوئی خیر نہیں اگر تم ایسی بات مجھ سے نہ کہو، اور ہمارے اندر کوئی خیر نہیں اگر ہم اس کو قبول نہ کریں'' (لاخیر فیکم إن لم تقولوها ولاخیر فینا إن لم نسمعها) (ابو یوسف: کتاب الخراج، مکتبہ مشکاۃ الاسلامیہ، روایت نمبر 32، ص 12، یہ کتاب ہم نے نیٹ سے ڈاؤن لوڈ کی ہے اور اس نسخے میں دیگر تفصیلات درج نہیں ہیں)۔

یہ نہایت قابل غور پہلو ہے کہ صحابہ اور ائمہ محدثین میں سے جلیل القدر شخصیات سے ایسے اقوال وفرمودات مشہور ہیں جن کے حاملین پر آج آسانی کے ساتھ بدعت وزندقہ سے اوپر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھ کر نعوذ باللہ کفر کا حکم چسپاں کیا جاسکتا ہے۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ قرآن کی آخری دونوں سورتوں (معوذتین) کو قرآن کی سورت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ دعا ہے جو جھاڑ پھونک کے لیے نازل کی گئی تھی (قرطبی: ج،20 ص،172)۔حضرت عبداللہ ابن عمر کتابیہ سے نکاح کے قائل نہیں تھے۔ حالاں کہ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے۔حضرت ابوطلحہ روزے کی حالت میں اولہ کھانے کو،حضرت ابوحذیفہ سورج نکلنے تک سحری کھانے کو جائز سمجھتے تھے (ابن تیمیہ: قاعدة جليله في التوسل والوسيله، لاہور: ادارہ ترجمان السنۃ بدون سنہ،ص104-103)۔حضرت عمر،عبداللہ ابن مسعودؓ،ابوہریرہ،عبداللہ ابن عباس،ابوسعید اور تابعین میں امام شعبی اور بعد کے اہم علماء میں ابن تیمیہ اور ابن قیم اس بات کے قائل تھے کہ ایک دن جہنم کو فنا کر دیا جائے گا اور بالآخر کفار بھی جنت میں داخل کر دئے جائیں گے (ابن قیم: حادی الارواح الی بلاد الافراح، مکتبہ المتنبی، قاہرہ بدون سن ،ص247- ابن قیم نے اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہ اور اپنے موقف کی حمایت میں اس کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ یہ موقف جمہور امت سے یقیناً ہٹا ہوا ہے لیکن ابن قیم کی اس موضوع پر بحث (دیکھیے: مذکورہ کتاب ص،246 تا 271) پڑھنے کے لائق ہے۔یوسف قرضاوی: فتاوی یوسف قرضاوی،(اردو ترجمہ "فتاوی معاصرہ"، مترجم: سید زاہد اصغر فلاحی)، دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی،2005،ص62)۔حضرت ابوذر غفاری ایک دن سے زائد مال جمع کرنے کو کنز تصور کرتے تھے اور اسے حرام و ناجائز سمجھتے تھے۔ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن مسعود نے تقریباً سو مسائل میں حضرت عمر فاروق سے اختلاف کیا (طہ جابر علوانی: ادب الخلاف، ورجینیا، امریکا، المعہد العالمی للفکر الاسلامی 1991،ص63)۔لیکن اس کے باوجود عمر ان کو علم وفقہ سے بھرا ہوا پیالہ (كنيف مُلي ءَ فقها وعلما) سمجھتے تھے۔

اسلام کے عہد زریں میں باطل فرقوں کی کثرت تھی۔معتزلہ، جہمیہ حشویہ، قدریہ، ان سب میں سب سے زیادہ شدت پسند فرقہ خوارج کا تھا لیکن اہل سنت والجماعت کے علماء نے ان کی تکفیر نہیں کی؛ بلکہ امام ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل ان فرقوں کے ائمہ کے پیچھے نماز تک پڑھ لیتے تھے:قد نقل ابن تيميه أن الإمام أحمد بن حنبل لم يكفر هذه

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفرق(القدرية والجهمية وغيرها) بل صلى (أحمد بن حنبل) رضى الله عنه خلف بعض الجهمية و بعض القدرية وإن أكبر ما توصف به كل تلك الفرق عند ابن تيميه هو الفسق۔'' امام ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل نے (جہمیہ اور قدریہ جیسے) گمراہ فرقوں کی کبھی تکفیر نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے بسا اوقات جہمیہ یا قدریہ کے پیچھے نماز تک ادا کی۔ زیادہ سے زیادہ ابن تیمیہ ان فرقوں کو فاسق قرار دیتے تھے'' (جمال بنا: حرية الفكر والاعتقاد فى الاسلام، قاهره: دار الفكر الاسلامى، بدون سنه)۔

محدثین ومفسرین کی رواداری کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے ان کی روایات تک اپنی کتابوں میں شامل کی ہیں۔ ان میں خود امام بخاری بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اہل بدعت اور شیعہ راویوں کی روایتیں اپنی الجامع الصحیح میں شامل کی ہیں۔ اس کی متعدد حیرت انگیز مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ عمران بن حطان بخاری کے روات میں سے ہیں۔ یہ اپنے ہم مسلک خوارج کے سردار اور خارجیت کے اتنے بڑے علم بردار تھے کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی کو قتل کیا تو اس پر انہوں نے نہایت مسرت وانبساط کا اظہار کیا۔ ابن ملجم کی موت پر انہوں نے اس کا مرثیہ لکھا۔ جس کے دو اشعار سے حضرت علیؓ سے ان کی نفرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

يا ضربةً مّنْ تقيّ ما أرادَ بها الا لِيَبْلُغَ مِنْ ذى العرشِ رِضوانا

''واہ اس پرہیز گار نے کیا وار کیا ہے۔ یہ وار کرنے والے کی اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ سوائے اس کے اس نیکی سے عرش کا مالک خدا راضی ہو جائے''۔

انّى لأذكره يوما فأحسِبُه أوفَى البريّةِ عندا للهِ ميزانا

''میں جب اس وار کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس (ابن ملجم) کی یہ نیکی تمام نیکیوں سے بڑھ جائے'' (سير اعلام النبلاء: بحوالہ http://ar.wikisource.org مزید تفصیل اس سائٹ پر موجود ہے: http://www.ahlalhdeeth. com)۔ غور کرنے کی بات ہے کہ عمران بن حطان کی دو روایتیں بخاری کتاب اللباس میں موجود ہیں (محمد بن اسماعیل البخاری:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجامع الصحیح: کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشہ للرجال وقدر مایجوز منہ، دار عالم الکتب، ریاض 1996، جلد 7/45۔ فتح الباری میں ابن حجر نے اس روایت کے تحت عمران بن حطان پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے: و عمران هوالسدوسی کان احد الخوارج من العقدیة بل هو رئیسهم وشاعرهم و هو الذی مدح ابن ملجم قاتل علي بالأبیات المشهورة و ابو حطان... وانما اخرج له البخاری علی قاعدته فی تخریج احادیث المبتدع اذا کان صادق اللهجة متدینا وقد قیل ان عمران تاب من بدعته وهو بعید. فتح الباری بشرح صحیح البخاری، 8/338۔ دیوبند: مکتبہ شیخ الہند، 2006۔ اہل بدعت کے تعلق سے محدثین کے موقف پر ابوداؤد کے اس قول سے روشنی پڑتی ہے: امام ابوداؤد نے فرمایا: لیس فی اهل الاهواء اصح حدیثا من الخوارج" اہل ہوی کے اندر حدیث کی روایت میں خوارج سے زیادہ صحیح فرقہ کوئی اور نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء 4/214 موسسہ الرسالہ ط 1985ء)۔ اسی طرح ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی ان کی روایتیں اپنی سنن میں لی ہیں۔ "پاکستان کے مفتی سعید صاحب لکھتے ہیں:

"بدعتیوں کے تمام فرقہ باطلہ، خوارج، شیعہ، قدریہ، مرجئہ، معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ سے اہل سنت والجماعت کے ائمہ حدیث، تفسیر اور فقہ وتاریخ نے ان گنت روایات لی ہیں اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ کوئی بھی صاحب مطالعہ مفسر، محدث، فقیہ یا مؤرخ اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں اگر کوئی ابان بن تغلب، سعید بن فیروز، سعید بن عمرو ہمدانی، عبداللہ بن عیسی کوفی، عدی بن ثابت، محمد بن جحادہ اور زاذان کندی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کرے گا تو ہماری گزارشات کی تصدیق ہوجائے گی" (مقالہ "اہل بدعت کی روایات": ماہنامہ الندوۃ، اسلام آباد، دسمبر 2011، ص 11)۔

ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے مقدمے "ہدی الساری" میں اٹھارہ ایسے روات کا تذکرہ کیا ہے جو شیعہ تھے اور ان کی روایات بخاری (الصحیح البخاری، حدیث نمبر 3197) میں موجود ہیں (ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، دیوبند: مکتبہ شیخ الہند، 2006 دیکھیے الفصل التاسع ص 540-535)۔ بخاری میں کم از کم ایک رافضی کی بھی روایت موجود ہے۔ حالاں کہ عام طور پر محدثین نے تشیع اور رفض میں فرق کرتے ہوئے اہل تشیع کی روایات تو قبول کی ہیں لیکن رافضی کی روایات کو لینے سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتراز کیا ہے۔ یہ رافضی راوی عباد بن یعقوب الرواجنی الکوفی ابوسعید ہیں۔ ابن حجر نے ان کے بارے میں جو کچھ فتح الباری کے مقدمے ہدی الساری میں لکھا ہے وہ بے کم وکاست یہاں نقل کردینا کافی ہے۔ لکھتے ہیں: رافضی مشهور الا أنه كان صدوقا وثقه أبو حاتم، وقال الحاكم كان ابن خزيمه اذا حدث عنه يقول حدثنا الثقة فی روايته، المتهم فی رأيه عباد بن يعقوب۔ وقال ابن حبان كان رافضيا داعية وقال صالح بن محمد كان يشتم عثمانؓ۔ قلت روى عنه البخاری فی كتاب التوحيد حديثا واحدا مقرونا و هو حديث ابن مسعود ای العمل افضل وله عند البخاری طرق أخرى من رواية غيره (ایضاً، ص466-465)۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حدیث کی سب سے عظیم و مہتم بالشان کتاب صحیح بخاری کی سب سے مہتم بالشان حصے کتاب التوحید میں ایک رافضی کی روایت موجود ہے۔ محدثین نے اہل بدعت و ہوی کی روایات اس اصول کے تحت اپنی کتابوں میں لی ہیں کہ وہ جھوٹ سے بچنے والا اور صادق اللسان (صدوق) ہو اور اپنے مذہب کا داعی نہ ہو۔ ابن حجر نے اس تعلق سے محدثین اور اصحاب علم کے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ ایک قول یہ نقل کیا ہے: ان يكون داعية لبدعته أو غير داعية، فيقبل غير داعية و يرد حديث الداعية۔ وهذا المذهب هو الاعدل وصارت إليه طوائف من الأئمة و ادعى ابن حبان إجماع أهل النقل عليه لكن فی دعوى ذلک نظر (ایضاً، ص455)۔

مسلم معاشرے کی موجودہ صورت حال:

اہم سوال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آزادی فکر ونظر کی صورت حال کیا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ اسلام فکر ونظر کی آزادی کا داعی ونقیب ہے۔ اسلام کے دور زریں میں اس کی نہایت شاندار روایت قائم رہی ہے۔ معاصر اور بعد میں ظہور میں آنے والی تہذیبوں پر اس کے غیر معمولی اثرات قائم ہوئے؛ تاہم جہاں تک معاصر مسلم معاشرے کا معاملہ ہے، حقیقت یہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ خود اپنی ہموار کردہ راہ پر چلنے سے گریزاں ہے۔ یہاں سیاسی اور فکری دونوں طرح کی آزادی کی صورت حال نہایت مخدوش ہے۔ جہاں تک سیاسی صورت حال کی بات ہے، اس تعلق سے مسلم ممالک کی صورت حال دنیا کے دوسرے تمام ممالک کے مقابلے میں نہایت ناگفتہ بہ ہے۔ مغرب کی مادر پدر آزادی کے تصور کو نشانہ تنقید بنانے کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے گھر کی اس صورت حال کا بھی جائزہ لینا چاہیے۔ فکری حلقوں کی صورت حال یہ ہے کہ اس بات کو تقریباً خاموشی کے ساتھ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ اسلاف کرام جیسی صلاحیت رکھنے والے لوگوں کی پیدائش کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے بند کردیا ہے؛ کیوں کہ ایسی صلاحیت رکھنے والے لوگوں کی اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس لیے کہ سادہ لوح دین پسند اذہان کے مطابق، دین وشریعت کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جو سلف صالحین کی فکر ونظر کا مرکز نہ بنا ہو اور جس میں انہوں نے بعد میں آنے والوں کے لیے کوئی خلا یا گنجائش چھوڑی ہو۔ اس تعلق سے یہ مقولہ مشہور ہے کہ: **کم ترک الاول للآخر**۔ بھلا علمائے سلف نے پچھلوں کے لیے کام کی گنجائش چھوڑی ہی کہاں ہے؟ اجتہاد کی مزعومہ قفل بندی کے بعد یہ نظریہ آخری حد تک مستحکم ہوگیا کہ: **ما أغلقه السلف لا يفتحه الخلف**۔ ''اسلاف کرام نے اجتہاد کے جس راستے کو بند کردیا ہے اس کو ان کے بعد آنے والے لوگ کھول نہیں سکتے''۔ اسلامی حلقوں کے اس غالب رجحان کے مطابق، گویا اصل مسئلہ سرے سے فکر کا ہے ہی نہیں! مسئلہ صرف عمل کا ہے۔ یہ دراصل ہماری عملی کوتاہیاں ہیں جنہوں نے ہمیں عروج کے میناروں سے اٹھا کر زوال کی کھائیوں میں پھینک دیا ہے۔ حالاں کہ خود رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث سے اس کا اشارہ ملتا ہے کہ امت مسلمہ کے مسائل کا اصل سرچشمہ وہ فکری انحراف وانتشار ہے جو امت کے اندر دور زوال میں پیدا ہوجائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ کی مشہور حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: **لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر و ذراعا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب تبعتموه** ''تم لوگ گزشتہ لوگوں کی بالشت در بالشت اور دست در دست پیروی کروگے حتی کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھس جائیں تو تم بھی ایسا ہی کروگے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بخاری: کتاب الفتن، باب ظہور الفتن 8/89)۔ بعض احادیث میں علم اٹھا لینے اور جہل پھیلنے کی بات کہی گئی ہے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ آپ کوئی بھی بات غالب فکر سے ہٹ کر کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کی طرف سے ایسی جرأت کا اظہار ہوتا ہے تو نہ صرف آپ پر کفر و زندقے کا الزام عائد ہوتا ہے بلکہ آپ کو اسلام اور اہل اسلام کا باغی تصور کیا جاتا ہے۔ اس صورت حال کا ہندو پاک کے چند بالکل تازہ مثالوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

☆ جاوید احمد غامدی پاکستان کی ایک مشہور شخصیت ہیں۔ حدیث و سنت اور اسلام کے اجتماعی مسائل و موضوعات پر ان کی اچھی نظر ہے۔ انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی کے خوشہ چینوں میں ہیں۔ ان کے بعض تفردات اور شذوذ کی بنا پر ملک کی فضا برسوں سے مرتعش تھی۔ بالآخر اس شرط پر ان کی جان بخشی ہوئی کہ وہ فوراً ملک چھوڑ دیں۔ اس وقت وہ ملیشیا میں ہیں۔ پاکستان کی ہی دوسری مثال طاہر القادری کی ہے جن کا شمار کچھ عرصہ قبل تک بریلوی حلقے کے پیشواؤں میں ہوتا تھا۔ اپنے وسیع مطالعے کی بنا پر وہ خصوصی شہرت رکھتے ہیں۔ پہلے سلمان تاثیر کے قتل کی مخالفت و مذمت میں زبان کھولنے کی سزا کے طور پر اور بعد میں مختلف مذاہب اور مکاتب فکر کے درمیان کش مکش کے خاتمے اور تشدد پسندی کے خلاف لب کشائی پر ان کی تکفیر کے ساتھ انہیں تقریباً مباح الدم قرار دے دیا گیا اور پاکستان میں داخلے کی راہ ان پر مسدود کر دی گئی۔ ہندوستان میں بھی اب اس حلقے کی اکثریت انہیں کافر یا اس سے قریب تر تصور کرتی ہے۔ کچھ دنوں قبل مولانا تقی عثمانی سے متعلق بھی اسی قسم کی خبر صحافتی حلقوں میں گشت کر رہی تھی۔ روزنامہ اوصاف کے کالم نگار خورشید ندیم نے ان کے ملک چھوڑ دینے کی خبر پر کالم بھی تحریر کیا تھا۔ مولانا عثمانی کے خلاف لکھی گئی ایک کتاب ''مجھے ہے حکم اذاں'' (اس کتاب کے مصنف محمد عیسی انصاری ہیں۔ کتاب مکتبہ فہم قرآن وسنہ، لاہور، سے 2011 میں شائع ہوئی ہے) کی سافٹ کاپی راقم الحروف کے پاس ہے۔ جس میں ان کے خلاف تقریباً ویسی ہی دار و گیر کی فضا بنانے کی کوشش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی گئی ہے جو اول الذکر دونوں صاحبان فکر کے خلاف بنائی گئی تھی۔

عالم اسلام کے دوسرے خطوں خصوصاً مصر میں ایک طرف جماعۃ التکفیر والہجرۃ اور اس طرح کی بعض دوسری جماعتوں کی تکفیری ذہنیت اور دوسری طرف فکری اباحیت پسندوں کے ایک طبقے کی طرف سے دین کے بعض اہم مسلمات پر زبان درازی کی وجہ سے مختلف مصنفین اور قلم کاروں سے متعلق تنازعات پیدا ہوتے رہے ہیں۔ بعض لوگ جن میں فرج فودہ (مصر)، مہدی عامل اور حسین مروہ (لبنان) وغیرہ شامل ہیں، کا قتل ناگہانی بھی کیا اور بعض دوسرے لوگوں پر کفر وزندقہ کا ملزم قرار دے کر انہیں ملک چھوڑ دینے کے لیے مجبور کر دیا گیا۔ ایسے لوگوں میں نصر حامد ابوزید سرفہرست ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے بہت سے معاملات میں فکری اباحیت کے شکار لوگوں کی فکری جارحیت ہی فساد کا باعث ہوتی ہے، خود ان مذکورہ قلم کاروں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو فکری اباحیت کا شکار نہ ہو لیکن ایسے مسئلے پر زیادہ شدت پسندانہ رخ اختیار کرنے کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب ہوتی ہے۔ ایسے بہت سے مسائل کے ساتھ ازہر کے بالغ نظر علماء نے نہایت حکمت اور دانائی کے ساتھ تعامل کیا اور اس کے نہایت شاندار نتائج سامنے آئے۔ اس کی مثالیں طہ جابر علوانی کی ''إشكالية الردة والمرتدين'' اور دوسری کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ 1937 میں ایک مصری مصنف اسماعیل ادہم نے ''لماذا أنا ملحد'' (میں ملحد کیوں ہوں؟) کے نام سے کتاب لکھی۔ اس کا جواب سنجیدہ طور پر علمائے ازہر نے کتاب لکھ کر ہی دیا۔ مصر کے حسن حنفی اور نجیب محفوظ کے تعلق سے بھی دانش مندی کی روش اختیار کرتے ہوئے مصر کے اصحاب علم وفکر نے عوام کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ ان کی جان کو نشانہ بنائیں اور مسئلے سے سنجیدہ طور پر نمٹنے کی کوشش کی۔

ہندوستان میں بعض شخصیات کو ان کے بعض علمی واجتہادی نقطہ نظر کی بنا پر ملک کے بعض اہم دینی اداروں سے برطرف کردئے جانے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ایک قابل ذکر عالم ومصنف کو رجم کے حد شرعی نہ ہونے کے موقف پر کتاب لکھنے کی پاداش میں ایک بڑے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی ادارے کے منصب تدریس سے مستعفی ہوکر جنوبی ہند میں پناہ لینا پڑی۔اس نوع کی بہت سی مثالیں ہیں۔بعض شخصیات پر جان لیوا حملے کیے جانے اور علمی حلقوں میں انہیں تقریباً اچھوت بنا دئے جانے کی بھی مثالیں موجود ہیں۔

ہمارے معاشرے میں یہ روایت بالکل نئی نہیں ہے۔اس کی مثالیں اسلام کے دور زریں میں بھی ملتی ہیں لیکن اس کی وجہ سے سماج میں انتشار پیدا نہیں ہوتا تھا۔اس کا توازن نہیں بگڑتا تھا۔آپس کے تعلقات متاثر نہیں ہوتے تھے۔حضرت امام شافعی کے بارے میں یونس صدفی کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے زیادہ عقل مند اور روادار کسی کو نہیں دیکھا۔ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ مناظرہ کیا پھر الگ ہوگئے۔پھر ایک دن جب ان سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:اے ابوموسی! کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم آپس میں بھائی بھائی رہیں خواہ کسی مسئلے میں متفق نہ ہوں(ألا يستقيم أن نكون إخوانا وإن لم نتفق في مسئلة)(سیر اعلام النبلاء،10/16)۔

لیکن آج کی صورت حال یہ ہے کہ آج یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ جس کی فکر ہماری فکر سے ہم آہنگ نہیں ہے وہ ہم سے نہیں۔ہندوستان کے دینی حلقوں سے اس وقت بلاشبہ سیکڑوں رسائل ومجلات شائع ہوتے ہیں،جن میں ایسے رسائل ومجلات کی تعداد شاید انگلیوں پر گنے جانے کے بھی قابل نہ ہو جو تعدد فکر کے حامی ومؤید ہوں۔اکثر رسائل میں خطوط تک کی اشاعت میں یہ اہتمام کیا جاتا ہے کہ ان میں متعلقہ حلقے کی فکر سے متصادم کوئی بات نہ کہی گئی ہو؛حالاں کہ ان رسائل میں بھی یہ روایتی جملہ زیب قرطاس ہوتا ہے کہ" مقالہ نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

دینی مدارس کی صورت حال:

دینی مدارس نظری سطح پر اس بات کی تعلیم دیتے رہے ہیں کہ امت کا اختلاف رحمت ہے(اختلاف أمتي رحمة)۔ادب اختلاف پر تقریروں اور تحریروں کے ضمن میں اسلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے صدر اول کی نیم افسانوی حد تک نظر آنے والی استعجاب انگیز مثالوں سے محفل سخن میں گرمی لانے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن عملی سطح پر آپ کو اس کی اجازت نہیں کہ آپ خالص مجتہد فیہ مسائل میں بھی اپنے حلقے کے موجودہ اکابر کی کسی رائے سے اختلاف کی جرأت کر سکیں۔ ہاں البتہ فقہی مباحث میں آپ کو نہ صرف اس کی اجازت حاصل ہے بلکہ آپ کی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی ہے کہ آپ اپنے مسلکی نقطہ نظر کی توجیہ و ترجیح میں دوسرے مکاتب فقہ کے صف اول کے ائمہ و محدثین پر پوری شدت کے ساتھ رد و قدح کریں اور انہیں ہدف تنقید بنائیں۔ یہاں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ دیگر فقہاء اور ائمہ و محدثین کی آراء کو زیر بحث لاتے ہوئے ان پر تنقید کے ضمن میں ان کا احترام ملحوظ رکھا جاتا ہے، اگرچہ یہ بات کلی طور پر درست نہیں، تاہم سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں اپنے حلقے کی اہم شخصیات کے فقہی و علمی مواقف و آراء پر اسی درجے میں زبان کھولنے اور رد و قدح کی اجازت حاصل ہے، جس درجے میں دوسرے مکاتب فقہ کی اکابر شخصیات کے خلاف اس کو جائز اور قابل ثواب تصور کیا جاتا ہے؟ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خالص علمی و اجتہادی مسائل میں بھی یہ دراصل ہمارے حلقے کی نمائندہ اور مقتدا شخصیات ہیں جنہیں اصلا دلائل و براہین کی جگہ حاصل ہو گئی ہے۔ ہمارے دینی و علمی حلقوں میں **انظروا الی ماقال** کے بجائے **انظروا الی من قال** کی روایت نہایت پختہ اور مستحکم ہو چکی ہے۔ امام غزالی نے مظاہر تکفیر کی رد میں لکھی جانے والی اپنی کتاب ''**فیصل التفرقة بین الاسلام و الزندقة**'' میں لکھا ہے کہ حق سے دور اور نظریاتی افراط کا شکار ہو جانے کا ایک بڑا ذریعہ شخصیت پرستی ہے جس میں حق کو ایک شخص کے ساتھ محصور سمجھ لیا جاتا ہے۔ ان کے الفاظ میں: ''اگر تم انصاف سے کام لو گے تو تمہیں اس بات کا علم ہو جائے گا کہ بعینہ کسی ایک صاحب نظر پر حق کو موقوف کر دینے والا کفر اور تناقض سے زیادہ قریب ہے''۔ (**ان انصفت علمت ان من جعل الحقائق وقفا علی واحد من النظار بعینه فهو الی الکفر و التناقض اقرب**) (ابوحامد غزالی: فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ، تعلیق وتخریج محمود بیجو، مکتبہ دارالبیرونی، ط:۱، ۱۹۹۲ء، ص۶۱)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس المیے پر غور کیجیے کہ ہندوستان کے ایک عظیم و نامور علمی ادارے کے ایک فاضل کو اس جرم میں اس کی تحقیقی اکیڈمی سے نکال دیا گیا کہ اس نے ایک اخبار میں ادارے کے نصاب میں تبدیلی کی ضرورت پر مراسلہ لکھ دیا تھا۔ اسی طرح اس واقعے سے سیکڑوں لوگ واقف ہیں کہ اسی ادارے کے ناظم تعلیم نے ایک صحافی کو ایک اجتماع عام کے بعد عمومی دسترخوان سے اس جرم وگستاخی کی بنا پر کھدیڑ کر بھگا دیا کہ اس نے دہلی کے ایک اردو ماہنامے میں ادارے کے نصاب میں تبدیلی کی ضرورت پر مضمون لکھ دیا تھا۔ بہت سے مدارس میں دوسرے مکاتب فکر کی کتابیں تک رکھنا اور پڑھنا ممنوعات میں سے ہے۔

دراصل مدارس میں حریت فکر ونظر کے خاتمے میں سب سے بڑا دخل اس مسلکی کش مکش کو ہے، جس کا سلسلہ انیسویں صدی کے اواخر سے اب تک جاری ہے۔ مثالوں سے قطع نظر بظاہر ایسی کوئی علامت نظر نہیں آتی جس سے یہ امید قائم ہوتی ہو کہ مسلکی شدت پسندی اور تناؤ میں فی زمانہ کوئی کمی آئی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندو پاک میں پابندی فکر ونظر کی موجودہ صورت حال میں اس وقت تک نمایاں سطح پر تبدیلی نہیں آسکتی جب تک کہ وہاں ایک متعین فقہ پر ترکیز کے بجائے یا اس کے ساتھ خالص اسلامی فقہ یا فقہ مقارن کو پڑھانے کا التزام نہ کیا جائے اور اس تناظر میں مدارس کے نصاب میں مناسب تبدیلی نہ لائی جائے۔ نیز ان کی مجموعی فضا پر حلقہ واریت کے بجائے اسلامیت کے رنگ کو پختہ کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

تکفیر کا ظاہرہ:

دور حاضر میں ہمارے علمی و دینی حلقوں میں آزادی فکر ونظر کو پابند سلاسل کرنے اور اس پر قدغن لگانے کی جو کوششیں کی جاتی رہی ہیں، اس کا ایک نہایت خطرناک مظہر تکفیر کی صورت حال ہے۔ اسلامی تاریخ میں صحابہ کرام کے مثالی دور میں اس کے واقعات نہیں ملتے، حالانکہ ان کے درمیان مختلف دینی امور میں شدید ترین نظریاتی اختلافات پائے جاتے تھے۔ کبھی یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلافات شدید تر بھی ہوجاتے تھے۔ حضرت قدامہ بن مظعون نے جو بدری صحابی اور ام المؤمنین حفصہ کے ماموں تھے؛ شراب پی اور حضرت عمر کی طرف سے اس بابت سوال اور محاسبے پر اپنے اس فعل حرام کے جواز میں قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا: لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا (قرطبی: ص192)۔ صحابہ کرام کے مشورے سے جس میں حضرت علی اور عبداللہ ابن عباس شامل تھے، حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی لیکن ان کی تکفیر نہیں کی۔ سیاسی سطح پر حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلافات نے تاریخ کے دھارے کو بدل کر رکھ دیا لیکن ان نظری و سیاسی اختلافات نے کبھی تکفیر کی شکل اختیار نہیں کی۔ خوارج حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ سمیت اکثر صحابہ کی تکفیر کرتے اور انہیں مباح الدم سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت علیؓ نے ان کی تکفیر نہیں کی۔ اس تعلق سے ایک شخص کے سوال کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ وہ کفر سے ہی تو بھاگے ہیں۔ (من الکفر فروا) جب ان سے پوچھا گیا کہ پھر ان پر کیا حکم لگایا جائے تو انہوں نے فرمایا: اخواننا بغوا علینا ''وہ ہمارے بھائی ہیں جو ہمارے خلاف باغی ہوگئے ہیں'' (ابوبکر عبدالرزاق بن الہمام: مصنف عبدالرزاق ج10، المجلس العلمی، جنوب افریقیا، ص150)۔ فقہا و محدثین کی جماعت میں اس تعلق سے احتیاط کی روش پائی جاتی تھی۔ وہ حکمِ شرعی کا اطلاق فرد کی ظاہری حالت پر کرتے ہوئے باطن کی کیفیت کو خدا پر چھوڑنے کے قائل تھے۔ اسلاف کا مسلک تھا کہ ہم ظاہر حال پر حکم لگاتے ہیں اور چھپے ہوئے احوال کو اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ (نحن نحکم بالظواھر ونولی الی اللہ السرائر) اس لیے جو لوگ دین کے اساسی اعتقادات پر ایمان لاتے ہوئے خود کو مسلمان کہتے تھے انھیں مسلمان سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے جیسا کہ اوپر گزرا، خوارج، معتزلہ، جہمیہ، یا قدریہ جیسی جماعتوں کے ضلال وانحراف کے اظہر من الشمس ہوجانے اور ان سے ہر طرح اختلاف کے باوجود علمائے اہل سنت اس نکتے پر متفق رہے کہ ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ متاخرین فقہاء میں جب تقلیدی جمود پیدا ہوا، ان کے ایک طبقے میں دنیا داری سرایت کرگئی اور اس نے بڑے بڑے سرکاری مناصب کے حصول کے لیے فقہ کو پڑھنا شروع کردیا، جس پر امام غزالیؒ جیسے لوگوں نے شدید تنقید کی ہے (غزالی: احیاء العلوم، مکتبہ مطبعہ کریاتہ فوترا، سماروغ، اندونیشیا، بدون سن، 1/22) تو اس سے علماء کے درمیان حلقہ بندی میں شدت پیدا ہوئی۔ فقہ میں انتشار کی کیفیت جو بعد کے ادوار میں پیدا ہوگئی تھی اس میں سنگین اضافہ ہوگیا اور یہ شعبہ انحطاط کا شکار ہوتا چلا گیا۔ باہمی کشمکش کے اس ماحول میں تکفیر بازی کو ایک اہم ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا۔ ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں غزالی نے لکھا ہے کہ: ''غلطی سے ایک ہزار کفار کو چھوڑ دینا اس کے مقابلے میں ہلکا ہے کہ غلطی سے ایک مسلمان کا (اس پر کفر کے اطلاق کے بعد مرتد کی سزا کے طور پر) خون بہایا جائے'' (الاقتصاد فی الاعتقاد، ضبط وقدم لہ: مونس الفوزی الجسر، ط:1، 1994، ص 211) فیصل التفرقۃ میں انہوں نے یہ بامعنی بات لکھی ہے کہ تکفیر میں تو خطرہ ہے لیکن سکوت میں کوئی خطرہ نہیں ہے (فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ۔ 61 ۔تکفیر کے مسئلے پر علمائے سلف میں غزالی نے نہایت متوازن اور روادارانہ موقف اس کتاب میں اختیار کیا ہے۔ غزالی کے موقف پر تجزیاتی مطالعہ کے لیے دیکھیے راقم کا مضمون: ''غزالی اور مسئلہ تکفیر''، سالنامہ کتابی سلسلہ'' الاحسان'' الہ اباد، شاہ صفی اکیڈمی 2012)۔

پس چہ باید کرد!

ہمارے علمی و دینی حلقوں میں فکر ونظر اور اظہار رائے کی آزادی کے تصور کی عملی سطح پر بحالی کے لیے مختلف سطحوں پر اقدامات کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ کہ ہم اصولی سطح پر اس کے جتنے بھی حامی و مدعی ہوں، لیکن عملی سطح پر ہم اس کے لیے تیار و آمادہ نہیں ہیں۔ ہمارے علمی و دینی حلقے اس خوف واندیشے میں مبتلا ہیں کہ فکر ونظر اور اظہار رائے کی آزادی مسلم معاشرے کو مغرب کی راہوں پر ڈال دینے کا باعث ہوگی جس کے نتیجے میں مغرب کے نمونے پر مسلم معاشرے میں فکری اباحیت کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ مغرب کے طرز پر فکر ونظر کی مکمل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی مکمل اباحیت کا دوسرا نام ہے۔اس سلسلے میں مغرب کی تقلید نہ صرف مذہبی بلکہ انسانی اقدار وروایات اور شرافت وتہذیب کے معیارات کو بھی ملیامیٹ کر کے رکھ دے گی۔تاہم اہمیت کی بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں خود اسلامی تہذیب کا ورثہ نہایت متمول اور وسیع ہے۔ممکن ہے اس کے بعض ادوار میں چنداں افراط وتفریط کی صورتیں بھی پائی جاتی ہوں لیکن فی نفسہ اس میں بہت حد تک اعتدال نظر آتا ہے۔عباسی دور میں مانوی، دیصانی، راوندی جیسے باطل فرقوں کی وہ کثرت تھی کہ عباسی حکم راں مہدی کو باضابطہ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے حکومتی سطح پر الگ سے ایک شعبہ قائم کرنا پڑا، جس کے تحت ایک طرف ان کے خلاف مقدمات قائم کیے جاتے تھے لیکن دوسری طرف باضابطہ اہل علم سے کتابیں لکھوا کر فکری سطح پر ان کے رد کی بھی کوشش کی جاتی تھی (احمد امین: ضحیٰ الاسلام، قاہرہ، مکتبہ النھضہ المصریۃ، بدون سنہ، ۱/ 141-140)۔اس دور کے مشہور زنادقہ میں حماد عجرد، حماد الراویہ، مطیع ابن ایاس، ابن ابی العوجاء، صالح بن عبدالقدوس اور بابک خرمی جیسوں کی ایک طویل فہرست ہے (ایضا)۔یہ لوگ ہندو عجم کے افکار سے متاثر ہو کر اسلامی مسلمات کو نشانہ بناتے تھے، لیکن اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ''اما الزبد فیذھب جفاء واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض'' کے تحت ان کی کتابیں فنا کے گھاٹ اتر گئیں یا پھر وہ آج محض تحقیق ومطالعہ کے لیے لائبریریوں میں پڑی ہوئی ہیں۔اسلامی سماج پر ان کے اثرات بعد میں باقی نہیں رہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے علمی حلقوں خصوصا مدارس و جامعات اور فکری اداروں میں آزادی فکر ونظر کی روایت کو دوبارہ بحال کرنے کو مرکز توجہ بنایا جائے۔تنقید ذات (self criticism) کو رواج دینے اور پوری جرأت وحوصلہ مندی کے ساتھ اپنے علمی وتہذیبی ورثے کی تنقیح وتنقید کی کوشش کی جائے۔یہ کام عقل وفکر اور اظہار رائے کی آزادی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔عرب ممالک کی موجودہ صورت حال طہ جابر علوانی (طہ جابر علوانی: جدید فکری بحران نشاندہی اور حل، اردو ترجمہ: عبدالحفیظ رحمانی نئی دہلی: قاضی پبلشرز، 1994، 42-41) اور نجات اللہ صدیقی (حوالے کے لیے دیکھیے انٹرویو: یوگیندر سکندر از نجات اللہ صدیقی ttp://www.lubnaa.com/article.php?id=65-)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مشاہدات وتجربات کی روشنی میں یہ ہے کہ وہاں طلبہ کو علمی وفکری موضوعات پر اس بات کی اجازت ہی حاصل نہیں ہے کہ وہ کھل کر ان میں غور وفکر کر سکیں اور اپنی رائے قائم کر سکیں۔ ان کے لیے کسی بھی صورت میں یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ یہ لکھ سکیں کہ فلاں مسئلے میں میری رائے یہ ہے۔ پی ایچ ڈی کے مناقشوں میں اس طرح کی جرأت مندی کا اظہار کرنے والوں کے مقالے کو رد کر دیا جاتا ہے۔ ہندو پاک کے علمی حلقوں میں بھی غالب صورت حال تقریباً یہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس صورت حال میں جب تک اعتدال کے ساتھ خوش گوار تبدیلی نہ آئے، اس وقت تک ہمارا فکری قافلہ اپنی راہ پر آگے نہیں بڑھ سکتا، اور ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ امت مسلمہ خود مسلط کردہ تہذیبی زوال کے دائروں سے خود کو نکال پائے گی۔

☆☆☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور

مولانا محمد ابرار خان ندوی ☆

آزادی ایک عظیم نعمت ہے، ہر انسان آزاد پیدا ہوتا ہے، حضرت عمرؓ کا قول ہے:"متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارا" (فی ظلال القرآن ۳۹۶۹/۶)، لہذا انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ وہ دنیا میں بھی آزاد ہے، انسان کے ذہنی نشو ونما اور علمی وفکری ارتقاء میں آزادی کا بڑا حصہ ہے، اس سے فکر میں بلندی اور ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور علم میں گہرائی وگیرائی کے ساتھ علمی نکات وباریکیاں واشگاف ہوتی ہیں، ذہن کے دریچے کھلتے ہیں اور نئی نئی تحقیقات وعلمی انکشافات سامنے آتے ہیں، سائنسی ایجادات اور فقہی ایجادات و اختلافات فقہاء کا یہ عظیم سرمایہ اسی آزادی فکر ونظر کا نتیجہ ہے۔

اس کے برعکس غلامی انسان کے فکر ونظر کو محدود اور ذہن ودماغ کی قوت کو مفلوج اور ذہنی صلاحیت میں جمود وتعطل پیدا کرتی ہے اور حق وصداقت، نیکی وبھلائی اور ہدایت ربانی کے قبول کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے، اسی لئے اسلام نے سب سے پہلے رقیت وغلامی کا قلع قمع کیا اور انسان کو یہ طمغہ امتیاز بخشا کہ انسانی شرف ومنزلت کا بقاء وتحفظ آزادی کے ساتھ مربوط ہے اور آزادی کے بغیر کرامت انسانی کا تصور ناممکن ہے۔

ارشاد ربانی ہے:"ولقد كرمنا بنى آدم وحملناهم فى البر والبحر" (سورۂ بنی اسرائیل:۷۰)۔

☆ ڈائریکٹر امام ربانی پبلک سیکنڈری ہائی اسکول، جھنجھنوں، راجستھان۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اور ہم نے بنی آدم کو عزت و کرامت سے نوازا، اور خشکی و تری میں ان کو سواریاں دی)۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد انسانیت کی آزادی:

اسلام آزادی کا داعی اور علمبردار ہے، قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں مکاتب و مدبر کے احکام ومسائل اس کی واضح علامت ہیں، اسی لئے انسان کی اس فطرت آزادی کو جب بھی خطرہ لاحق ہوا اور ظالم و جابر امراء و حکام نے حکومت و اقتدار کے نشہ میں انسانوں کو ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا اور ان کی آزادی وحریت کو ختم کر کے اپنی غلامی کا طوق ان کے گلے میں ڈالا اور خالق ارض وسماء کی بندگی کی جگہ اپنی پرستش پر مجبور کیا اور ضلالت و جہالت کی ظلمتوں میں عقل و دماغ ماؤف ہو گئے تو رب ذوالجلال نے انسانوں کو لوگوں کے ظلم واستبداد سے چھٹکارا دلانے اور اوہام وخرافات سے نکالنے اور حکام ومعبودان باطل کی غلامی و بندگی سے خلاصی دلانے کے لئے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے تاکہ لوگوں کی بندگی ختم ہو اور غیر اللہ کی غلامی کی زنجیریں ٹوٹیں اور انسانی کنبہ آزادی کی فضا میں سانس لے، سکون واطمینان کی زندگی بسر کرے، حریت کا دور دورہ ہو، غلامی کے سلاسل پاش پاش ہوں، امن وچین کا ماحول ہو اور انسانیت کو اس کا فطری و پیدائشی حق نصیب ہو۔

تاریخ کے اوراق پلٹئے تو ایک نام ظالم وجابر فرعون کا ملے گا، اس نے خدائی کا دعوی کیا اور لوگوں کو اپنی پرستش پر مجبور کیا، بنی اسرائیل پر ظلم و بربریت کی وہ داستان رقم کی جس سے انسانیت شرمسار ہے، جب ظلم و جبر کی انتہا ہو گئی تو خلاق عالم نے حضرت موسی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور حکم دیا: "اذهب الى فرعون انه طغى" (سورہ نازعات:۱۷)۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے دعوت حق کے ساتھ فرعون سے سب سے پہلا جو مطالبہ کیا وہ بنی اسرائیل کی اس کے شکنجہ سے آزادی کا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد ربانی ہے:"فارسل معی بنی اسرائیل" (سورۂ اعراف:۱۰۵)(میرے ساتھ بنی سرائیل کو بھیج دیجئے)۔

دوسری جگہ اسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے:"أن أدّوا الیّ عباد الله" (سورۂ دخان:۱۸)(اللہ کے ان بندوں کو میرے حوالہ کردو)۔

حضور ﷺ کی بعثت بھی کچھ ایسے حالات و ماحول میں ہوئی جب پورا انسانی کنبہ اوہام وخرافات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، انسانی عقل و دماغ غلامی کا شکار تھا تو ان حالات میں خدائے برتر نے بنی نوع انسان کو آزادی وحریت سے ہمکنار کرنے کے لئے نبی رحمت کو مبعوث فرمایا، چنانچہ آپ نے آتے ہی یہ اعلان فرمایا: میں اس شخص کے خلاف مدعی اور وکیل استغاثہ ہوں گا جو آزاد انسانوں کو غلام بناتا ہے(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا)۔

خود قرآن کریم میں نبی آخر الزماں کی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:"ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم" (سورۂ اعراف:۱۵۷)(اور (نبی) ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے)۔

حقیقی آزادی کیا ہے:

درحقیقت اسلام جس آزادی کا داعی ہے، وہ جسم کی آزادی کے ساتھ روح کی آزادی ہے کہ انسان کی روح اوہام وخرافات، باطل افکار ونظریات اور غیر اللہ کی عظمت و بندگی اور کفر و شرک سے مکمل آزاد ہو، دراصل اسلامی احکام کی پاسداری اور فکر ونظر، ضمیر وعقیدہ، ذہن ودماغ اور قلب ونگاہ کو اسلام کے تابع رکھنا ہی حقیقی آزادی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:"یا أیها الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان" (سورۂ نور:۲۰)(اے ایمان والو! پورے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو)۔

لیکن اسلام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں پر اپنا نظریہ زبردستی تھوپتا نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے، اس لئے کہ ہر شخص آزاد ہے کہ وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے۔

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی" (سورۂ بقرہ:۲۵۶) (دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے)۔

خود نبی کریم ﷺ کو اختیار نہیں تھا کہ وہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور کریں: "أفأنت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین" (سورۂ یونس:۹۹) (کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئیں)۔

انسانی فطرت کا تقاضہ:

البتہ اللہ تبارک وتعالی نے انسان کی فطرت میں حق کو قبول کرنے کا داعیہ بھی رکھا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: "واذ أخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم، قالوا بلى شهدنا" (سورۂ اعراف:۱۷۲) (اور تصور کرو اس وقت کا جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے اس کی اولاد کو نکالا اور خود ان کو انہیں پر گواہ بنا کر کہا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ان سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم سب گواہ بنتے ہیں)۔

اسی فطری داعیہ کو بیدار کرنے کے لئے انبیاء کرام مبعوث کئے گئے اور جب انسان کا یہ فطری داعیہ بیدار ہو جاتا ہے تو وہ اپنی حقیقی آزادی سے سرفراز ہو کر خدائے وحدہ لاشریک کی اطاعت و بندگی بجالاتا ہے کہ جہاں انسان کی فطرت میں آزادی ہے، وہیں اس کی فطرت میں حق وصداقت پر ایمان ویقین بھی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "ما من مولود الا یولد علی الفطرة" (صحیح مسلم، کتاب القدر)۔

اسی لئے اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ پوری حکمت و دانائی کے ساتھ پوری انسانیت کو دعوت فکر دیں اور دین فطرت کی حقانیت کو واضح کریں۔

ارشاد ربانی ہے: "ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی أحسن" (سورہ نحل:۱۲۵) (حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کی طرف بلاؤ، اور ان کے ساتھ اچھے و پسندیدہ طریقہ سے بحث و مجادلہ کرو)۔

بہ الفاظ دیگر "وهدیناه النجدین" راہ ہدایت و راہ ضلالت بتا دینے کے بعد فکر و نظر، ضمیر و عقیدہ کی آزادی سب کو ملی ہے۔ بلکہ آزادی اظہار رائے (Freedom of Expression) جسے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہا گیا ہے، اسے اہل ایمان کے لئے دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہر محفل و ہر مجلس میں بھلائی کا اظہار کریں اور برائی کی روک تھام کی حتی المقدور کوشش کریں۔

ارشاد ربانی ہے: "ولتکن منکم أمة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر وأولئک هم المفلحون" (سورۂ آل عمران:۱۰۵) (تم میں کچھ ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکتے رہیں، جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے)۔

اظہار رائے اہل ایمان کا امتیازی وصف ہے اور حقیقی اظہار رائے کی آزادی یہ ہے کہ حق کا اعلان کیا جائے اور باطل افکار و عقائد کے خلاف آواز بلند کی جائے۔

"کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر" (دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابی رسول حضرت ربعی بن عامر نے ایران کے قائد وسپہ سالار رستم کے سامنے اسی آزادی کی طرف دعوت دیتے ہوئے اعلان کیا تھا: "الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد الى عبادة الله وحده، ومن ضيق الدنيا الى سعتها، ومن جور الاديان الى عدل الاسلام" (البدایۃ والنہایۃ ۴/۴۹)۔

(ایک اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ ہم لوگوں کو انسانوں کی بندگی سے اللہ واحد کی بندگی کی طرف نکالیں اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت کی طرف اور مذاہب کے ظلم وجور سے اسلام کے عدل وانصاف کی طرف نکال کر لائیں)۔

سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کیجئے تو پتہ چلے گا کہ وہاں کس طرح اظہار رائے کی آزادی تھی، صحابہ کرام کھل کر اپنی رائے پیش کرتے تھے، غزوہ احد میں اللہ کے رسول ﷺ کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر اللہ کے دشمن کا مقابلہ کیا جائے لیکن وہ نوجوان صحابہ جنہیں جنگ بدر میں اپنی عدم شرکت کا شدید احساس تھا، انہوں نے اصرار کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کی رائے ظاہر کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ان کی اس رائے پر عمل کیا۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت ابوبکر کی رائے تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، حضرت عمر کی رائے اس سے مختلف تھی، حضرت عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی بات پسند فرمائی اور میری بات پسند نہیں فرمائی، چنانچہ قیدیوں سے فدیہ لینا طے کر لیا گیا) (تفصیل کے لئے دیکھئے: الرحیق المختوم از مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، نبی رحمت از مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ)۔

اسلام کا تصور آزادی:

اسلام کا تصور آزادی نہایت واضح ہے، اس میں انسان کی شخصی ومعاشرتی زندگی اور اجتماعی امور ومعاملات کے سلسلہ میں واضح ہدایات موجود ہیں، آزادی ایک نعمت ہے، اس کا صحیح استعمال ضروری ہے، دراصل آزادی انسان کے قلب ونظر کے سکون، ذہن ودماغ کے اطمینان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور روح کی راحت کے لئے ملی ہے تو لازم ہے کہ یہ آزادی بے راہ روی کا شکار نہ ہو اور نہ ہی کسی کی دل آزاری کا باعث ہو کیونکہ آزادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ذہن و دماغ میں جو خیالات جنم لیں، زبان سے بلا روک ٹوک ان کا اظہار کر دیا جائے یا بلا سوچے وہ خیالات کا غذی پیرہن اختیار کر لیں، خواہ اس سے دوسرے کے جذبات کو ٹھیس پہنچے یا معاشرہ وسماج پر اس کے غلط اثرات مرتب ہوں، آزادی نام ہے ایسے افکار و عقائد و خیالات و نظریات کا جو خیر کا باعث ہوں، جن سے معروف کا رواج ہو، سماج میں انتشار انارکی نہ پیدا ہو، اسلام کے معروف احکام و ارکان کا بطلان لازم نہ آتا ہو، کسی کی عزت و عصمت کو دھبہ نہ لگے، دوسرے کے حقوق متاثر نہ ہوں، سوسائٹی میں فساد و بگاڑ، عریانیت و بے حیائی، فحاشی و بدکاری کا دروازہ نہ کھلتا ہو۔

شریعت اسلامیہ میں صحیح و غلط، جائز و ناجائز، سب واضح کر دیا گیا ہے، حقوق و فرائض کی ادائیگی، محرمات سے اجتناب اور اوامر پر عمل ہی اصل آزادی ہے، حدود شرعیہ سے تجاوز بے راہ روی، ضلالت و گمراہی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے انسان کی آزادی کے حدود اور ان سے تجاوز کرنے کے نقصانات کو بڑے صاف لفظوں میں بیان فرمایا ہے: "**عن النعمان بن بشير قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلال بين والحرام بين، وبين ذلك أمور مشتبهات، لا يدرى كثير من الناس أمن الحلال هي ، أم من الحرام، فمن تركها استبرا، لدينه وعرضه، ومن واقع شيئا منها يوشك أن يواقع الحرام، كما انه من يرعى حول الحمى يوشك أن يواقعه، ألا وان لكل ملك حمى ألا وان حمى الله محارمه**" (جامع ترمذی، جلد ۳، ص ۲۰۵، کتاب البیوع، باب ماجاء فی ترک الشبہات)۔

(حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی، اور دونوں کے درمیان کچھ مشکوک اور غیر واضح چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ یہ حلال ہے یا حرام، جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے اپنے دین اور آبرو کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے داغ رکھا تو اسنے اپنے کو بچالیا اور جو ان مشکوک چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا، اس چرواہے کی طرح جو اپنے جانوروں کو کھیت کے گرد چراتا ہے، قریب ہے کہ جانور کھیت چر لیں، ہر بادشاہ کے لئے ایک کھیت ہے، اور اللہ کی چراگاہ اس کے محرمات ہیں)۔

زبان اللہ کا عطیہ ہے، اس کے استعمال پر احتیاط اور اس کی حفاظت کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "عن عقبة بن عامر قال: لقيت رسول الله ﷺ فقلت: ما النجاة؟ فقال: املك عليك لسانك" (رواہ احمد و ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب حفظ اللسان رص ۴۱۳) (حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی، پھر دریافت کیا: نجات کس چیز میں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھو)۔

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عن سهل بن سعد قال قال رسول الله ﷺ: من يضمن لي ما بين لحييه وما بين رجليه أضمن له الجنة" (رواہ البخاری، مشکوۃ المصابیح، باب حفظ اللسان رص ۴۱۱) (سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) اور اپنی دونوں رانوں کے بیچ (یعنی شرم گاہ) کی ضمانت دے گا، میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں)۔

آزادی کی یہ نعمت صرف مسلمانوں کو ہی نہیں ملی ہے، بلکہ پوری انسانیت کو اس سے سرفراز کیا گیا ہے کہ ہر قوم و مذہب کے پیروکاروں کو اپنے مذہبی رسوم و عادات، عقائد و افکار پر عمل کرنے کی کھلی آزادی ہے، وہ اپنے تمام مذہبی امور، عبادات و معاملات اور عائلی مسائل اپنے مذہب کے مطابق ادا کرنے کے سلسلے میں کسی کے پابند نہیں ہیں اور اپنے مذہبی امور و مسائل کے حل کے لئے جداگانہ عدالتیں بھی قائم کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اسلام نے اپنے متبعین کو دوسرے مذاہب کے مذہبی پیشواؤں ومقتداء کی عزت و تکریم کا حکم بھی دیا ہے، کسی ایسی رائے کے اظہار سے منع کیا ہے جس سے ان کے مذہبی رہنما کی تذلیل وتحقیر ہوتی ہو۔

ارشاد ربانی ہے:"ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ" (سورۃ انعام:۱۰۸)

(اور خدا کو چھوڑ کر جن کو وہ پکارتے ہیں، تم انہیں گالی مت دو)۔

البتہ دیگر مذاہب وادیان کے معتقدات پر دلائل وبراہین کے ساتھ علمی انداز میں نقد کرنا اظہار رائے کی آزادی کے زمرہ میں ہے لیکن ایسی تنقید جو تنقیص وتحقیر تک جا پہنچے اور جس سے ان کی دل آزاری ہو ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے، اس کی قطعا اجازت نہیں ہے۔

آزادی کے نام پر مغرب کی عیاری:

لیکن اس کے برعکس یورپ وامریکہ جو آزادی رائے کے علمبردار ہونے کا پوری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، انہوں نے آزادی کے نام پر اسلام وپیغمبر اسلام کے خلاف منصوبہ بند طریقہ پر مہم چھیڑ رکھی ہے، کارٹونوں اور فلموں کے ذریعہ پیغمبر اسلام کی شخصیت کو مجروح کرنا، آپ ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کا استعمال، اسلام کی پاکیزہ وعادلانہ تعلیم کو بچھڑے پن و اسلام کے منصفانہ نظام حکومت کو فرسودہ نظام سے تعبیر کرنا ان کا شیوہ وپسندیدہ مشغلہ بن چکا ہے، اس طرح مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جارہی ہے، اس کے خلاف احتجاج و پابندی کا مطالبہ کرنے پر جواب دیا جاتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں سب کو اظہار رائے واظہار عمل کی آزادی ہے، کسی کے قول وفعل پر بندش نہیں لگائی جاسکتی، جبکہ بہت سارے مغربی ویورپی ممالک میں مسلم خواتین کے لئے پردہ وسر پر دوپٹہ رکھنے پر قانونی ممانعت ہے اور خلاف ورزی کرنے پر بھاری جرمانہ وسخت سزا ہے، درحقیقت یہ مذہب اسلام کے خلاف بغض وعداوت کا اظہار ہے جو ان کے دلوں میں بھرا ہوا ہے، قرآن کریم نے اس کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قد بدت البغضاء من أفواههم وما تخفی صدورهم أکبر" (آل عمران: ۱۱۸) (نفرت ان کے منہ سے نکلی پڑ رہی ہے اور جو ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے بھی زیادہ سنگین ہے)۔

اسلام اس طرح کی آزادی کا قائل نہیں ہے، جس سے معاشرہ وسماج میں فساد پیدا ہو، کسی کے معتقدات پر ضرب پڑے، کسی مذہبی شخصیت کی تحقیر وتذلیل ہو، کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچے، بلکہ دنیا کا کوئی مہذب قانون بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔

☆☆☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آزادی اظہار رائے

توہین رسالت اور مغربی قوانین اور عالم اسلام کا ردعمل

پروفیسر محسن عثمانی ندوی ☆

ابھی کل کی بات ہے کہ امریکی اہانت آمیز فلم کے خلاف پورے عالم اسلام میں غیض وغضب کے شرارے بلند ہونے لگے تھے، مظاہرین نے سفارت خانوں میں آگ لگادی، سفارت کاروں کی زندگی کا چراغ گل کردیا اور ابھی مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے، ہندوستان کے کئی شہروں میں بھی جلوس نکالے گئے۔ پوری دنیا محو حیرت اور انگشت بدنداں ہے، دنیا والوں کو اندازہ ہی نہیں کہ پیغمبر اسلام کے خلاف دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی مسلمان کے لئے کس قدر ناقابل برداشت ہے اور آنحضرت ﷺ کی ذات کے ساتھ مسلمانوں کی وفاداری کس قدر ناقابل شکست ہے۔ مسلمان ناموس رسول کے لئے اپنی جان بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے ہیں، اس محبت رسول کو نہ کوئی ختم کرسکتا ہے اور نہ اس خزانہ عشق میں کوئی نقب لگا سکتا ہے۔ یہ محبت اس ذات کی ہے جو افضل البشر ہے اور جس کی حمد وثنا مالک حقیقی نے اپنی کتاب قرآن میں کی ہے اور جس کی تعظیم وتوقیر پچھلے انبیاء نے اور تمام حکماء اور دانشوروں نے کی ہے اور کرتے رہیں گے اور جس کی ذات مسلمانوں کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ دین اسلام نے تو کفار ومشرکین کے بتوں تک کی توہین سے منع کیا ہے، اس دین اسلام کے ماننے والے کسی بھی نبی اور

☆ سابق صدر شعبۂ عربی اعلیٰ، حیدرآباد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول کی اہانت گوارا نہیں کر سکتے ہیں؛ چہ جائیکہ اس رسول کی اہانت کو گوارا کریں جو ختم الرسل، مولائے کل اور دانائے سبل ہو، جس کے لئے خدا اور اس کے فرشتے اور تمام اہل ایمان رات دن درود بھیجتے ہوں۔ اور جس کی شان میں شاہ عبدالعزیز محدثؒ نے یہ شعر کہا تھا:

لایمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

رسول کوئی بھی ہو اس صفحہ ہستی پر وہ رب العالمین اور مالک کائنات کا سفیر ہوتا ہے اور مالک کائنات کے سفیر کی بے حرمتی کی سزا قتل ہے اور اس پر تمام ائمہ کا تفاق ہے، امام ابن تیمیہ نے اس موضوع پر پوری کتاب ''السیف المسلول علی شاتم الرسول'' کے نام سے لکھ دی ہے، مرتد اگر تائب ہو جائے تو وہ قابل معافی ہے لیکن شاتم رسول کو رسول کی جانب سے معاف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ جو لوگ شاتم رسول کی سزائے قتل کا انکار کرتے ہیں مغربی معاشرہ کا وائرس ان کے ذہنوں میں سرایت کر گیا ہے۔ حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ انگلستان میں بھی اہانت رسول کا قانون موجود ہے لیکن یہ امتیازی قانون ہے اور صرف حضرت عیسی کے ناموس کا تحفظ کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہاں سلمان رشدی جیسے لوگوں کو پیغمبر اسلام کے خلاف دریدہ دہنی کی کھلی اجازت ہے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ ناموس رسول کی بے حرمتی کرنے والوں کے خلاف امریکہ اور مغربی ملکوں میں کوئی قانون نہیں؛ کیونکہ ایسا کوئی قانون ان کے نزدیک آزادی اظہار کی حرمت سے ٹکراتا ہے جب کہ ہولوکاسٹ کے خلاف بولنا اور لکھنا یا اس کے وقوع پر شبہ ظاہر کرنا مغربی قانون میں جرم ہے، مغربی دنیا کو قانون میں اس کھلے ہوئے تضاد کا کوئی احساس نہیں۔ ہولوکاسٹ کے انکار یا اس پر شبہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ بندش قانونی طور پر کئی مغربی ملکوں میں موجود ہے جس میں اسپین، اسرائیل، آسٹریلیا، جرمنی، بلجیم، ہنگری اور رومانیا اور فرانس شامل ہیں۔ دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہولوکاسٹ سے انکار کرنے یا اس کے وقوع پر شبہ کرنے سے یہودیوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف نفرت کے جذبات ابھرتے ہیں اور نسل پرستی کے نامناسب جذبہ کی پرورش ہوتی ہے۔ ستم یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کمیشن کے نزدیک بھی ہولوکاسٹ کے خلاف لکھنے اور بولنے اور اس کی تاریخی حیثیت پر شبہ ظاہر کرنے کے خلاف قانون اور آزادی اظہار رائے کی حمایت کے قانون کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، لیکن مغربی دنیا کے نزدیک اہانت رسالت اور اہانت مقدسات کا قانون اس لئے نہیں بن سکتا کہ یہ اظہار خیال کی آزادی کے اصول سے ٹکراتا ہے۔ سبحان اللہ! ہولوکاسٹ کے خلاف بولنا قابل تعزیر جرم جس پر کئی سال کی قید کی سزائیں اور اہانت رسول کے ذریعہ دنیا کے کروڑوں انسانوں کے جذبات کو مجروح کرنا آزادی اظہار کے زمرہ میں داخل، ہولوکاسٹ کے خلاف لب کشائی پر بندش لیکن توہین رسالت پر نہ کوئی سزا نہ کوئی سرزنش یہودیوں اور اسرائیل کی محبت میں انصاف کے قدم کیسے ڈگمگائے ہیں اور عدل کی میزان کو کیا نقصان پہنچا ہے اس کا اندازہ کسی کو نہیں۔ یہ کس کافر ادا کا غمزہ خوں ریز ہے جس نے عدل وانصاف کی متاع بے بہا لوٹ لی ہے۔

افسوس ہے کہ توہین مقدسات کے موقعہ پر آزادی اظہار کے حوالے غلط طور پر دیئے جارہے ہیں، دوسروں کے مقدسات اور برگزیدہ پیغمبروں کی اہانت آزادی اظہار کے دائرہ میں نہیں آتی ہے۔ انگریزی کا مشہور محاورہ ہے: تمہاری آزادی وہاں ختم ہوجاتی ہے جہاں پڑوسی کی ناک شروع ہوتی ہے۔ اظہار آزادی کا مطلب یہ کہ دوسروں کی آزادی میں خلل ڈالے بغیر اور دوسروں کو ایذاء پہنچائے بغیر کوئی کام کیا جائے۔ کروڑوں انسانوں کے مقتدا کی اہانت کرنا اظہار کی آزادی نہیں ہے یہ دوسروں کو ایذا پہنچانا ہے اور ان کے جذبات کو مجروح کرنا ہے، کیونکہ مسلمان آپ ﷺ کی حرمت پر کٹ مرنے کے لیے تیار ہوسکتا ہے اور ایک جان نہیں ہزار جانوں کو قربان کرسکتا ہے، وہ رسول اللہ کی جوتیوں کی خاک کے مقابلہ میں دنیا کے بڑے سے بڑے حکمران کے تاج کو بھی خس وخاشاک سے کم تر سمجھتا ہے، اگر ایسا نہیں ہوتا تو تاریخ میں مسلمان شہنشاہوں کے گریبانوں سے نہیں کھیلتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغرب کو آزادی اظہار کے بڑے بلند بانگ دعوے ہیں۔ اسلام میں آزادی اظہار خیال کا تصور اس وقت سے موجود ہے جب پوری دنیا میں دستور زبان بندی کا رواج تھا اور اظہار کے لئے زبان ترستی تھی؛ کیونکہ حکومتیں مخالف رائے کو برداشت نہیں کرتی تھیں۔ آج کے زمانہ کی مسلم عرب حکومتیں اسلام کی صحیح تصویر نہیں پیش کرتی ہیں اسی لئے تو استبدادی نظام کے خلاف ہر جگہ بغاوتیں پھیل رہی ہیں، بشار الاسد کے استبدادی نظام کا قلعہ بھی جلد منہدم ہونے والا ہے، نہ روس اور چین کا سہارا اس کے کام آئے گا نہ ایران اور حزب اللہ کا۔ اسلام تو ایک غیر مسلم کو اسلام پر تنقید کی بھی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ یہ تنقید قانون اور اخلاق کے دائرہ میں ہو۔ خلافت راشدہ کے دور میں سب کو تنقید اور احتساب کا حق تھا، آزادانہ اظہار رائے، بے باکانہ گرفت اور احتساب کو مسلمان اپنا حق سمجھتے تھے اور پنج وقتہ نمازوں کے بعد نماز جمعہ میں عیدین اور حج کے موقعہ پر یہاں تک کہ راہ چلتے ہوئے مسلمان خلیفہ کا دامن پکڑ کر وضاحت طلب کرتے تھے، اور اس سے ذمہ داران حکومت کی جبینوں پر کوئی شکن نہیں آتی تھی؛ بلکہ وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

اظہار خیال کی اسلام میں آزادی اس قدر ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم اس وقت تک میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں؛ لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ اگر میں غلط چلوں تو تم مجھے ٹھیک کردو، ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ اگر آپ غلط چلیں گے تو ہم آپ کو اپنی تلوار سے ٹھیک کردیں گے، انہوں نے ایک مرتبہ اپنی مجلس میں صحابہ سے پوچھا کہ اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل دوں تو تمہارا رویہ کیا ہوگا حضرت بشر بن سعد نے کہا: ہم آپ کو تیر کی طرح سیدھا کردیں گے، حضرت عمر نے جواب میں کہا: تب تم لوگ بڑے کام کے لوگ ہو۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو بڑے سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا، انتہائی دل آزار تنقیدوں اور ہمت شکن باتوں کو سننا پڑا، لیکن انہوں نے ان سخت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقیدوں کو برداشت کیا اور ہر موقعہ پر تمام اعتراضات کا جواب دیتے رہے اور تنقید کرنے والوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس لئے اظہار خیال کی آزادی اور حکومت پر تنقید اور احتساب کو برداشت کرنے کا طریقہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں جاری رہا۔ اور حدیث میں حکم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرو؛ اس لئے اظہار خیال کی آزادی عین اسلامی طریقہ ہے۔ اسلام میں ہر شخص کو اظہار خیال کی آزادی دی گئی ہے جب تک کہ اس کا غلط استعمال نہ ہو اور خدا، اس کے رسول کی نافرمانی اس میں نہ ہو اور دوسروں کو ایذا نہ پہنچائی جائے۔ ہر شخص کو اپنی پسند اور اپنے ضمیر کے مطابق عقیدہ رکھنے اور عبادت کرنے کی پوری آزادی اسلام میں حاصل ہے۔ اعلان کر دیا گیا ہے: لا إكراه في الدين یعنی دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، اور صاف کہہ دیا گیا ہے: قد تبين الرشد من الغي فمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله فقد استمسک بالعروة الوثقى یعنی سچائی اور ہدایت کا راستہ گمراہی کے راستہ سے الگ اور واضح ہو گیا ہے، جس کسی نے بدی اور طاغوت کا انکار کیا اس نے مضبوط رسی کو پکڑ لیا، اسلام نے یہ موقف اس لئے اختیار کیا ہے کہ عقیدہ کا مسئلہ انسان کے ضمیر سے متعلق ہے، اس معاملہ میں کسی طرح کا دباؤ غلط اور نامناسب ہے۔ اسلام اظہار خیال کے بارے میں یہ موقف رکھتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عیسائیت کی تاریخ بتاتی ہے کہ مذہب ہی نہیں سائنس اور جدید نظریہ کے علم برداروں کو زندہ نذر آتش کر دیا جاتا تھا، اظہار خیال کی کوئی آزادی کسی کو حاصل نہیں تھی۔ دوسروں کو چھوڑیئے آج عیسائی دنیا یہ الزام مسلمانوں پر عاید کرتی ہے کہ اسلام میں اظہار خیال کی آزادی نہیں۔ اردو کا ایک محاورہ ہے سوپ تو سوپ وہ چھلنی بھی بولی جس میں بہتر چھید۔

اسلام انسانوں کے درمیان مساوات کا قائل ہے، تمام بنی نوع انسان برابر ہیں، زبردستی کسی پر کوئی نظام حیات تھوپا نہیں جا سکتا۔ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور سب آدم کی اولاد ہیں، صحیح راستہ کو سمجھنے اور اختیار کرنے کا حق سب کو یکساں طور پر حاصل ہے، سب مکرم اور قابل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احترام ہیں "ولقد کرمنا بنی آدم" اس لئے سب ایک دوسرے کے لئے قابل احترام ہیں، اسلام نے عالمی اخوت اور بھائی چارگی کا درس دیا ہے، ایک دوسرے پر ظلم، ایک دوسرے کی توہین اور ایذا رسانی کی اجازت نہیں ہے، عالمی امن کا یہ بنیادی اصول ہے جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے، اسلام نے تمام پیغمبروں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، یہاں تک کہ مشرکین کے بتوں کو بھی برا کہنے سے روکا گیا ہے۔ اگر دنیا ان زریں اصولوں پر عمل کرنے لگے تو امن کا گہوارہ بن جائے اور بدامنی وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں ان اصولوں کی خلاف ورزی کی جاتی ہے، اسلام کے لغوی معنی ہی امن اور سلامتی کے ہیں اور اللہ کے ناموں میں ایک نام سلام بھی ہے تو جو دین امن عالم کا نگہبان ہے اس میں زور اور زبردستی اور اظہار خیال پر پابندی کی گنجائش نہیں ہے بشرطیکہ یہ اظہار خیال کسی کی توہین اور تذلیل کے لئے نہ ہو۔ اس زمانہ میں لوگ اسلام اور اس کے مقدسات کی توہین کرتے ہیں اور مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان میں تحمل اور برداشت نہیں ہے۔ انہیں اپنی غلطی نظر نہیں آتی ہے، وہ مسلمانوں کے احتجاج پر معترض ہوتے ہیں، کوئی ان سے سوال کرے کہ کوئی شخص ان کے سامنے ان کے والدین کو گالی دے اور ان کے بزرگوں کے لئے نامناسب الفاظ استعمال کرے تو انہیں کیسا لگے گا۔ بدگوئی، تہمت، الزام تراشی کوئی شخص اپنی بہن، ماں اور بیٹی تک کے بارے میں برداشت نہیں کرسکتا پھر خیر البشر اور افضل الانبیاء کے بارے میں بدزبانی اور توہین اور جسارت کو کوئی مسلمان کیسے برداشت کرسکتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اہانت اسلام یہ اہانت رسول ﷺ کے سلسلہ میں ہمارا ردعمل کیا ہونا چاہئے۔ کئی اسلامی ملکوں میں امریکی اور دیگر سفارت خانوں پر حملے ہوئے، سفیروں کی جان گئی، کیا یہ طرز عمل اسلام اور تعلیمات اسلام کے مطابق ہے؟ ہمیں اس بارے میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی چاہئے اور نبی اکرم ﷺ کے حکم پر عمل کرنا چاہئے "قل أطيعوا الله واطيعوا الرسول" مسلمان ہوتے ہوئے اس سے مفر نہیں کہ مسلمان سیرت رسول اور اسوہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسولؐ اور آپ کے ہر فرمان اور قول کی بے چون و چرا اطاعت کرے۔ دنیا کے تمام مسلمانوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اسلام میں سفیر اور سفارت کا احترام کیا گیا ہے، سفیر کی جان محترم ہے اگر چہ وہ دشمن ملک ہی کا سفیر کیوں نہ ہو۔ سفیر کی جان و مال اور آبرو پر اور سفارتکاروں پر حملہ نہیں کیا جاسکتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب کے دو سفیر جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ بھی اقرار کرلیا کہ وہ اب مرتد ہو چکے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم قاصد اور سفیر نہ ہوتے تو تمہیں قتل کر دیا جاتا، چنانچہ آپ نے ان کو واپس کر دیا اور ان سے تعرض نہیں کیا۔ "لو لا ان الرسل لاتقتل لضربت أعناقكما" (احمد وابوداؤد)۔ حکم یہ ہے کہ کوئی سفیر اگر پیشگی امان لیکر حاضر نہ ہو اور کوئی سفارت کی دستاویز پیش نہ کرے اور صرف یہ اطلاع دے کہ وہ سفیر بن کر آیا ہے جب بھی اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

فان دخل بغير أمان فان قال جئت رسولا فالقول قوله لأنه تتعذر اقامة البينة على ذلك ولم تزل تأتى من غير بينة (المغنی ۹/۲۸۱)۔

یعنی اگر دار الاسلام سے باہر کا کوئی شخص بلا امان داخل ہو جائے تو اس سے تحقیق کی جائے گی، اگر وہ کہے میں سفیر یا قاصد بن کر آیا ہوں تو اس کے قول پر اعتبار کیا جائے گا؛ کیونکہ اس پر دلیل اور بینہ قائم کرنا دشوار ہے اور سفراء ہمیشہ پیشگی اطلاع کے بغیر آمد و رفت کرتے تھے (بحوالہ قاموس الفقہ، جلد چہارم)۔

اسلام میں سفارت کا احترام اس قدر ہے کہ جب قریش مکہ نے ابو رافع کو رسول اللہ ﷺ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا اور ان کے دل میں ایمان جگمگا اٹھا اور انہوں نے یہ عرض کیا کہ وہ اب قریش کے پاس واپس نہیں جانا چاہتے اور ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کے پاس رہنا چاہتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور تمہیں روک نہیں سکتا، ابھی تم واپس جاؤ اور اگر واپس جانے کے بعد بھی تمہارے دل کی یہی کیفیت رہے تو ہمارے پاس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس آ جانا (احمد وابوداؤد)۔

حکم یہ ہے کہ اگر کفار اپنے پاس مسلمانوں کو قتل کر دیں اس حال میں بھی ان کے قاصد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کو امان اور پناہ دی اور پھر اس کو قتل کر دیا تو میں اس شخص سے بری ہوں خواہ وہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام میں کسی کو امان دینے کے بعد امان کی رعایت کرنے اور اس کی خلاف ورزی نہ کرنے کا حکم ہے۔ سفیر وہ ہوتا ہے جسے اسلامی حکومت کی پناہ حاصل ہوتی ہے اس لئے اسلامی حکومتوں کی اور مسلمانوں کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کا ہر حال میں خیال رکھیں۔ سفیر اور سفارت خانوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ تعدی اور ایذا رسانی سے مکمل پرہیز کریں۔ اس لئے اس وقت اسلامی دنیا میں امریکہ میں اہانت رسول سے متعلق فلم کے خلاف بطور احتجاج سفارتوں پر حملہ اور سفیر کے قتل کے جو واقعات پیش آئے ہیں وہ افسوسناک ہیں۔ اس ردعمل کو کسی اعتبار سے صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ اس بارے میں اسلامی تعلیمات کو بیان کریں اور عوام کے جوش وخروش کو صحیح اور درست سمت کی طرف موڑنے کی کوشش کریں۔ محبت رسول میں حکم رسول کی خلاف ورزی کی اجازت کسی حال میں نہیں دی جا سکتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں فلم کی شکل میں، کارٹونوں کی شکل میں اہانت اسلام اور اہانت پیغمبر اسلام ﷺ کے واقعات جو مسلسل پیش آ رہے ہیں اس کے جواب میں مسلمانوں کا معقول ردعمل کیا ہونا چاہئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سفارت خانوں پر حملہ کے بجائے سڑکوں پر پُر امن احتجاج اور جلسوں میں کوئی حرج نہیں، یہ ہر شہری کا دستوری حق ہے۔ مسلم حکومتوں کے ذریعہ اقوام متحدہ اور بین الاقوامی تنظیموں پر یہ دباؤ ڈالنا چاہئے کہ ایسا قانون وضع کیا جائے جس کے ذریعہ دنیا کے تمام مذاہب اور بانیان مذاہب اور مقدسات کا احترام ضروری ہو ورنہ دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکے گا۔ مذاہب اور پیغمبران عالم کی توہین اور ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں بدگوئی اور بدکلامی آزادی رائے کے دائرہ میں ہرگز نہیں آتی ہے لیکن مسلمانوں کا اصل اور مثبت ردعمل یہ ہونا چاہئے کہ دنیا کے تمام ملکوں میں اور دنیا کی تمام زبانوں میں پیغمبر امن واخلاق ﷺ کی تعلیمات کو مؤثر انداز میں پھیلایا جائے اور اس کے لئے تمام جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جائے، اس دنیا میں لاکھوں سعید روحیں اس کی منتظر ہیں کہ اسلام کا پیغام امن ان کے پاس پہنچے، یہ کام تعلیم یافتہ عوام وخواص کے کرنے کا ہے اور مسلم حکومتوں کی اولین ذمہ داری ہے۔ ہر مسلمان کو یہ سوچنا چاہئے کہ کیا اس نے اپنے غیر مسلم پڑوسی اور غیر مسلم دوست اور احباب تک اس سوغات نجات کو پہنچانے کی کوشش کی ہے؟ دلوں کے بند دروازہ پر دستک دینا اور اسلام کے لئے دلوں کو نرم کرنا اصل کام ہے جس کے لئے امت کو کھڑا ہونا ہے۔

وہ ادائے دلبری ہو یا نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

☆☆☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور

مفتی محمد ارشد فاروقی ☆

لغوی تعریف

آزادی عربی لفظ ''حریت'' کا ترجمہ ہے، ''حریہ'' کا اصطلاحی مفہوم سمجھنے کے لئے اس کی لغوی تشریح ضروری ہے، ابن منظور کی لسان العرب میں حرعبد کی نقیض، حرار مصدر، اسم حریہ درج ہے۔ تحریر الولد: اللہ کی طاعت اور مسجد کی خدمت کے لئے اولاد کو وقف کرنا، سیدہ مریم کی زبان پر جاری ہوا: ''انی نذرت لک مافی بطنی محررا فتقبل منی'' (آل عمران:۳۵)۔

الحر من الناس: شریف وفاضل اور حر الدار: حویلی کے صدر مقام کو کہتے ہیں، حر الفاکتہ: عمدہ میوہ کہلاتا ہے؛ بلکہ ہر چیز کے نمایاں جز کو حر سے تعبیر کرتے ہیں۔

الحر، حر بمعنی گرمی برد بمعنی ٹھنڈک کی ضد سے مشتق ہے، کیوں کہ مرد حر کو اعلیٰ اخلاق واوصاف کے حصول کے لئے گرم سرد برداشت کرنا پڑتا ہے۔ راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں ''الحر بالحر'' سے لغوی معنی اور ''تحریر رقبہ'' سے اصطلاحی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے، ڈاکٹر احمد ریسونی نے ''حریہ'' کے مقابل الفاظ کے تذکرہ سے تعارف کرایا ہے، استبداد وتسلط، قہر، غلام بنانا، قبضہ کرنا قید وبند، حجر وحد قائم کرنا، لاقانونیت وحقارت روا رکھنا، حریہ وآزادی کے خاتمے کے ذرائع ہیں، حریت کی نقیض حیات انسانی کو ڈستی ہے تو موت واقع ہوتی ہے۔

☆ صدر شعبہ افتاء جامعہ امام محمد انور دیوبند۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کے وجود کو غلام بناتی ہے، عزت پر حملہ کرتی ہے تو رسوا و ذلیل کرتی ہے، رزق و مال سے محروم کرتی ہے، آزادی فکر کا رخ کرتی ہے تو زبان بندی پر اتر آتی ہے، ان امور و مصائب کو کوئی آزاد و شریف انسان نہ اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے نہ اپنے ہم جنس افراد کے لئے روا رکھتا ہے، اور بدترین غلامی عقلی فکری اور علمی غلامی ہے، اور عقل و فکر کا شل ہو جانا یا بچپن کا شکار ہو جانا ہے جو غلامی کی انتہائی ہسٹریائی کیفیت ہے، بستانی کی دائرۃ المعارف میں ''حریت'' کی تعریف ''الحرفی اللغۃ خلاف العبد او الرقیق'' کی گئی ہے کہ عبد (غلام) کے مقابل حر ہے، حر اور حریہ کی لغوی تعریفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا اطلاق معیاری عمدہ اشیاء پر ہوتا ہے (۷/ ۴۲۔ دار المعرفۃ بیروت، لبنان)۔

قرآن کریم نے کلمہ ''حریت'' کا استعمال تو نہیں کیا ہے؛ لیکن اس کے مشتقات ''حر'' ''تحریر'' اور ''محرا'' کا استعمال کئی مواقع پر کیا ہے۔

حریت کی فقہی تعریف

فقہاء اسلام نے حریت کی تعریف کئی انداز سے کی ہے:

☆ تحریر رقبہ: غلام آزاد کرنا (المغرب)۔

☆ حریت کا اطلاق ارادہ و اختیار اور تصرفات کی قدرت پر ہوتا ہے یا انسان کا غلامی کی قید سے آزاد ہونے پر ہوتا ہے (معجم لغۃ الفقہاء)۔

☆ کائنات اور تمام نسبتوں اور اغیار کی غلامی سے آزادی (التعریفات للجرجانی)۔

☆ انسان کے اس ارادہ و کوشش کو کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی کی غلامی میں نہ آسکے (الاسلام وحقوق الانسان دراسۃ مقارنہ۔ القطب)۔

فقہاء کی تعریف کے مطابق حریت و آزادی کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ہر فرد زندگی کی سرگرمیوں کی انجام دہی اور تصرفات و اختیارات کے باب میں آزاد ہو، اپنی خواہش کے مطابق انجام دے کسی کی مداخلت اس باب میں نہ ہو، اس کی سرگرمیوں اور تصرفات میں کسی رکاوٹ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، ہاں شریعت کی قیود آزادی کے ضمن میں داخل ہیں۔

امام رازی حریت کی تعریف نفس کی آزادی سے کرتے ہیں اور حریت نفس کے ضمن میں جو اعلیٰ اوصاف داخل ہیں ان پر بھی حریت کا اطلاق ہوتا ہے۔

ابوحیان کہتے ہیں کہ انسان ناممکنات کے بارے میں نہیں سوچتا ممکنات تک ہی اس کی دوڑ بھاگ محدود رہتی ہے اور عقل کے فیصلوں کی پابندی آزادی کی تعریف میں داخل ہے کہ عقل اللہ کی عظیم نعمت ہے۔

صوفیہ نے حریت کی تعریف کائنات کی غلامی تمام تعلقات کی قید اور اغیار سے کنارہ کشی سے کی ہے جس کے مختلف مراتب ہیں، عوام کی آزادی خواہشات کا ترک ہے اور خواص کی آزادی مقاصد سے بھی بے نیازی ہے کہ وہ اپنے ارادہ کو ارادہ الٰہی کے حوالہ کر دیتے ہیں اور خاصان خدا انوار کی تجلیات کے باعث مظاہر و رسوم سے بھی آزاد ہو جاتے ہیں۔

حریت کا قدیم مفہوم

حریت کا ایک بہت قدیم مفہوم بھی پایا جاتا ہے جسے میتھافیزیقی حریت کہتے ہیں جس میں بدن انسانی کو نفس انسانی کا قید خانہ تسلیم کیا گیا ہے اور عالم کو انسانیت کا بڑا قید خانہ بتایا گیا ہے اور اس قید و غلامی سے آزادی موت کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے، اس حقیقت کو سچے پکے مسلمان تسلیم کرتے ہیں، اسی فلسفہ کو پرہیز گار و متقی لوگوں نے مانا، اس تصور کی تائید میں حدیث بھی پیش کی جاتی ہے: "الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر"، اور ابن عربی کہتے ہیں کہ انسان آزاد ہے اسے غلام نہیں بنایا جا سکتا اور اس پر غلامی طاری نہیں ہو سکتی خواہ کوئی غلام بنانے کا حق جتاتا رہے، کیوں کہ انسان کا حکم اشیا پر چلتا ہے اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ ابن عربی کی تعریف کے مطابق انسان صرف اللہ کا غلام ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی حریت حقیقی عبودیت میں پنہاں ہے۔

حریت کا مفہوم اسلامی خود ساختہ عالمی وضع کردہ حریت کے مفہوم سے جداگانہ ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا تعلق صرف نفس وذات سے ہے کہ انسان اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل میں آزاد ہے، اپنی سوچ وفکر اور ارادے سے عمل انجام دیتا ہے جس میں عقل کے توازن کی پاسداری بھی نہیں رہتی؛ کیوں کہ حریت نام ہی ہے اختیار وارادہ کی آزادی کا، اسے قبول کرنے اور رد کرنے کا پورا اختیار ہے؛ لیکن حریت کی جن صورتوں کو معاشرتی امور کی تکمیل کے لئے مختص کیا گیا ہے وہ عملی میدان میں کسی نہ کسی انتہا پر ناکام ہیں کہ جب فرد کی حریت کے مفہوم کے اندر ایسی توسیع کی گئی کہ معاشرہ اس کے اختیار میں آ گیا بلکہ تہذیب وثقافت اور تمدن ذاتی اغراض اور فریب پر مبنی پالیسیوں کا شکار ہوکر رہ گیا؛ اسی لئے قرآن نے ہوی وخواہشات کو الوہیت سے متصف کیا (أفرأیت من اتخذ الهه هواه)۔

حریت کا اسلامی تصور

حریت کے اسلامی تصور کے دو عنصر ہیں:

(۱) عقیدہ توحید جو بندے کو الہ سے مربوط کرتا ہے جس کے باعث انسان تمام مخلوقات پر فوقیت حاصل کر لیتا ہے تا کہ ان کے سامنے حریت میں مختار ہو اور کسی کو غلام نہ بنائے اور انسان اپنی آزادی میں ان تمام موجودات کی نمائندگی کرتا ہے جن کا وہ اللہ کے حضور بندگی میں شریک ہے، ارشاد الٰہی ہے: " ان ماتدعون من دون الله امثالكم" جسے بھی الہ کے سوا پکارتے ہو وہ تم جیسے ہیں۔

(۲) عقل کا اعتبار: حریت کی اور حرکیت کی اساس عقل ہے، یعنی عقیدہ توحید عقل کو ایسے معیارات سے آشنا کرتا ہے جن کے ذریعہ انسان اپنے ارادہ کے بارے میں اپنی ذات اور خارج ذات سے انضباط پیدا کر سکے، جو بسا اوقات یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ ذاتی آزادی پر قدغن ہے، لیکن درحقیقت اس کی آزادی کو صحیح سمت دینا اس مفہوم میں بلندی پیدا کرنا ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر شئ سے آزاد ہو سکے اور انسان زندگی کے اعمال کو دین کے فریم میں کس لے کہ حقائق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشیاء کے خیروشر سے واقفیت کا شریعت ہی واحد ذریعہ ہے اور عقل جوہری صفت کے باوجود شمع وحی کی محتاج ہے؛ البتہ مغربی تہذیب کا فلسفہ حریت فرد وجسد ہی کو منتہائے ترقی مانتا ہے اور مادیت میں انہماک کی دعوت دیتا ہے جو مبنی برخطا ہے، اس لئے کہ اسلامی تصور حریت نے عالمی تاریخ میں انسانیت کی خدمت جن اعلیٰ صفات، اخلاقی اقدار اور قربانی وایثار سے کی ہے مغرب کے لئے وہ آج بھی اخلاقی علمی برتری کے لحاظ سے چیلنج ہے۔

تصور اسلامی کے حقائق

سماج کے ہر فرد کو اپنی مرضی کے مطابق عمل کی اجازت ہے، وہ اپنے تصرفات میں مالک مختار ہے؛ البتہ کسی فرد یا جماعت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس کے حق کے استعمال کے بارے میں رکاوٹ ڈالے یا اسے وہ عمل کرنے سے روکے، یا مشکلات پیدا کرے۔

واضح رہے کہ شخصی آزادی وہیں تک محدود رہے گی جہاں دوسرے فرد کی حق تلفی ہو رہی ہو یا اس کی آزادی خطرے میں پڑے، جبکہ اس کی تلافی کا قانون بھی موجود ہے جس کے باعث تلف شدہ آزادی کا تاوان واجب ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جیسے ایک فرد اپنی آزادی کے حقوق کا استعمال چاہتا ہے، یہی خواہش معاشرے کے ہر فرد کی ہے۔

قاعدہ شرعیہ

حریت کے صحیح مفہوم کی وضاحت کے لئے شریعت کا قاعدہ موجود ہے: "**الضرر لایزال بمثلہ**"، اگر افراد کے معاملات کو سماج میں ان کی مرضی پر بغیر کسی پابندی کے سپرد کردیئے جائیں تو شہری زندگی جنگلی زندگی میں تبدیل ہوجائے؛ اس لئے حریت کے لئے ضابطے کا ہونا ضروری ہے کہ طاقتور کمزور پر، مالدار محتاج پر، جماعت افراد پر ظلم نہ کرے۔

اسی منفعت کے حصول کے لئے شریعت کا قاعدہ موجود ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لاضرر ولاضرار" (مجلۃ الاحکام العدلیہ)۔

شریعت نہ نقصان اٹھانے کے حق میں ہے نہ دوسرے کو نقصان پہنچانے کے حق میں ہے۔اس باب کے شرعی قواعد اور بھی ہیں جیسے: " اذا تعارض مفسدتان روعی أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما "اور "الضرر الاشد يزال بالضرر الاخف"۔

جب دو تکلیف دہ شی جمع ہوں تو جس میں تکلیف کم ہے اسے اپنا کر بڑی تکلیف کو دور کریں،اور بڑے ضرر کو چھوٹا ضرر اپنا کر دور کیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ انسان قابل احترام ہے،اس کے حقوق اور اس کی آزادی ثابت اور محفوظ ہے جب تک وہ اللہ کا تابعدار ہے اور اس کے احکام پر عامل اور اس کی نواہی سے بچنے والا ہے۔

حریت کے مصادر شریعت

حریت کا مصدر اولیں قرآن کریم ہے:"لااکراہ فی الدین " دین کے بارے میں زور زبردستی نہیں ہے۔

"یاأیها الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتا غیربیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی اهلها" سے رہائش کی آزادی اور اس کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

"کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله"۔رائے کی آزادی پر دلیل ہے۔

مصدر ثانی حدیث شریف

من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد ومن قتل دون مظلمة فهو شهيد (انسانی تحریم الدم)۔

ان الله يعذب الذين يعذبون الناس فی الدنيا (بیہقی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من رآی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ ،فان لم یستطع فبقلبہ وذلک أضعف الایمان (سنن ابوداؤد)۔

اسلام کا موقف غلامی کے بارے میں

اسلامی شریعت میں انسان کے غلام ہونے کی کیا حقیقت ہے یہ اور اس کے متعلق ذیلی سوالات اپنوں اور غیروں کی مجلسوں میں برابر اٹھائے جاتے ہیں اس لئے اس سمینار کے مرکزی عنوان کا تقاضا تھا کہ سیر حاصل بحث ہوتی ،جس سے موضوع کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ،بہت سے اسلامی مؤرخین کا احساس ہے کہ فقہاء نے اپنی مؤلفات میں اس موضوع پر کما حقہ گفتگو نہیں کی۔

جب فقہ کا طالب علم درس نظامی کے تحت علامہ مرغینانی کی ہدایہ کی کتاب العتاق پڑھتا ہے عبد، مکاتب، رقیق ،مدبر، ام ولد، عبد ماذون ،مولی ،مولی العتاقہ ،ولاء ،عبد مشترک ، امۃ کی تعریفات احکام پڑھتا ہے تو وہ غلامی کے وجود شریعت میں اس کی اہمیت کے بارے میں حساس ہوجاتا ہے ،اور جب کبھی کسی سوال کے جواب میں کوئی استاذ یہ فرماتے ہیں کہ اسلامی احکام قیامت تک کے لئے ہیں اور عالم میں اسلامی نظام کے قیام کے ساتھ غلاموں کے مسائل کی ضرورت پڑے گی اس لئے بہ غور ان مسائل کو حل کیا جائے۔

اس باب میں فقہاء نے ایک اصولی بات کہی ہے کہ انسان اپنی اصل کے اعتبار سے ''حر'' یعنی آزاد ہے اور غلامی ایک طاری ہونے والی حقیقت ہے ،اس سلسلے کی ایک وضاحت تو یہ ہے کہ غلامی کی تاریخ بہت قدیم یا قبل اسلام وقبل مسیح ہے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت غلاموں کا وجود تھا، عرب میں بھی ان کی بیع ہوتی اور مالکانہ حقوق حاصل ہوتے ۔شریعت نے غلامی کے خاتمے کی ترکیبیں بتائیں، غلام آزاد کرنے کے فضائل ومناقب بیان کئے اور کفارے کے طور پر غلام آزاد کرنے کی مختلف صورتیں تجویز کیں، ان تحریضات سے پتہ چلا کہ روح شریعت غلامی کا خاتمہ چاہتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ضرور ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک غلاموں کا وجود رہا؛ اس لئے ان کی بابت شرعی احکام کا ذخیرہ کتب فقہ میں محفوظ ہے، یہ الگ بحث ہے کہ ان میں سے کس قدر فقہ کے طلبہ کو پڑھایا جائے؟

موجودہ دور میں دنیا کے کسی حصے میں شرعی تعریف کے مطابق غلام نہیں پائے جاتے اس لئے اگر دنیا کے ملکوں پر اسلامی نظام کی رحمت چھاتی ہے اور ایسی صورت پیش آتی ہے جس میں ماضی میں غلام بنائے گئے تو آج کے احوال میں اس کی اجازت نہیں ہوگی؛ کیونکہ شریعت نے جب غلام کے بقا کا فیصلہ کیا تو معاشرہ میں غلاموں کا چلن تھا اور اب اس کا خاتمہ ہو چکا اس لئے انسان کی اصل آزادی ہے اسے باقی رکھا جائے گا۔

آزادی کے خلاف حبس بے جا

جیل کے استعمال کا ذکر قرآن میں موجود ہے، کسی کو جیل میں بند رکھنا اس کی آزادی پر حملہ ہے؛ اس لئے اس سے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ جیل میں بند کرنا خود کوئی شرعی حد نہیں ہے کہ شرعی حدود صرف چھ ہیں جن میں یہ نہیں ہے، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے جیل کا انتظام کیا۔ ملزمین کو فیصلہ نہ ہونے تک جبکہ شک کے دائرے میں ہوں بند کیا جائے گا۔ جیل کے ذریعہ شخصی آزادی پر پابندی عدالتی محکمہ مصالح عامہ کے پیش نظر لگائے گا۔

آزادی پر حملے اور ذمہ داری

آج کی ترقی یافتہ حکومتیں آزادی وحریہ کے فلک شگاف نعرے لگاتی ہیں؛ لیکن وہ آزادی کے ریزرویشن کی قائل ہیں، آزادی ان کو سو فیصد حاصل ہے اور ان سے تعلقات رکھنے والوں کے لئے حسب تعلق وتملق، ورنہ جس انداز کے جنگی حملے، قتل وغارت گری، قید وبند اور دہشت گردی کے من گھڑت عنوان سے بے شمار نوجوانوں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے تعذیب کے نت نئے دہلا دینے والے طریقے روز مرہ کے معمول میں شامل ہیں، وہ آزادی کے علم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برداروں کے لیے باعث عار ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ ان ممالک نے حریت کی تعریف خود کی اور جب موقع ہوا بدل دی؛ لیکن اسلام نے جو حریت وآزادی کی تعریف شخصی واجتماعی، ملکی وغیر ملکی پس منظر میں کی ہے وہ بے نظیر ہے۔ اہل اسلام کے پاس جو دولت حریت وسلامتی کی ہے اسے عام کرنے اور حقداروں تک پہنچانے کی ضرورت اور دینی فریضہ ہے، اللہ ہمیں آزادی کی منفعت سے مالا مال فرمائے۔

☆☆☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور معاشی آزادی

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی☆

معاش یا معیشت تلاش رزق کی آزادانہ جد وجہد کا نام ہے۔ عیش زندگی گذارنے کو کہتے ہیں اور معاش زندگی گذارنے کے وسائل کو حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ علم تاریخ اور عمرانیات کے نامور عالم ابن خلدون کہتے ہیں: "ان المعاش هو ابتغاء الرزق والسعي في تحصيله" (عبدالرحمٰن بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون رص ۴۶۳، قاہرہ، ۲۰۰۴) (معاش رزق تلاش کرنے اور اس کے حصول میں دوڑ دھوپ کرنے کا نام ہے)۔

وسائل رزق کے لیے معاش کا لفظ قرآن پاک میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولقد مكّناكم في الارض وجعلنا لكم فيها معايش قليلا ما تشكرون" (الاعراف:۱۰) (اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں ٹھکانہ دیا اور اس میں تمہاری زندگی کا سامان رکھا، مگر تم لوگ کم ہی شکر کرتے ہو)۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں آباد کیا ہے، اسے خلیفہ بنایا ہے اور اسے عقل وشعور کے ساتھ قوت واختیار اور مالکانہ حقوق سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو بھی پیدا کیا ہے مگر نہ تو ان کو عقل وشعور عطا کیا ہے اور نہ حق ملکیت عطا کیا ہے۔ حیوانات کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے جبکہ انسان کو ہر شئے کی ملکیت عطا کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ حیوانات کی بھی۔ انسان کی

☆ شعبۂ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظمت وفضیلت اس کی قوت وقدرت اور آزادی واختیار سے ظاہر ہوتی ہے۔جس انسان کو حق ملکیت حاصل نہیں ہے، اسے آزادی بھی حاصل نہیں ہے۔اس کے ارادہ، اختیار اور قدرت میں کمی ہے۔گویا حق ملکیت انسان کی آزادی کی علامت ہے اور حق ملکیت سے محرومی غلامی کی علامت ہے۔اسی نکتہ کو قرآن پاک میں اس طرح مثال دے کر سمجھایا گیا ہے: "ضرب الله عبداً مملوکاً لا یقدر علی شئ ومن رزقناه منا رزقا حسنا فهو ینفق منه سراً وجهراً هل یستوون الحمد لله بل اکثرهم لا یعلمون" (النحل، ۷۵) (اللہ نے غلام بندہ کی مثال دی ہے جو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا اور اس بندہ کی مثال دی ہے جس کو ہم نے اچھا رزق عطا کیا ہے تو وہ اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتا ہے، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں، الحمدللہ، مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے)۔

غلام کو مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوئے، اس لیے وہ اپنی مرضی سے مال خرچ نہیں کرسکتا۔وہ اپنے مالک کی مرضی کا محتاج رہتا ہے۔اس کے مقابلہ میں آزاد انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے جس طرح چاہے مال خرچ کرسکتا ہے، کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے۔ان دونوں انسانوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ایک مختار ہے دوسرا محتاج۔ایک مالک ہے دوسرا مجبور، ایک حاکم ہے دوسرا محکوم۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات انسانوں کے لیے بنائی ہے اور انسانوں کے لیے اس میں منافع اور برکتیں رکھی ہیں۔انسانوں کو اپنی عقل وبصیرت اور فہم وفراست سے کام لے کر آزادانہ تصرف کرنے کی سہولت فراہم کی۔رزق کے وسائل اور معیشت کے ذرائع اس زمین میں کثرت سے پیدا کیے ہیں اور انسانوں کو اپنی لیاقت اور محنت سے ان کو کام میں لانے کی دعوت دی ہے اور اپنی زندگی کو خوشحال بنانے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔اللہ پاک کا ارشاد ہے: "هو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه والیه النشور" (الملک:۱۵) (وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو پست بنا دیا، چلو اس کے کندھوں پر اور کھاؤ اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رزق اور اسی کی طرف مرنے کے بعد اٹھ کر جانا ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے رزق کے وسائل پر کسی خاص خاندان، گروہ اور قوم کا حق نہیں رکھا ہے بلکہ ان کو تمام انسانوں کے استفادہ کے لیے بنایا ہے۔ ارشاد فرمایا: "**هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً**" (البقرہ:۲۹) (وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں)۔

کوئی بھی شخص اپنی صلاحیت اور محنت سے ان کو بروئے کار لاسکتا ہے اور ان سے استفادہ کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو انفرادی ملکیت کا حق بھی دیا ہے اور اس میں تصرف کی آزادی بھی بخشی ہے۔ حق ملکیت کے آزادانہ استعمال کے لیے عقل وشعور کی پختگی کی ضرورت ہے تاکہ لوگ خوب سوچ سمجھ کر اور نفع نقصان کا اندازہ لگا کر مال ودولت کا استعمال کرسکیں۔ بے عقل اور بے شعور لوگوں کو اگر حق تصرف دے دیا جائے تو وہ آباء واجداد کی محنت سے کمائی ہوئی دولت کو ضائع کردیں گے اور محتاج بن کر معاشرہ پر بوجھ بن جائیں گے۔ اسی لیے اسلام نے آزادی ملکیت کو عقل وشعور سے جوڑا ہے اور عقل وشعور سے عاری لوگوں کو حق تصرف دینے سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**ولا تؤتوا السفهاء أموالكم التی جعل الله لكم قياما**" (النساء:۵) (اور بے وقوفوں کو اپنا مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لیے سرمایہ زندگی بنایا ہے)۔

اسلام نے بعض بنیادی چیزوں کو تمام انسانوں کی مشترکہ ملکیت قرار دیا ہے جس میں ہوا، پانی، روشنی، آگ اور گھاس وغیرہ شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "**المسلمون شركاء فی ثلاث فی الكلاء والماء والنار**" (سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی منع الماء) (تین چیزوں میں تمام مسلمان شریک ہیں، گھاس، پانی اور آگ میں)۔

اللہ تعالیٰ نے وسائل رزق کی فراوانی کے ساتھ انسانوں کو محنت وعمل کی آزادی بھی بخشی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔کوئی بھی شخص اپنی مرضی اور ارادہ سے حلال رزق کا کوئی بھی ذریعہ اختیار کرسکتا ہے۔کوئی بھی پیشہ پسند کرسکتا ہے اور کوئی بھی میدان عمل منتخب کرسکتا ہے۔اس پر کوئی پابندی نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانے کے ساتھ حلال رزق کی جد وجہد میں اپنا وقت لگائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الأرض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون" (الجمعہ:۱۰) (پس جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو، شاید تم کامیاب ہوجاؤ)۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خیر الکسب کسب ید العامل اذا افضح" (مسند احمد بن حنبل ۲/ ۳۳۴) (بہترین کمائی وہ ہے جو محنت کش اپنے ہاتھ سے کماتا ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہ ہو)۔

ایک شخص نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے جو یہ سوچ کر گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے کہ میری روزی خود بخود میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اس کے لیے مجھے محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا کہ ایسا شخص جاہل ہے، اسے معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان اللہ جعل رزقی تحت رمحی" (فتح الباری ۱۱/ ۶۰۳) (اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھا ہے)، ابن خلدون نے لکھا ہے کہ روزی کمانے کے لیے کوشش کرنا اور محنت کرنا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فابتغوا عند اللہ الرزق" (مقدمہ ابن خلدون، ص: ۴۶۲) (اللہ کے پاس رزق تلاش کرو)۔

معاشی آزادی کے لیے آزاد تجارت اور فری مارکیٹ بھی ضروری ہے۔حکومت کنٹرول ریٹ پر غلہ اور اشیاء خورد ونوش تو فراہم کرسکتی ہے مگر آزادنہ تجارت پر پابندی عائد نہیں کرسکتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ جس طرح چاہیں کاروبار کریں، جیسے چاہیں لین دین کریں، اس میں مداخلت کرنے کا جواز نہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں چیزوں کی قیمت مہنگی ہوگئیں۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور بازار کی اشیاء کا بھاؤ مقرر کرنے کی درخواست کی تو آنجناب نے فرمایا: "ان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق۔ وانی لأرجو انا القی الله وليس احد منكم يطالبنی بمظلمة فی دم ولا مال" (سنن أبی داؤد، کتاب البیوع، باب فی النہی أن یبیع حاضر لباد) (بے شک نرخ مقرر کرنے والا اللہ ہے، وہی روزی تنگ کرتا ہے، وہی روزی میں کشادگی کرتا ہے اور وہی روزی مہیا کرتا ہے۔ میری آرزو ہے کہ میں اللہ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی مجھ سے کسی جانی یا مالی زیادتی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو)۔

اللہ کے رسول ﷺ اگر چاہتے تو بازاری اشیاء کی قیمت متعین کر سکتے تھے اور لوگ آپ کی مقرر کردہ قیمتوں کو بخوشی قبول بھی کر لیتے، پھر بھی آپ نے آزادی تجارت کو برقرار رکھنے کے لیے مداخلت نہیں فرمائی؛ بلکہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا کہ وہی حالات سازگار کرنے والا ہے، وہی حالات تنگ کرنے والا ہے، اسی کے قبضہ قدرت میں انسانی قلوب اور ذہن ہیں۔

اسلام نے معاشی آزادی کے لیے کاروبار کی آزادی کو یقینی بنایا ہے۔ آزادانہ لین دین کی رکاوٹوں کو دور کرنے پر زور دیا ہے اور ایسے طور طریقوں کو اختیار کرنے سے منع کیا ہے جو آزادانہ تجارت پر اثر انداز ہو سکتے ہیں، چنانچہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "لا يبيع حاضر لباد، وذروا الناس يرزق الله بعضهم من بعض" (سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی النہی ان یبیع حاضر لباد) (کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال لے کر نہ بیچے (دلالی نہ کرے) لوگوں کو چھوڑ دو کہ وہ خود سے کاروبار کریں۔ اللہ بعض کو بعض کے ذریعہ رزق دیتا ہے)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرضیکہ اسلام نے آزاد معیشت اور آزاد تجارت کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے، کیونکہ اس سے تمدن کی ترقی اور سماج کی خوش حالی جڑی ہوئی ہے۔ جب کبھی آزادانہ معیشت پر قدغن لگایا جائے گا اور عوام کو معاشی جبر میں مبتلا کیا جائے گا تو ملک میں بدامنی پھیلے گی اور حکمراں کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑکیں گے۔ معاشی جبر انسان کے ایمان واخلاق کو بھی برباد کرتا ہے اور ملک میں بدامنی اور فساد کا بھی ذریعہ ہے۔ ماضی قریب میں بعض مسلم ممالک میں جو بغاوت کی لہر اٹھی وہ بہت حد تک اسی معاشی جبر کا نتیجہ تھی۔ حکمراں طبقہ معاشی وسائل پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا اور عوام پر رزق کے راستے تنگ کر دیے تھے۔ اس کا نتیجہ بغاوت اور انقلاب کی شکل میں رونما ہوا۔ ۱۹۷۹ء میں ایران کے شہنشاہ آریہ مہر رضا شاہ پہلوی کے خلاف جو بغاوت رونما ہوئی اس کا بنیادی سبب حکمراں کی معاشی اصلاحات سے عوام کی بے اطمینانی اور بے چینی تھی۔ ۲۰۱۱ء میں تیونس میں عوامی انقلاب، ۲۰۱۲ء میں لیبیا اور مصر میں عوامی انقلاب حکمرانوں کے معاشی جبر کا ردعمل تھا۔ حکمراں خاندان نے معاشی وسائل اور ذرائع تجارت پر قبضہ کر لیا تھا اور عوام تنگ دستی میں مبتلا تھے بلکہ فاقہ کشی پر مجبور تھے۔ اس جبر واستبداد کو ختم ہونا تھا، بالآخر عوامی ردعمل نے ان حکمرانوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ جس طرح معاشی جبر انسان کو فساد میں مبتلا کر دیتا ہے، اسی طرح معاشی وسائل کی کثرت اور دولت کی فراوانی انسان کو برباد کر دیتی ہے۔ حکمراں طبقہ کے ساتھ بالعموم یہی ہوتا ہے، ان کی تعیش پسند زندگی ان کو انجام سے بے خبر کر دیتی ہے اور ان کی نگاہوں پر پردے ڈال دیتی ہے۔ معاشیات کے اسی نکتہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح سمجھایا ہے: "**ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر مایشاء انه بعباده خبیر بصیر**" (الشوری: ۲۷) (اگر اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے وسائل رزق کی فراوانی کر دے تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں، لیکن اللہ جتنا چاہتا ہے اندازہ سے نازل کرتا ہے، وہ اپنے بندہ کے احوال پر نظر رکھتا ہے اور خبر رکھتا ہے)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے اسلام نے بے قید معاشی آزادی کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ ایسی تجارت کو پسند نہیں کیا جو دوسرے کے نقصان یا استحصال کا ذریعہ ہو۔ دوسروں کی آزادی میں مخل ہو اور دوسروں کے نفع ونقصان پر اثر انداز ہو، چنانچہ اسلام نے معاشی آزادی کے ساتھ کچھ اصول وضوابط بھی مقرر کیے؛ تاکہ یہ آزادی استعمار اور استحصال کا موجب نہ بن جائے۔ ان اصولوں کی وجہ سے فرد کی معاشی آزادی کا تحفظ بھی ہوتا ہے اور عام انسانوں کو راحت اور سکون بھی ملتا ہے۔ اگر آزادی کے نام پر ان اصولوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو معاشرہ میں وہی تباہی آئے گی جو قارون اور ہامان اور فرعون کے زمانہ میں آئی تھی۔

پہلا اصول یہ ہے کہ تجارت اور مالی لین دین عادلانہ طریقوں اور باہمی رضامندی سے کیا جائے، زور زبردستی اور جبر واکراہ سے کسی کا مال نہ حاصل کیا جائے۔ کسی کے مال اور جائیداد پر حیلہ اور تدبیر سے قبضہ نہ کیا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تاکلوا أموالکم بینکم بالباطل الا أن تکون تجارة عن تراض منکم" (النساء:۲۹) (اور نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال غلط طریقہ سے الا یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو)۔

اسی لیے اسلام نے چوری، ڈاکہ زنی، غصب، جوا، لاٹری وغیرہ کے ذریعہ حاصل کیے ہوئے مال کو انسان کی ملکیت تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے؛ کیونکہ یہ باطل طریقہ سے مال کمانا ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ تجارت میں شفافیت اور ایمانداری ہو، دھوکہ دھڑی نہ ہو اور نہ کسی فریق کا نقصان ہو۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: "نهی رسول الله ﷺ عن بیع الغرر" (سنن ترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی النہی عن بیع الغرر) نبی ﷺ نے دھوکہ کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔ غرر ایک جامع لفظ ہے، اس میں ہر طرح کی دھوکہ بازیاں، مال مجہول اور تجارتی جعل سازیاں شامل ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "من غش فلیس منا" (ایضا، باب ماجاء من غش فلیس منا) (جو دھوکہ دے گا وہ ہماری امت میں سے نہیں ہے)۔ تجارت اور کاروبار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آزادی اس بات سے جڑی ہوئی ہے کہ کسی فریق کا نقصان نہ ہو اور اس کی حکمت یہ ہے: ''لا ضرر ولاضرار فی الاسلام'' (نہ تو نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ) یہی اسلامی معیشت کی روح اور جان ہے اور یہی نظام عدل واحسان ہے۔ اگر کسی فریق کے تجارتی فائدہ میں دوسرے فریق کا نقصان ہو تو اس کاروبار کو عادلانہ نہیں کہا جاسکتا اور ایسی آزادی کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف انہی اشیاء کی تجارت کی آزادی ہے جو حلال وپاک ہیں۔ حرام اور ناپاک چیزوں کی تجارت کی آزادی نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وکلوا ممارزقکم الله حلالا طیبا واتقوا الله الذی أنتم به مؤمنون'' (المائدہ:۸۸) (جو پاکیزہ حلال رزق اللہ نے تم کو دیا ہے، اس میں سے کھاؤ اور اس الہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو)۔

ایک مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ خنزیر، شراب، مردار اور خون کی تجارت کرے، یا بدکاری اور فحش چیزوں کا دھندہ کرے، یا سودی لین دین کرے۔ شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، وہ اللہ کی نظر میں ناپاک ہیں اور پاکیزہ عقیدہ کے حاملین کو ناپاک اشیاء کی تجارت زیب نہیں دیتی، اس کے مقابلہ میں پاک چیزوں کی تجارت کا وسیع میدان موجود ہے۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ ایسی تجارت اور لین دین سے گریز کیا جائے جس میں فریقین میں جھگڑا اور تصادم ہو؛ اسی لیے شریعت نے تجارت کی شرطوں اور طریقوں کو وضاحت سے بیان کرنے اور اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ ایسی تجارت اور کاروبار جس میں تنازع ہو، فتنہ وفساد ہو، کوئی خیر وبرکت نہیں ہے۔ اگر بیچنے اور خریدنے والے میں تنازع ہو جائے تو بات بیچنے والے کی تسلیم کی جائے گی، خریدنے والے کو معاملہ ختم کرنے کا حق ہے۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ فرد اور سماج کی ضرورت اور مجبوری کا استحصال نہ کیا جائے۔ کسی آجر کے کام میں کمی نہ کی جائے اور کسی مزدور کی اجرت اس کی محنت سے کم نہ دی جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماج میں اگر خورد ونوش کی اشیاء کی قلت ہو تو گوداموں میں مال جمع کر کے نہ رکھا جائے؛ تاکہ قیمت تناسب سے بڑھ جائے تو گراں قیمت وصول کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے سامان خورد ونوش کی قلت کے وقت سامان جمع کر کے رکھنے والوں کو گنہگار قرار دیا ہے: "لا یحتکر الا خاطئ" (صرف گنہگار ہی احتکار کرتا ہے)۔

چھٹا اصول یہ ہے کہ تجارت کی جائے تو سودی لین دین سے گریز کیا جائے۔ سود بھی اصلاً معاشی استحصال کی ایک شکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا أضعافا مضاعفة واتقوا الله لعلکم تفلحون" (آل عمران: ۱۳۰) (اے مومنوں مت کھاؤ سود بڑھا چڑھا کر اور اللہ سے ڈرو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ)۔

اسلام نے اس طرح کی متعدد شرطوں اور حدوں کا تعین کیا ہے، جن پر عمل کر کے انسانی معاشرہ کو فساد سے اور بے امنی سے بچایا جا سکتا ہے اور معاشی آزادی کو بامعنیٰ بنایا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آزادی کا تصور

مولانا ارشاد اعظمی ندوی مدنی ☆

آزادی انسان کا فطری حق ہے، "ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر" (سورہ الاسرا: ۷۰) (اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انسان کو عزت بخشی اور اس کو خشکی اور سمندر کی تسخیر عطا کی)۔

خود آزادی کا لفظ اتنا پیارا ہے کہ سننے والوں کے کانوں میں رس گھول دیتا ہے اور لوگ اس کی خاطر جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں لیکن آزادی کو جب غلط طریقے سے لیا جاتا ہے اور اس کا غلط استعمال ہونے لگتا ہے تو آفت بھی آجاتی ہے اور اس سے جان چھڑانے کے لیے کوئی خودکشی کرتا ہے، کوئی نشہ کی آڑ لیتا ہے تو کوئی یوگ اور جادو ٹونے کا دامن تھامتا ہے۔

جو آزادی اسلام نے دی ہے، وہ ایمان وقناعت ہے اور اسلام کا یہ مشن رہا ہے کہ ہر انسان کو اس کا یہ بنیادی حق پورا پورا ملتا رہے۔ خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ کا مشہور فرمان ہے: "متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارا" (تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنالیا جبکہ ان کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے)۔

اسلام میں آزادی کی وسعتوں کو جاننے کے لیے جب آپ تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو حیران رہ جائیں گے اور آپ کو پتہ چلے گا کہ آج کی یہ آزادی جو غلط راستوں پر بھی جا پڑتی ہے،

☆ جامعہ اسلامیہ عربیہ مسجد ترجمہ والی بھوپال۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی آزادی کے سامنے کچھ بھی نہیں۔

اس وقت جو آزادی لوگوں کے ذہن ودماغ پر چھائی ہوئی ہے، اس کی ہیئت کچھ عجیب سی ہے اور تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ اس کا محرک ایمان وقناعت نہیں بلکہ نفرت وعداوت کے جذبات ہیں، چنانچہ موجودہ آزادی میں بغض ونفرت کے جو عناصر شامل ہو چکے ہیں، وہ عام طور پر صاف صاف نظر آنے لگتے ہیں اور دوسروں کو اذیت پہنچانے کے لیے اس کا استعمال ہونے لگتا ہے۔ اگر اس کا محرک ایمان وعقیدہ ہوتا تو نفرتوں کا رخ انسانوں کی طرف نہیں بلکہ شیطانی حرکات کی طرف ہوتا۔

موجودہ آزادی کی آواز سب سے پہلے مغرب سے اٹھی۔ وہ دور مغرب میں تاریکی کا دور تھا اور کلیسا نے اپنے لوگوں کا جینا حرام کر دیا تھا اور اس کے خلاف جانے والوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا عام بات ہو چکی تھی۔ جب لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ کلیسا صرف مصیبت کی جڑ ہے تو بس پھر کیا تھا انہوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور ہر اس چیز کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جس کا کلیسا سے ادنیٰ بھی تعلق تھا، خود کلیسا کو انہوں نے زندہ تو رکھا لیکن اس کا دائرہ بس جینے دینے تک ہی باقی رہنے دیا۔

اس اقدام سے ان کی مصیبتیں کچھ کم ہوئیں تو انہوں نے تیزی سے قدم بڑھایا اور اتنا آگے نکل گئے کہ ساری انسانی واخلاقی قدریں پیچھے چھوٹ گئیں۔ ایسا نہیں کہ یہی معاملہ انہوں نے ہر جگہ روا رکھا ہو، ان میں جو ہوشیار ہیں، انہوں نے اپنے مفادات کا پورا تحفظ کیا اور جہاں دیکھا کہ آزادی میں ان کا نقصان ہے، فوراً اس پر قدغن لگائی، چنانچہ برطانیہ میں شاہی خاندان پر کوئی آزادی کا سہارا لے کر تبصرہ نہیں کر سکتا۔ امریکہ کی پالیسیوں کے خلاف کوئی جا کر تو دیکھے، وہ خود تو آزادی کا نام لے کر پبلک مقام پر سارے کپڑے اتار دیں گے، کیونکہ دین کی ان کی نظر میں اہمیت نہیں؛ لیکن مسلم خاتون کو یہ آزادی نہیں دیں گے کہ وہ حجاب کا استعمال کرے یا مسلمان بچہ آزادی کے ساتھ اپنی مذہبی تعلیم حاصل کرے، اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اپنے ملکوں میں دوسروں کے داخلے اور کام کرنے کے لیے کیا کیا پابندیاں لگا رکھی ہیں، گویا عملاً وہ بھی مانتے ہیں کہ آزادی کے لیے بھی کچھ حدود و قیود کا ہونا ضروری ہے، البتہ معاملہ جب دوسروں کا ہو تو گالیاں دینے اور کیچڑ اچھالنے کی ان کو کھلی چھوٹ ملنی چاہیے۔

مزے کی بات ہے کہ مسلم ممالک میں بھی ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ کی بندگی اچھی نہیں لگتی، انہوں نے مغربی ممالک کو نمونہ بنا رکھا ہے اور اپنے کو ماڈرن و روشن خیال دکھلانے کے لیے اوچھی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ مصر میں حالیہ تبدیلیوں کے بعد ٹی وی پر خبر پڑھنے کے لیے ایک خاتون حجاب کے ساتھ آئی تو خود خبر بن گئی۔ پتہ چلا کہ ایسا پہلی مرتبہ ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے حجاب کے ساتھ ٹی وی پر خبر پڑھنے کی اجازت نہیں تھی، بھلا بتائیں سر ڈھانکنے کا خبر پڑھنے سے کیا تعلق؟ ہمارے ملک ہندوستان میں بھی جو لوگ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے لیے آنسو بہاتے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ اظہار رائے کی آزادی پر ان کا کتنا ایمان ہے؟

کلیسا نے اپنے یہاں فکر و تعبیر کے معاملہ میں جو رویہ اپنایا تھا، وہ غیر فطری تھا اور اس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا لیکن مسلمانوں کا معاملہ الگ ہے، ان کو ان کا دین خود بتاتا ہے کہ آزادی تمہارا بنیادی حق ہے لیکن اس کو حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم اللہ کے بندے بن جاؤ، پھر دیکھنا تمہاری آزادی میں کوئی چیز حائل نہیں ہوگی، قرآن کا ارشاد ہے: "**الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل یأمرهم بالمعروف وینهاهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم إصرهم والأغلال التی کانت علیهم**" (الاعراف: ۱۵۷) (جو لوگ ایسے رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کا ذکر وہ اپنے یہاں توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں جو ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں، ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل اسلام کے لیے آزادی شریعت الٰہیہ کا حصہ ہے۔اس آزادی کی ایک حد ہے جس کے اندر ہی ان کو رہنا ہے، اسلام بیچ کا راستہ اختیار کرتا ہے اور افراط وتفریط سے اجتناب کرتا ہے، آزادی کے معاملہ میں بھی اس نے یہی کیا اور واضح کر دیا کہ انسان نہ بالکل بااختیار ہے اور نہ بالکل بے اختیار۔اپنے ہم مثل انسانوں کے تعلق سے اس کی حیثیت آزاد کی ہے، قرآن کا فیصلہ ہے:"یا أیها الناس انا خلقناکم من ذکر وأنثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان أکرمکم عند الله أتقاکم" (الحجرات:۱۳) (اے لوگو! ہم نے تم سب کو (ایک ہی طرح) مرد وعورت سے پیدا کیا، اور تمہارے کنبے اور قبیلے محض پہچان کے لیے بنائے، اللہ کے نزدیک تم میں اونچا صرف وہ ہے جو نیکی میں تمہارے درمیان سب سے بڑھا ہوا ہے)۔

اسی طرح نبی پاک ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صاف صاف اعلان کر دیا۔کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، اور کسی عجمی کو عربی پر، نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر ماسوا تقویٰ کے، تم سب آدم کی اولاد ہو (بخاری، مسلم)۔

انسانوں کا رشتہ ایک دوسرے کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسے ایک بھائی کا رشتہ دوسرے بھائی کے ساتھ، قرآن کہتا ہے:"إنما المؤمنون إخوة" (الحجرات:۱۰) (مسلمان سب بھائی بھائی ہیں)۔اسی طرح بے شمار حدیثوں میں یہی بات کہی گئی ہے۔کشف الخفاء میں یہی چیز ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: "الناس سواسية كأسنان المشط" (سارے انسان کنگھے کے دانت کی طرح برابر ہیں)۔

لیکن اللہ کے تعلق سے اس کی حیثیت عبد کی ہے اور اللہ اس کا رب ہے۔اس کا ہر حکم اسے ماننا ہے اگر اس نے کبھی سرتابی کی جرأت کی تو خود اس نے اپنی تباہی وبربادی کو دعوت دی۔

ماکان لمؤمن ولامؤمنة اذا قضی الله ورسوله أمرا أن یکون لهم الخیرة من أمرهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبینا" (الاحزاب:۳۶)

(کسی مومن مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نہیں مانے گا، وہ کھلی گمراہی میں پڑے گا)۔

ایک مقام پر قرآن میں فرمایا گیا: "واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین" (الانفال:۱) (اور تم اللہ اور اس کے رسول کی مانو اگر تم مسلمان ہو)۔ ممکن ہے جن لوگوں نے انسانوں کی غلامی کو بھگتا ہے ان کو اللہ کی غلامی سے ڈر لگے؛ لیکن ہم ان کو اطمینان دلانا چاہیں گے اور بتلائیں گے کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ یہ آپ کے لیے راحت اور خوشی کا مقام ہے۔ ایک اللہ کی بندگی کا مطلب آپ کے لیے ساری غلامی سے آزادی ہے۔ وہ تنہا ذات جس کی آپ بندگی اختیار کر رہے ہیں ساری کائنات اسی کی ہے؛ وہ سب کا رب ہے، رحمان ہے، رحیم ہے، اس سے آپ صرف پائیں گے وہ آپ کی کسی چیز کا محتاج نہیں، اپنی بندگی وہ آپ پر صرف اس لیے ڈال رہا ہے تاکہ آپ کی زندگی صحیح ڈھرے پر چلتی رہے اور اس کے عوض وہ آپ کو بے شمار انعامات سے نوازتا بھی ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب ایمان لانے کے بعد اپنی جان بچانے کے لیے مکہ چھوڑ کر جب حبشہ چلے گئے اور مکہ والے ان کو پکڑ کر دوبارہ مکہ واپس لانے کے لیے ان کے پیچھے حبشہ پہنچے تو حضرت جعفر نے نجاشی کے سامنے تقریر کرتے ہوئے یہی تو کہا کہ اے بادشاہ! ہم پہلے بہت سے ناحق خداؤں کے غلام تھے اور ہر طرح کی برائیوں میں ملوث تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے بتلانے پر جب سے ہم نے ایک رب کی بندگی اختیار کی ہر قسم کی برائیوں اور ظلم و زیادتی سے آزاد ہو گئے۔ اسی انداز کی گفتگو حضرت ربعی بن عامرؓ نے ایرانی فوج کے سپہ سالار اعظم رستم کے سامنے کرتے ہوئے پوری بے باکی سے فرمایا کہ ہم انسانوں کو انسان کی بندگی سے آزاد کر کے اللہ کی بندگی سکھانے آئے ہیں۔

قانون و شریعت کے زیر سایہ ہی آزادی زندہ رہ سکتی ہے، ہر سمجھدار آدمی یہی کہے گا، ابن خلدون نے مسعودی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایران کے شاہ بہرام بن بہرام کو اس کے مذہبی پیشوا نے سمجھاتے ہوئے بتلایا کہ اے بادشاہ! ملک میں امن و چین برقرار رکھنے اور لوگوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش حالی لانے کے لیے ضروری ہے کہ رعایا کو اس کا حق ملے اور حق کو سمجھنے کے لیے قانون وشریعت کی ضرورت ہے اور قانون وشریعت بے کار ہے جب تک حکومت ایمانداری کے ساتھ لڑائی سے اس کا نفاذ نہ کرے۔

آپ کبھی ایسے معاشرہ کو قریب سے جا کر دیکھیں جس نے اسلام کو سمجھا ہو اور اس پر ایمانداری کے ساتھ عمل پیرا ہو، آپ کو معلوم ہو جائے گا اسلام کیا چیز ہے؟ بدقسمتی تو یہ ہے کہ آج لوگ ان چیزوں کو دیکھ نہیں پاتے اور ایسے معاشرہ کو ظاہر ہونے ہی نہیں دیا جاتا۔

انسان کی جان، مال، نسل، عقل اور دین کی حفاظت ہمیشہ اسلام کے پیش نظر ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی گوارہ نہیں اور اس کے لیے ہر ممکن تدابیر اپنائی جاتی ہے، انسان پر جو پابندیاں اسلام نے عائد کی ہیں وہ انہیں تدابیر کا حصہ ہیں، پھر بھی یہ پابندیاں حاصل آزادیوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، اس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ انسان سے جو اعمال وتصرفات صادر ہوتے ہیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے، ایک اعتقادات وعبادات، اور دوسرا سلوک ومعاملات۔

اعتقادات وعبادات کا رخ اللہ کی طرف ہوتا ہے، ان سے کسی دوسرے انسان کا کچھ لینا دینا نہیں، یہاں اللہ اور اس کے رسول کا جو حکم ہوتا ہے ہم کو اسی کے اندر رہنا ہے، ہم اس سے آگے نہیں جا سکتے۔

لیکن بات جب دوسری قسم یعنی معاملات وسلوک کی ہو جس کی زد میں دوسرے انسان آتے ہیں تو معاملہ یکسر بدل جاتا ہے۔ اب جن چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول ہم کو روک دیں صرف انہیں سے بچنا ہے، باقی کے لیے مان لیا جاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے ہم کو ان کی آزادی ہے۔

اسلام میں آزادی کا مطلب ہے حقوق وفرائض میں برابری، اقتدار میں سب کی حصہ داری، قانون کی بالادستی، ہر ایک شخص کے لیے مواقع کی یکساں فراہمی، اگر پابندی لگتی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو سب پر اور اجازت ہے تو ہر ایک کے لیے، کسی کو کوئی امتیاز اور خصوصی مراعات نہیں۔

حضرت علیؓ نے جب دوسری شادی کا ارادہ کیا اور حضرت فاطمہؓ کو ناگواری ہوئی اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے باپ ہونے کے ناطے سخت لہجہ میں شکایت کی تو نبی ﷺ نے اس نازک موقع پر یہی کہا کہ میں کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا۔ اگر علیؓ چاہتے ہیں تو دوسری شادی کر لیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اگر اسے کوئی تکلیف ہوگی تو مجھے بھی ہوگی۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آزادی کا بنیادی تصور

مولانا محمد صادق اصلاحی ندوی ☆

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف:۱۵۷)۔

(جو پیروی کریں گے اس نبی امی رسول کی جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے، برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں جائز ٹھہراتا ہے اور خبیث چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور پابندیاں اتارتا ہے جو ان پر اب تک رہی ہیں۔ تو جو اس پر ایمان لائے، جنہوں نے اس کی عزت کی، اس کی مدد کی اور اس روشنی کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتاری گئی ہے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)۔

یہ بدیہی کلیہ ہے کہ آزادی انسان کا فطری حق ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نوع انسانی کے اس حق کو تسلیم کیا ہے، البتہ اس کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے افراط وتفریط سے یکسر پاک آزادی کا ایک بہت واضح قابل عمل تصور دیا ہے۔

☆ اسکالر دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڈھ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی زندگی کی نسبت سے اوامر ونواہی جن کی تعیین وتحدید من جانب اللہ ہوئی ہے، ان کی پابندی اوران پر عمل درآمد ہی دراصل آزادی کا وسیلہ ہے۔ اس سے ذہن ودماغ، روح و وجدان کو جلاملتی ہے اور سماج ومعاشرہ کے اثرات بد سے انسان آزاد رہتا ہے، یہی وہ وسیلہ اور ذریعہ ہے جس سے انسان انتہائی سخت، ظالمانہ اور غیر منصفانہ قوانین کج روی وکج فکری اور ایسے نفسیاتی مسائل ومشکلات سے نبرد آزما ہوتا ہے جو اس کی خواہش ومرضی کو اپنا غلام بنا لیتے ہیں۔ اطاعت رب اوراس کی فرماں برداری سے انسان زندگی کا ایک بہتر راستہ اختیار کرتا ہے جو اخلاقی اور روحانی قدروں کی گزرگاہ ہوتی ہے۔

نبی رحمتؐ کے ذریعہ دین اسلام کا تعارف دین رحمت، دین ابدیت اور سرچشمہ طاقت وقوت سے ہوا ہے، انسان اگر زندگی میں اللہ کی طاعات اوراس کی مرضیات کے مطابق زندگی گزارتا ہے تو آخرت میں وہ اللہ کی رحمت اوراس کی بخشش ومغفرت سے بہرہ ور ہوسکتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء:۱۰۷)۔

(اور ہم نے تم کو بس اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔

خود زبان نبوتؐ کا ارشاد ہے:

إنما أنا رحمة مهداة (سنن الدارمی، مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی شعب الایمان)۔

شرک، غلامی اور ظلم کی تاریکیوں سے اسلام نے بنی نوع انسان کو آزاد کیا، اس نے ایمان ویقین کی شمع روشن کی، اخلاقی اور سماجی اصلاحات کے دروازے وا کیے اور تحفظ وبقاء کا ایسا ماحول قائم کیا جس میں انسان تفکر وتدبر، ایجاد واختراع اور تحقیق وتخلیق کے لیے یکسر آزاد ہے، یعنی اسلام نے تکمیل انسانیت اور حل مسائل کی راہیں کھولیں بھی اور ہموار بھی کیں۔

زندگی کا شجر آزادی ہی سے بارآور ہوتا ہے۔ ایک چھوٹے پودے کو روشنی، پانی، ہوا اور کشادہ جگہ درکار ہوتی ہے تاکہ وہ پروان چڑھ سکے، اس کی شاخیں پھیل سکیں، پھول آئیں پھل لائیں، اسی طرح آزادی کو اسلام کی ہدایت اوراس کی روشنی کی ضرورت ہے، اگر ننھا پودا روشنی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ سے محروم ہوجائے تو اس کی پرورش نامناسب ڈھنگ سے ہوگی بلکہ بہت ممکن ہے کہ وہ خشک ہوکر ختم ہوجائے، ٹھیک اسی طرح زور، زبردستی، دباؤ، انسان کو اخلاقی حیثیت سے محروم کردیتی ہے۔ ظلم و جبر اور غلام بنانا بالکل وحشت ناک قید خانے کی طرح ہے جہاں دہشت اور جور و ستم انسان کی ذاتی حیثیت کو یکسر ختم کردیتے ہیں اور وہ روحانی یا اخلاقی حیثیت سے ترقی کا اہل نہیں رہ جاتا۔ اس سے انسانی زندگی بلند مقصد کی جملہ معنویت سے محروم ہوجاتی ہے، انسان کی آزاد تمنا اور خواہش سلب ہوجاتی ہے اور وہ سب کچھ ختم ہوجاتا ہے جو انسانی فطرت کے لحاظ سے مناسب و موزوں ہوتا ہے۔

اسلام ان ہی انسانی زنجیروں کو توڑنے اور اس قید خانے کی دیواروں کو ڈھانے آیا، اس نے نوع انسان کو اس کا اہل بنایا کہ وہ ان تمام زنجیروں کو اتار پھینکے جو اس کی ترقی کی راہ میں حائل ہوں، اس نے انسان کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ انسانیت اور فطرت کا اظہار کرے اور اس راستے کا اتباع کرے جو اخلاقی حیثیت سے اسے درجہ کمال تک لے جائے، اس نے امید و رجاء کا ایسا ماحول قائم کیا جس نے انسانی وجود کو ایک صحیح معنویت بخشی۔

اسلام میں آزادی کا تصور پابندی اور جواب دہی سے مربوط ہے جس کے بغیر قرار واقعی آزادی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، مطلق آزادی انسان کو Nihilism کی طرف لے جاتی ہے، جس کا نتیجہ سماجی اور اخلاقی ڈھانچہ کا مکمل اختلال ہے۔

بے قید آزادی کا تصور نظریہ وجودیت، جمہوریت اور اظہار رائے کے جدید افکار و نظریات کی دین ہے، آزادی کا یہ تصور جو بلند اخلاقی قدروں سے مربوط نہیں ہے اور اس میں نفس کو قابو رکھنے کی کوئی معنویت نہیں ہوتی اس لیے ہمیشہ سماج میں اس سے بدعنوانی اور بداخلاقی آتی ہے۔

اسلام کے تصور آزادی کی بنیاد پابندی اور جواب دہی ہے، آزادی اور جواب دہی دونوں لازم ملزوم ہیں، ایک کو دوسرے سے علاحدہ نہیں کیا جاسکتا، جواب دہی کے بغیر انتخاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واختیار کی آزادی کا تصور نہیں کر سکتے اور آزادی کے بغیر جواب دہی کے کوئی معنی نہیں۔

علمائے اسلام نے اپنے تحقیق ومطالعے کی بنیاد پر آزادی اور جواب دہی کے درمیان ربط وتعلق کو واضح کیا ہے، انسانی رویے کی توضیح فرمائی ہے اور اس کا جو تعلق خدائی عدل وانصاف سے ہے اس کو نمایاں کیا ہے کہ اگر انسان کو فکر ونظر کی آزادی سے محروم کر دیا جائے اور اسے اپنا راستہ اختیار نہ کرنے دیا جائے تو اللہ کی ذات سے اس کا ربط وتعلق مضبوط نہیں ہوسکتا؛ چونکہ اللہ نے انسان کو فکر ونظر کی آزادی بخشی ہے جس سے وہ اپنی زندگی کا راستہ خود طے کرسکتا ہے، اس لیے انسان کو خدا کے سامنے بہرحال جواب دہ ہونا ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر:۳)۔

(ہم نے اس کو راہ سجھادی، چاہے وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا)۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (قیامہ:۱۴-۱۵)۔

(بلکہ انسان خود اپنے اوپر گواہ ہے، اگرچہ کتنے ہی بہانے پیش کرے)۔

فکر ونظر کی آزادی کی نسبت سے ہی جزا وسزا کا فیصلہ ہوگا، فکر ونظر کی آزادی جس کے ساتھ پابندی اور جواب دہی کا احساس موجود ہو اس کے بغیر نہ تو جزا ملنے والی ہے اور نہ سزا کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (صافات:۲۴)۔

(اور ان کو ذرا روکو، ان سے کچھ پوچھنا بھی ہے)۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (بنی اسرائیل:۱۳-۱۴)۔

(اور ہم نے ہر انسان کا نصیبہ اس کے گلے کے ساتھ باندھ دیا ہے اور ہم قیامت کے روز اس کے لیے ایک رجسٹر نکالیں گے، جس کو وہ بالکل کھلا ہوا پائے گا، لو، پڑھ لو اپنا اعمال نامہ! آج تم خود ہی اپنا حساب کر لینے کے لیے کافی ہو)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے انسان کو فکر ونظر کی آزادی دی ہے، یہی سنت الٰہی ہے، جس کے مطابق انسان کی تخلیق ہوئی ہے، وہ اپنی آزادی کا اظہار کرسکتا ہے اور پابندی اور جواب دہی کے حدود و دائرہ میں رہتے ہوئے اسے روبہ عمل لاسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ انسان تقوی و پرہیز گاری کا راستہ اختیار کر کے اپنی اور دوسروں کی آزادی کی حفاظت کرے۔

چونکہ اسلام نے فکر ونظر کی آزادی دی ہے اس لیے بجا طور پر توقع کی جاتی ہے کہ انسان اس کا استعمال جملہ شعبہ ہائے حیات میں اپنی معلومات میں اضافہ کے لیے کرے؛ تاکہ روئے زمین پر نوع انسانی کی فلاح و بہبود ہو۔ بصورت دیگر آزادی، انسان کو تباہی و بربادی کے دہانے پر لے جائے گی اور اسے فکری ونظریاتی طور پر کج کردے گی۔ اسلام انسانوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں دوسروں کی جسمانی و روحانی فلاح کا خیال کرے، اس سے آزادی آمریت میں تبدیل نہیں ہوتی اور دوسروں کے حقوق کے استحصال کا مزاج نہیں بنتا۔

آزادیٔ فکر ونظر کی ترجمانی شاعر مشرق، مفکر اسلام علامہ اقبالؒ نے ان الفاظ میں کی ہے:

آزادیٔ افکار ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

اسلام میں سیاسی آزادی کا مطلب نوع انسانی کو عدل وانصاف، فلاح و بہبود، نیکی و پرہیز گاری اور امن وامان سے ہم کنار کرنا ہے، اس سے جملہ بنی نوع انسان کے سیاسی حقوق کا دفاع وتحفظ ہوتا ہے۔

فنون ادب کو قرآن مجید کی اعلیٰ اخلاقی، انسانی اور روحانی قدروں کا غماز ہونا چاہیے، محبت، نیکی و اچھائی پر امن بقائے باہم کے جذبات کو بہت خوبی سے پروان چڑھانا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے ان شعبوں میں بے مہار آزادی کا مطلب انسان کو فحش نگاری، بدکاری، عیاشی اور بلند اخلاقی قدروں کی توہین کے لیے بے لگام چھوڑ دینا ہے۔

انسان آزادانہ طرز زندگی اختیار کر سکتا ہے، البتہ اسے دوسروں کے حقوق میں مداخلت نہیں کرنا ہے اور نہ ہی درست اخلاقی رہبری سے انحراف مناسب ہے، ایک ایسا ماحول جس میں دوسروں کے حقوق اور ان کی آزادی کا پورا پاس ولحاظ ہو، انسان فراغت کی زندگی جی سکتا ہے، زندگی علم اور کار ہائے خیر سے عبارت ہے، خواہشات نفس، ظلم وجبر اور استحصال سے پاک معاشرہ ہی میں انسان سچی خوشی تلاش کر سکتا ہے۔

آزادی نام ہے حق خودارادیت اور اپنی حیثیت کے ادراک کا، مثلاً ایک شخص کو چاہیے کہ وہ ایسی راہ عمل اختیار کرے جس سے اس کی ذات اور دوسروں کو فائدہ پہنچے۔

آزادی بہیمیت کی تسکین کا نام نہیں اور نہ ہی آزادی کا یہ مطلب ہے کہ انسان کو خواہشات نفس کا غلام بنا دیا جائے۔ انسان کے اخلاق و کردار کی تعیین دراصل اس کے ضمیر و اندرونی احساس کے تحت ہونا چاہیے، صحیح وغلط کی تعیین میں انسان کے جذبۂ لذت پسندی وسیری کی تحریک نہیں ہونی چاہیے۔

تہذیبی زوال اور انسان کے اندر حرص وبخل، عاجزی ودرماندگی کے اوصاف دراصل نتیجہ ہیں کھلی آزادی اور لذت پسندی کی تلاش میں شوریدہ سری کا۔ قرآن مجید نے تاریخ سے سبق آموز واقعات بیان کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان قوموں اور ملتوں کا کیا ہوا، جنہوں نے خدا سے اعراض کیا، محض خواہشات نفس کی پیروی میں لگ گئے جو بنی نوع انسان کی نسبت سے ایک بالکل غیر فطری عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم:۵۹)۔

(پھر ان کے بعد ان کے ایسے جانشین اٹھے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے پڑ گئے، تو یہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی کے انجام سے دو چار ہوں گے)۔

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ (زخرف: ۸۳)۔

(تو ان کو چھوڑ دو یہ بوالفضولی اور ہنسی مسخری کر لیں یہاں تک کہ وہ اس دن سے دو چار ہوں جس کی ان کو دھمکی دی جا رہی ہے)۔

كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَّ عَادٍ وَّثَمُودَ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (توبہ:۶۹-۷۰)۔

(ان لوگوں کی مانند جو تم سے پہلے ہو گزرے، وہ قوت و شوکت میں تم سے زیادہ اور مال و اولاد میں تم سے بڑھ چڑھ کر تھے، تو انہوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا اور تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ اٹھا لیا، جیسا کہ تمہارے اگلوں نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا اور تم نے بھی اسی طرح بکواس کی جس طرح انہوں نے کی۔ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ڈھے گئے اور یہی لوگ نامراد ہونے والے ہیں، کیا انہیں ان لوگوں کی سرگزشت نہیں پہنچی جو ان سے پہلے گزرے، قوم نوح، عاد، ثمود اور قوم ابراہیم، اصحاب مدین اور اُلٹی ہوئی بستیوں کی، ان کے پاس ہمارے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو اللہ ان کے اوپر ظلم کرنے والا نہیں بنا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے بنے)۔

مادیت پر اصرار اور احساس جواب دہی سے تہی تصور آزادی آج کی دنیا میں سماجی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی ساخت کو تباہ کر دینے کے ہم معنی ہے، اس سے صرف اخلاقی زوال، اختلاط مرد و زن اور جرائم کا تناسب بڑھے گا اور اخلاقی قانونی اور فطری طرز معاشرت کا احترام مفقود ہوتا جائے گا۔

ان معنوں میں آزادی نوع انسانی کے حق میں دشنام ہے، اس کی حیثیت ایک تخریبی آلہ یا تازیانے کی ہو جاتی ہے، دشنام آمیز آزادی کا نتیجہ آج پوری دنیا میں بدنظمی اور بے ترتیبی کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے، اس نے پوری دنیا کو بدعنوانی، جرائم، جنگ، غربت، نشہ خوری، شراب نوشی اور ایڈز جیسی تباہ کن اور مہلک بیماریوں کی زد میں لا دیا ہے، اور یہ سب ظاہر ہے بے قید آزادی کے سبب ہے، ذیل میں ان چند معاشرتی خرابیوں کی نشان دہی کی جاتی ہے، جو اسی بے قید آزادی کی دین ہے۔

نشہ خوری:

قومی اور بین الاقوامی تنظیموں کے متفقہ جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ ترقی یافتہ ملکوں میں نشہ خوری کی لت خوف ناک تناسب کے ساتھ بڑھ رہی ہے، جب کہ ان ملکوں میں ان خطرناک بیماریوں سے عوام کی واقفیت کے لیے باقاعدہ منظم جد و جہد کی جاتی ہے اور تعلیم پر لاکھوں ڈالرز صرف کیے جاتے ہیں، ہزاروں افراد کو روزانہ پوری دنیا میں نشہ سے متعلق جرائم کی پاداش میں جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ نشہ خوری کے اصل اسباب مثلاً اخلاقی قدروں کا زوال، محرومین کے اندر عاجزی اور مایوسی کے احساسات اور ایک غیر مذہبی معاشرہ میں تعیش پسندی اور لذت طلبی کے غیر معمولی مزاج کے اسباب اور ان قرار واقعی مسائل کے حل جیسے بنیادی موضوعات سے کبھی بحث نہیں کی جاتی۔

اعداد و شمار کے مطابق:

نشہ خوری کی لت خوف ناک رفتار سے بڑھ رہی ہے، پچاس ملین سے زیادہ لوگ پوری دنیا میں نشہ کے عادی ہیں، ایک اندازہ کے مطابق شمالی امریکی شہروں کے سیاہ فام، غریبوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشہ خوری کا تناسب پچاس فیصد ہے، پوری آبادی میں بیس فیصد لوگ یا تو نشہ خوری کے عادی ہیں یا شراب نوشی کے، یہ تناسب خاص طور سے نوجوانوں میں بڑھا ہوا ہے۔ لاکھوں ڈالرز جن کا مصرف غریبوں اور محروموں کی زندگی اور ان کی فلاح و بہبود ہونا چاہیے تھا، ان کا ضیاع نشہ اور نشہ خوروں کے خلاف جنگ میں کیا جا رہا ہے۔

۱۹۸۰ء کے دہے میں یو، ایس، اے میں کریک کوکین (Craek Cocain) کی درآمد کے ساتھ ہی نشہ خوری کی لت سے جرائم کا تناسب ڈرامائی طور پر بڑھ گیا۔ اندازہ کے مطابق کم از کم ساٹھ فیصد امریکی نوجوانوں نے نشہ خوری کا تجربہ کیا، ہائی اسکول کے طلبہ کی ایک رپورٹ (۱۹۸۸ء) کے مطابق ۴۷ فیصد طلبہ نے بھنگ اور چرس پی تھی اور ۹۰ فیصد سے زیادہ نے شراب چکھی تھی۔

(Drug, Society and Human Behaviour, 1990)

کوئی وجہ نہیں کہ اور ترقی یافتہ ملکوں میں تناسب اس سے کچھ کم ہو۔

سوویت یونین میں اندازہ ہے کہ اس وقت شرابیوں کی تعداد ۶۰ ملین (۴ کروڑ) سے زیادہ ہے، جس کا ملک کی معیشت، ترقی، صنعت و تجارت پر منفی اثر پڑ رہا ہے۔

فرانسیسی میگزین "جیون افریقی" (Jeune Afrique) کی رپورٹ کے مطابق ۶۰ فیصد ٹریفک حادثات اور ۴۰ فیصد طلاق کے واقعات محض شراب نوشی کا نتیجہ ہیں۔ جاپان میں ۱۹۸۶ء میں ۲۵۵۲۴ لوگوں نے شراب نوشی کی وجہ سے خودکشی کی۔ (National Police Agency of Japan 1987)، جاپانی معاشرہ میں مادیت کے بڑھتے تناظر میں اس تعداد میں اضافہ ہی کی توقع کی جا سکتی ہے۔

برطانیہ میں ہر پانچواں بچہ خاندانی نظام کے انتشار سے دوچار ہے، نشہ کی لت اور اس سے جرائم کے تناسب کی حد بندی مشکل ہوتی جا رہی ہے اور برطانوی معاشرہ ایک ہولناک مصیبت کی گرداب میں پھنستا جا رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بیماریاں:

مرد وزن کے فطری اختلاط کے رجحان کے بجائے آزادانہ اختلاط، بدکاری اور نفس پرستی کا رجحان انسانی زندگی کے لیے تباہ کن ہے، خطرناک اور مہلک بیماریاں بسا اوقات اسی غیر فطری اور ناجائز جنسی عمل کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

اندازہ ہے کہ پوری دنیا میں ۵ سے ۱۰ ملین لوگوں میں ایڈز کا وائرس موجود ہے اور خطرہ ہے کہ اس صدی کے آخر تک ۱۰۰ ملین سے زیادہ لوگ اس وائرس سے متاثر ہوں گے جو اخلاق کے زوال کے سبب دوسروں کو بھی متاثر کریں گے۔

ایڈز متعدی بیماری ہے۔ اس سے جسم کا دفاعی نظام تباہ ہو جاتا ہے اور انسان ہول ناک موت سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کا کوئی مستقل علاج دریافت نہیں ہو سکا ہے، البتہ یہ بات معروف ہے کہ جنسی اعتدال سے ہی اس سے بچا سکتا ہے، استثنائی صورت حال کو چھوڑ کر ایڈز عموماً غیر قانونی منشیات اور غیر فطری اختلاط کا نتیجہ ہوتا ہے، اور یہ روگ اس دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے جہاں اخلاقی قدروں یا مورال کا گزر نہیں۔

"Sunday Times" لندن کی رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں ۱۰ ہزار لوگ صدی کے آخر تک ایڈز کی نذر ہو جائیں گے۔

ایڈز متاثرین کی تعداد ہر آٹھ مہینے میں دوگنا ہو جاتی ہے، رپورٹ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ متاثرین کی تعداد رپورٹنگ کے وقت ۵۱۲ تھی جو کہ امریکہ میں گذشتہ چار سالوں میں متاثرین کی تعداد کے برابر ہے، رپورٹ میں برطانوی حکومت پر سخت تنقید کی گئی ہے کہ وہ بیماریوں، ان کے اسباب اور ملک وسماج پر اس کے اثرات کے حوالہ سے قطعاً سنجیدہ نہیں ہے۔

امریکہ میں ایڈز متاثرین کی تعداد خوف ناک تناسب کے ساتھ مسلسل بڑھ رہی ہے، زیادہ تر بچے ایڈز زدہ پیدا ہوتے ہیں اور اپنی مختصر زندگیوں میں اس سے پریشان رہتے ہیں، تعلیمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمے بجائے اس کے کہ اخلاقیات کا کوئی نظام وضع کریں طلبہ کو (Self Sex) خود جنسی پرستی کی تلقین کرتے ہیں جس سے بیماریاں اور بڑھ رہی ہیں۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ ان محکموں میں بیماریوں سے صحت وتندرستی کے حوالے سے اخلاقی اور روحانی قدروں کا کوئی رول نہیں مانا جاتا۔ کم از کم مسلم ملکوں ہی کو دیکھنا چاہیے جہاں زندگی کے گرد اخلاقیات کی مضبوط حصار قائم ہے اور یہ ملک اس طرح کی بیماریوں سے یکسر محفوظ ہیں۔

یہ اعداد وشمار اور رپورٹیں خالص مادیت پرستانہ زندگی، اللہ اور اس کے دین سے بغاوت، قرآن مجید کی اخلاقی و روحانی قدروں سے اعراض وانحراف کے نتائج کی ایک واضح تصویر پیش کرتی ہیں۔

خطرناک اور تباہ کن بیماریاں اور منشیات کی لت احساس جواب دہی سے تہی، تصور آزادی کا نتیجہ ہے، یہی بے لگام آزادی ہے جس نے پوری دنیا میں بے ترتیبی، بدنظمی، انتشار، جرائم اور مایوسی کی صورت حال پیدا کردی ہے اور انسانی جانوں کا زیاں عام بات ہوگئی ہے۔

مغربی تہذیب کی چمک دمک، اس کی آزادانہ اور بے باک طرز معاشرت سے ہمارا نوجوان طبقہ سب سے زیادہ متاثر ہے، یقیناً وہ مادی تہذیب کے خطرناک اور تباہ کن باطنی پہلو سے واقف نہیں، وہ معاشرت ومعیشت، خورد ونوش، لباس وپوشاک تک میں مغرب کو قابل تقلید سمجھتا ہے، اسے یہ معلوم نہیں کہ یہ طرز معاشرت اخلاقی وروحانی قدروں کے لیے تباہ کن ہے، اور تاریخی طور پر یہ مسلم ہے کہ اخلاقی حیثیت سے کسی ملک وسماج کا زوال اس کے مکمل زوال و انحطاط کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

جن لوگوں کا خیال ہے کہ آزادی نفس پرستی کا نام ہے، انہیں خود مغرب سے سبق لینا چاہیے، ان کا سماج کیوں کر ٹوٹ اور بکھر رہا ہے، خصوصیت کے ساتھ مغرب کا خاندانی اور عائلی نظام تو جڑ مرا کر رہ گیا ہے اور اگر میڈیا پردہ پوشی نہ کرے تو ان کے ملکی نظام کی بھی قلعی کھل جائے جس پر مغرب کو ناز ہے۔ مغربی تہذیب ومعاشرت میں عورت چراغ خانہ کے بجائے پوری طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رونق انجمن بن چکی ہے، جنسی آزادی پر کوئی اخلاقی پابندی نہیں، جواب دہی کا سرے سے کوئی احساس نہیں، آزادانہ اختلاط کی فضا نے پوری آبادی کو مکدر کر دیا ہے۔ خاندان کے خاندان تباہ ہو رہے ہیں، نسلیں برباد ہو رہی ہیں، بچے شفقت و محبت، تربیت و نگہداشت سے محروم ہو رہے ہیں، شراب خوری، منشیات کی لت اور جرائم میں اضافہ بے لگام تصور آزادی کے نتائج ہیں، اس سے لاکھوں زندگیاں تباہ ہو رہی ہیں۔

اقتصادی آزادی کا مطلب سمجھا گیا ہے کہ رشوت اور بدعنوانی کی گرم بازاری سے غرباء اور مستحقین کا استحصال کیا جائے، ایک سرمایہ دار کا واحد مقصد ہوتا ہے کہ دولت کو چند مخصوص ہاتھوں میں اندوخت کیا جائے اور دوسروں کے خون پسینہ پر سماج میں اپنا اثر و رسوخ اور طاقت و قوت میں اضافہ کیا جائے۔

علم کی تلاش و تتبع، اپنی استعداد و مہارت میں اضافہ اور زندگی میں اسے بروئے کار لانا انسان پر واجب ہے، لیکن ساتھ ہی ہمیں سائنس اور مفید کارآمد چیزوں اور تہذیبوں کے درمیان تمیز بھی کرنا ہوگی جس کا مطلب سماج کو ایک خاص منہج کے مطابق ایک خاص نکتہ کی طرف رہنمائی کرنا ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو جاننا چاہیے کہ ان کی تہذیب و معاشرت اور طرز زندگی کی نگہداشت ہمیشہ، خالق کائنات اور اس کے عطا کردہ اصولوں اور اخلاقی قدروں کے مطابق ہوگی، ایک صحیح و درست تہذیب وہی ہوگی جس کی نگہداشت اسلام کے فطری اصول و اقدار کے زیر اثر ہوئی ہو۔ فلسفۂ اسلام کی رو سے انسان کی حیثیت خدا کے غلام اور اس کے خلیفہ کی ہے، اللہ کی ذات کو تنہا انسانوں پر حق حکمرانی حاصل ہے، اطاعت الٰہی کے اسی ڈھانچے (Frame Work) میں انسان منصفانہ اور دانش مندانہ زندگی گزار سکتا ہے اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ آزادی کے اپنے حقوق پر عمل پیرا ہو سکتا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ انسان اپنے عمل میں بالکل آزاد ہے، عمل کی نسبت سے اسے جواب دہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا ہے۔

ہمیں بہر حال اپنی خداداد تہذیب و تشخص کو دریافت کرنا ہے، اسے سمجھنا ہے اور اپنے ایمان وعقیدے میں اخلاص کا ثبوت دینا ہے، یہی وہ طریقہ ہے جو ہمیں طاقت اور مضبوطی فراہم کرے گا اور ہم غیروں کی تقلید، ان کی مشابہت اور غیر مذہبی وغیر اخلاقی طرز معاشرت سے محفوظ رہیں گے۔

اسلام فکر کی آزادی دیتا ہے، خطابت، صحافت، سیاست، معیشت اور انفرادی طرز زندگی میں آزادی کی وکالت کرتا ہے لیکن اس کی یہ آزادی بے لگام اور غیر فطری نہیں بلکہ حدود کی پابند فطرت سے ہم آہنگ اور قابل عمل ہے، اس سے اسلام کا مقصد مضبوط، غیر متزلزل کردار کی تعمیر ہے جسے اپنی ذات، اپنی معلومات اور اپنے اقدار پر مکمل اعتماد ہو اور جس کا طرز عمل ہمیشہ اس کی مضبوطی کی عکاسی کرے۔

نبی ﷺ نے مسلمانوں کو دوسروں کی نری تقلید سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ مسلمان اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنے آزادانہ کردار کو پروان چڑھائیں۔ آپ نے فرمایا:

"عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ: لا تكونوا امعة تقولون ان أحسن الناس احسنّا وان ظلموا ظلمنا ولكن وطنوا انفسكم ان أحسن الناس أن تحسنوا وان أساؤا فلا تظلموا" (ترمذی، ابوالبر، ج ۲، ص ۲۱)۔

اسلام کا تصور آزادی قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کا تعلیم کردہ ہے، آپ ﷺ نے اپنے متبعین اور پیروکاروں کو کبھی بھی اظہار رائے کی آزادی سے منع نہیں فرمایا، آپ کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ اپنے خیالات اور اپنی رایوں کا اظہار کرتے، بلکہ بسا اوقات آپ ﷺ صحابہؓ سے مشورہ فرماتے اور ان کے خیالات اور رایوں سے مستفید ہوتے، قرآن مجید کے زیر سایہ اور ذات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالت مآبؐ کے زیر قیادت اسلام کا اولین معاشرہ امن وآزادی کا بہترین گہوارہ تھا، ہر شخص، عدل وانصاف اور ہم آہنگی کی فضا میں سانس لیتا، فخر، غرور اور نخوت کی کوئی گنجائش نہیں تھی، کنگھی کے دانوں کی طرح سب یکساں تھے۔ تقوی وتقدس ہی فضیلت و برتری کی بس ایک بنیاد تھی، سارے خاندان وقبائل ایک ہو گئے تھے۔

ماقبل اسلام عربوں کی معاشرت قبائلی اور خالص بدویانہ طرز کی تھی، عربی سماج میں غلامی، استحصال اور ناانصافی کا بول بالا تھا۔

اسلام نے عدل، انصاف، مساوات اور آزادی کے اصول وضوابط طے کیے اور اخلاقی قدروں کی بنیاد ڈالی، ماقبل اسلام چونکہ غلامی کا تصور ذہنوں میں پختہ تھا اس لیے اسلام نے تحریر رقبہ (غلاموں کی آزادی) کی تحریک کی اور فک رقبہ (غلام کی رہائی) کو بہت سے گناہوں کا کفارہ قرار دیا، گناہ ایک روحانی بگاڑ ہے جسے قرآن مجید میں کجی، انحراف یا ایک قسم کی بیماری سے تعبیر کیا گیا ہے۔

غلام کی آزادی ایک ایسا راستہ ہے جس سے گناہ گار اپنی ندامت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے گناہوں کا کفارہ دے کر رحمت الٰہی کا مستحق بن جاتا ہے۔

بہت سے ایسے گناہ ہیں جن میں اس طرح سے کفارہ دیا جاسکتا ہے، مسلمان اگر رمضان میں روزے کی طاقت نہیں رکھتا، جھوٹی شہادت، اللہ سے عہد شکنی، ظہار، قتل عمد، قتل خطا اور قتل شبہ خطا جیسے جنین کا مرجانا، رنج یا صدمے سے عورتوں کا اپنے بال منڈانا یا اس وجہ سے اپنی شکل وصورت اور ہیئت بگاڑ لینا، ان تمام صورتوں میں گناہ کی کوئی سزا تجویز کیے بغیر غلام کی رہائی کا کفارہ دیا جاسکتا ہے، بطور کفارہ غلام کی رہائی کا یہ عمل سچی ندامت وتوبہ کے احساس کے ساتھ ہونا چاہیے۔

اس کے علاوہ اسلام نے مصارف زکوٰۃ میں ایک خاص مد غلاموں کی آزادی کی رکھی ہے، مکاتبت اور تدبیر کے اصولوں کو رواج دیا تاکہ رہائی اور آزادی کے عمل کو قانونی جواز مل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکے۔

کتب فقہ اور قانون اسلام کے مآخذ میں غلاموں کی آزادی کے حوالے سے بے شمار اصول وضابطے اور تفصیلات موجود ہیں، غلاموں کو بنیادی طور پر آزاد کر دیا جاتا؛ تاکہ وہ اسلام کی عظمت اور آزادی کے زیر سایہ زندگی گزار سکیں، جسم کی طرح ان کی روحیں بھی آزاد ہوں، اس طرح یہ صاف ہے کہ بالکل ابتداء ہی سے اسلام میں فرد کی آزادی کی اہمیت غیر معمولی رہی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (بنی اسرائیل:۷۰)۔

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور خشکی اور تری دونوں میں ان کو سواری عطا کی۔ اور ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا اور ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت دی۔

اسلام میں آزادی فرد کا بنیادی حق ہے جس کے بغیر صحیح، با اخلاق، طرز زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اسی سے انسان اللہ تعالیٰ کے لطف وعنایت اور اس کے عدل وانصاف سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا تصور آزادی

ڈاکٹر شکیل احمد حبیبی ☆

آزادی انسان کے لئے قدرت کا انمول تحفہ ہے۔ اس بیش بہا عطائے خداوندی کے لئے آج اقوام عالم میں بے انتہا حساسیت اور بیداری پائی جاتی ہے بلکہ کبھی کبھی تو آزادی کے نام پر انسان کا خون بھی بہا دیا جاتا ہے۔ اس تمام تر بیداری اور شعوری تبدیلی کے باوجود بہر حال یہ بھی ایک عام مشاہدہ ہے کہ آزادی کے تعلق سے تمام انسانوں میں یکساں تصورات نہیں پائے جاتے ہیں بلکہ اکثر انسانوں کا تصور آزادی مذہب و ماحول اور حتی کہ ضروریات وخواہشات کے تحت بھی بدلتا رہتا ہے۔ اس نیرنگ کے ماحول میں یہ تجسس فطری ہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان یہ جاننے کی کوشش کرے کہ آخر آزادی ہے کیا چیز اور اس کی شناخت اور اس کے حدود اربعہ کیا ہیں؟ اسلام نے بھی آزادی کو نہ صرف کلیدی اہمیت دی ہے بلکہ اس کے حقیقی تصور کو اجاگر بھی کیا ہے۔ ہمارے لئے جہاں اس تصور کی وضاحت ضروری ہے وہیں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اسلام کا تصور آزادی، آزادی کے دیگر تصورات سے کہاں اور کیوں مختلف ہے نیز یہ کہ مختلف تصورات میں ہم آہنگی کی راہ کیا ہے؟

لاطینی لفظ 'لبر' (Liber) کا معنی ہے 'آزاد' یا 'بے قید و بند'۔ انسانی معاشروں اور انسانی تعاملات کے نکتۂ نظر سے یہ معنی منفی امکانات کا حامل ہے۔ چنانچہ آزادی سے یہ معنی بھی مراد لیا

☆ جامعہ سینئر سیکنڈری اسکول، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنی مرضی کے مطابق انجام وعواقب سے بے پرواہو کر جو چاہے کرے (اے۔سی۔کپور، Principles of Political Science؛ ایس چاند اینڈ کمپنی، نئی دہلی؛ ۱۹۸۴ء؛ ص ۲۱۹)، لیکن اگر آزادی کا معنی عام طور پر یہی لیا جائے تو سماجی زندگی ناممکنات میں سے ہو جائے گی اور معاشرہ میں دائمی تنازعات اور نااتفاقیوں کا مسلسل سلسلہ شروع ہو جائے گا اور سماجی زندگی کا روزمرہ ڈھرہ غیر مستعمل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ سماج میں ہر طرف افراتفری اور انارکی پھیل جائے گی، بلکہ یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ ایک ایسا سماج کسی کے لئے بھی کوئی آزادی نہ فراہم کر سکے گا، نہ خود کے لئے اور نہ ہی دوسرے افراد کے لئے، لیکن آزادی کے حامی بعض نظریات مثلاً لبرلزم فرد کی آزادی کے تقریباً ایسے ہی تصور کی جانب مائل نظر آتے ہیں، مثلاً ان کا کہنا ہے کہ ''ہر شخص کو بالکل آزادی کے ساتھ یہ موقع حاصل ہونا چاہئے کہ اپنی قوتوں اور قابلیتوں کو اپنے رجحانات کے مطابق استعمال کر کے جتنا آگے بڑھ سکتا ہے، بڑھتا چلا جائے۔ خود سوسائٹی کے مفاد کی بھی بہترین خدمت اسی طرح ہو سکتی ہے کہ اس کے ہر فرد کو غیر محدود آزادی حاصل ہو، ہر شعبہ حیات اور ہر راہِ عمل میں مکمل آزادی، ہر خارجی رکاوٹ سے، ہر رسمی قید سے، ہر مذہبی واخلاقی بندش سے اور ہر قانونی یا اجتماعی مداخلت سے پوری آزادی'' (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی؛ اسلام اور جدید معاشی نظریات؛ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی؛ ۱۹۹۹ء، ص ۱۸)، اس طرح کی آزادی کی وقعت میکاویلیت کے علاوہ اور کہیں نہیں ہو سکتی، اور یہ سب جانتے ہیں کہ میکاویلی نے اخلاقی اصولوں کو سیاسی میدان سے بالکلیہ بے دخل کرنے کی وکالت کی ہے جو اسلامی معاشروں کے لئے سم قاتل سے کم نہیں۔ لہٰذا اسلام میں ایسی کسی آزادی کے لئے قطعاً گنجائش نہیں ہو سکتی۔

آزادی کا دوسرا تصور قدرے مثبت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ انسان اپنی فطرت میں اجتماع پسند واقع ہوا ہے۔ اس کی شخصیت کا ہمہ گیر اور ہمہ جہت ارتقاء اسی وقت ممکن ہے جب اسے سب کے ساتھ مل کر اپنی انفرادیت کے مطابق کام کرنے کے آزادانہ مواقع حاصل ہوں اور وہ اپنے انتخابات اور ترجیحات کو اپنے مواقع ومحلات کے مطابق اپنی شخصیت کے لحاظ سے روبہ کار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا سکے۔ گویا کہ آزادی کی روح مواقع کے آزادانہ حصول اور ان کے انتخاب کی آزادی میں مضمر ہے، لیکن معاشرہ کا مفاد متقاضی ہوتا ہے کہ اس طرح کی آزادی کوئی بے لگام آزادی نہ ہو؛ بلکہ اس پر ضروری سماجی قدغن لگائی جائے، تاکہ معاشرہ کے ہر فرد کے لئے ممکن ہو سکے کہ وہ اپنی شخصیت کو پروان چڑھا سکے۔ اسی قید و بند کو عرف عام میں قانون کہا جاتا ہے یا جیسا کہ لاسکی نے کہا ہے: ''تاریخی تجربہ نے ہماری سہولت کے ایسے اصولوں کا ارتقاء کیا ہے جو ہمیں صحیح طرزِ حیات پر مجبور کرتے ہیں اور ان کی پابندی کی مجبوری ہماری آزادی کی ایک منصفانہ حد ہے'' (ایچ جے لاسکی: A Grammar of Politics؛ سرجیت پبلی کیشنز، نئی دہلی ۲۰۰۳، ص ۱۴۳)۔

گویا کہ منصفانہ قید و بند اور تحدید ہماری آزادی کے منافی نہیں بلکہ ہماری شخصیت کے لئے ناگزیر اور مفید ہیں۔ ایسی آزادی ہماری شخصیت اور ہماری صلاحیتوں کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا بھی سکھاتی ہے۔ چنانچہ ہم خیال رکھتے ہیں کہ ہم صرف خودکشی نہ کریں بلکہ دوسروں کے قتل سے بھی باز رہیں، نہ صرف اپنے مال و متاع کا ذخیرہ اور تحفظ کریں بلکہ دوسروں کی چیزوں کو چوری بھی نہ کریں، اپنی سہولت اور آسانی کا اہتمام کرنے کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رکھیں کہ دوسروں کو ہماری ذات سے تکلیف نہ پہنچنے پائے، یا مختصراً یہ کہ جیسا گاندھی جی نے کہا ہے: ''دوسروں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جیسا کہ تم خود اپنے لئے چاہتے ہو'' ایسی آزادی کی حفاظت اور اس کا دفاع و تحفظ اور برقراری نہ صرف یہ کہ ہر فرد کی ذمہ داری ہے بلکہ ریاست کو بھی اس کا پابند ہونا چاہئے۔

اسلام میں آزادی کی اہمیت اور مرکزیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں کعبۃ اللہ کو ''بیت العتیق'' یعنی ''آزادی کا گھر'' کہا گیا ہے (Islamic Views on Human Rights/View Points of Iranian Scholar/P-8/2003/Kanishka Publishers, New Delhi)۔ چنانچہ اسلام میں آزادی کی تعریف سلبی اور ایجابی دونوں طریقوں سے کی گئی ہے اور اس جامع تعریف کا سب سے واضح اور دوٹوک اظہار اس کلمۂ واحد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہوتا ہے جو اہلِ اسلام کے لئے کلمہ شہادت کا درجہ رکھتا ہے یعنی: لا الٰہ الاّ اللہ۔ یہ مختصر کلمہ آزادی کی جامع تعریف ہے۔ اس کا پہلا جزو یعنی 'لا الٰہ' آزادی کی سلبی تعریف پر مبنی ہے اور دوسرا جزو یعنی ''الاّ اللہ'' آزادی کی ایجابی تعریف ہے۔ بندہ جب لا الٰہ کا اقرار کرتا ہے تو وہ گویا کہ تمام باطل غلامیوں کا انکار کرتا ہے۔ جھوٹی غلامیوں کے بت مختلف شکلوں میں انسان کو اس کی راہ حریت سے بہکاتے رہے ہیں۔ جب تک ان جھوٹی غلامیوں کا قلادہ انسان اپنی گردن سے اتار کر نہیں پھینکتا، وہ آزادی کے دائرہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے 'لا الٰہ' کا جزو کلمہ شہادت کا اولین فقرہ بنایا گیا ہے۔ چنانچہ انبیاء و رسل اور صلحاء و صدیقین کی اولین کوشش یہ رہی ہے کہ انسان جھوٹی غلامیوں کے بتوں کا واشگاف انکار کردے۔ اسلام میں اوّل دن سے اسی غلامی سے برائت پر زور دیا گیا ہے۔ نہج البلاغۃ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے ایک صاحبزادہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

لاتکن عبد غیرک وقد خلقک اللّٰہ حرّاً۔

''اللہ کے سوا کسی کے بھی غلام نہ ہونا''

کیونکہ اس نے تمھیں آزاد پیدا فرمایا ہے'' (یوسف القرضاوی، فتاوی یوسف القرضاوی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۱۹۹۸، ص ۳۳۵)۔

حاصل کلام یہ کہ آزادی انسان کے لئے عطیہ خداوندی ہے جبکہ غیر اللہ کی غلامی قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ غیر اللہ کی غلامی کی بنیادی وجہ ذہن انسانی کے وہ پرفریب ڈھانچے ہیں جنھیں فرانسس بیکن نے ''اصنام دماغ' قرار دیا ہے۔ یہ ڈھانچے انسانی ذہن کو خود کے حقیقی اسباب ہونے کا پرفریب نقشہ کھینچ کر ارادۂ انسانی کو غلط سمت میں لے چلتے ہیں۔ اس لحاظ سے انھیں ایسے اسباب سمجھنا چاہئے جنھیں امام غزالی نے فرضی اسباب یا اسباب متخیلہ کہا ہے۔ ان کا پیچھا کرنا سراب کا پیچھا کرنے سے مختلف نہیں، اس لئے انسان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ ان سے کلّی اجتناب کرے۔ امریکی فلاسفر ول ڈیوراں (Will Durant) نے فرانسس بیکن کے ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''بیکن کے مطابق ایک بت حقیقت سے اخذ کی گئی ایک تصویر ہے، ایک خیال ہے جسے کسی چیز کا قائم مقام سمجھ لیا جاتا ہے (جبکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا)'' (The History of Philosophy: Will Durant, 1933, p-129)۔

انسان کی یہ خام خیالی اسے غلط فکر اور غلط ارادہ کی طرف کھینچ لے جاتی ہے جس کا نتیجہ خطا پر خطا کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا۔ ان مسلسل غلط فہمیوں کا آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان کچھ سوچے بچارے بغیر ایک طرح سے اپنے ہی دماغ کے ان بتوں کی تابعداری کرنے لگتا ہے۔ یہی چیز غیر اللہ کی غلامی ہے جو انسان کو اس کی فطری آزادی سے محروم کرتی جاتی ہے۔ فرانسس بیکن نے 'اصنام دماغ' کی چار قسمیں بیان کی ہیں: (۱) اصنام قبیلہ (Idols of Tribe)، (۲) اصنام کہف (Idols of Cave)، (۳) اصنام بازار (Idola of Market) اور (۴) اصنام تماشہ گاہ (Idols of theater)۔ انسان کی آزادی کے حصول اور اس کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ اسے ان بتوں کی لاحاصل پیروی اور بندگی سے باز رکھا جائے؛ تاکہ اس کا رویہ اور کردار ایک مردحر کے شایانِ شان برقرار رہے۔

فرانسس بیکن کے 'اصنام قبیلہ' دراصل نوعی اصنام ہوتے ہیں، بایں معنیٰ کہ وہ پوری نوع انسانی کا احاطہ کرتے ہیں۔ اپنی نوع پر بے جا فخر وغرور، نوعی تصورات کی بالادستی اور ایسے ہی دیگر رجحانات جو نوع انسانی کے جملہ ممبران کے لئے مشترکہ اثرات کے حامل ہوتے ہیں، بیکن نے انھیں اس ضمن میں رکھا ہے۔ چنانچہ فرضی اصنام کا منبع نوع انسانی کے دیگر افراد سے لے کر ان کی بین الاقوامی برادری تک مختلف اجتماعی گروہوں میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہ ذہنی اصنام ہر فرد بشر کو حقیقی اور فطری معلوم ہوتے ہیں؛ کیونکہ ان کے آئینہ میں انسان کو خود اپنا عکس نظر آتا ہے۔ لہٰذا ان کی غلامی کرنا انسان کو کوئی غلامی محسوس ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے اس غلامانہ اتباع کو انسانیت کا شرف اور وجود انسانی کا حاصل قرار دیتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے۔ اصنام قبیلہ کے برعکس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہنی اصنام ہیں' اصنام کہف' جن کی خطا و تقصیر انفرادی شخص کے حصہ میں آتی ہے۔ بیکن انسان کے اندرون کو ایک گہرے غار سے تعبیر کرتا ہے جو فرد کے کردار، مزاج اور اس کی ذہنی وجسمانی کیفیت سے مل کر تشکیل پاتا ہے۔ بلاشبہ یہ اصنام انسان میں کچھ لطیف اور پسندیدہ صلاحیتیں بھی بیدار کرتے ہیں، اسے ایک تخلیقی فرد بناتے ہیں، ایک بافکر انسان بناتے ہیں لیکن ان کی برائیاں اس وقت طشت از بام ہو جاتی ہیں جب یہ ذہنی اصنام اسے بے راہ روی اور بے اعتدالی کی طرف لے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر جب وہ فرد کو اس کی ہوائے نفس کی تابعداری سکھا دیتے ہیں۔

فرانسس بیکن کے ذہنی اصنام کی تیسری قسم یعنی 'اصنام بازار' کا منبع انسانوں کے باہمی تعاملات ہوتے ہیں۔ ریاست، سماج اور سماجی ادارے ان ذہنی اصنام کا مولد ہو سکتے ہیں۔ مختلف افراد اور ان کے گروہ بھی ان ذہنی اصنام کی غلامی میں بنا سوچے سمجھے مبتلا ہو سکتے ہیں؛ کیونکہ یہ غلامی نقالی کی ذہنیت کا حصہ ہوتی ہے اور اسے بندھی ٹکی روایتوں سے انحراف کی چڑ ہوتی ہے۔ اصنام تماشہ گاہ غلط فلسفوں اور سقیم نظریات سے پیدا ہوتے ہیں۔ انسانی فلسفوں اور نظریات کی اساس اپنے آخری تجزیہ میں کسی ایک فرد کے افکار و احساسات ہوتے ہیں جو ان کے موجد کی کرشماتی شخصیت کی بناء پر ذہن انسانی پر ایک ایسے ڈرامہ کا تاثر پیدا کرتی ہیں جو دیرپا ہوتا ہے اور اس لئے متاثر افراد کو اپنا مستقل غلام بنا سکتا ہے۔ اشتراکیت ایک ایسے ہی نظریہ پر مبنی تھی جو کسی زمانہ میں ایک عقیدہ کی طرح ابھرا مگر مرور ایام نے آج اس کی سحر خیزی کو ایک فتنہ ثابت کر دیا ہے۔ یہ تمام ذہنی غلامیاں لاحاصل اور باطل ہیں۔ لہٰذا ایک باشعور انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ ان سب کا بالارادہ و بالقصد انکار کر دے اور اپنے اس انکار پر جما رہے۔ یہی 'لا الٰہ' کا مفہوم ہے۔ یہ ایک سلبی رویہ ہے مگر آزادی کی تحصیل کے لئے یہ نہایت ضروری اور ناگزیر ہے۔

'لا الٰہ' کے مقابل 'الا اللہ' ایک ایجابی کلمہ ہے۔ خدائے واحد کی غلامی وہ واحد غلامی ہے جو اسلام میں محمود بلکہ لازمی ہے؛ چونکہ اللہ ہی وہ خالق ہے جس نے انسانوں کو آزاد پیدا کیا ہے، اس لئے یہ بات ظاہر ہے کہ صرف الٰہ واحد کی اطاعت اور بندگی ہی ایک ایسی غلامی ہے جو ہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح کی آزادیوں کے دروازے وا کر دیتی ہے۔ خدائے واحد کی اطاعت آزادی کی وہ شاہراہ کھولتی ہے جو ہر انسان کے لئے شاہراہ آزادی ہے۔ انسان جب یہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی بھی اس کا معبود نہیں ہے، تو وہ دراصل تمام اربابٌ من دون اللہ سے آزادی کا اعلامیہ جاری کرتا ہے۔ اللہ کی یہ اطاعت دراصل دو مزید اطاعتوں کا تقاضہ کرتی ہے:

اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (النساء: ۵۹)۔

(اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں)۔

چنانچہ اسلام میں آزادی کا ایجابی پروگرام دراصل تین طرح کی اطاعتوں پر مشتمل ہے: (۱) اللہ کی اطاعت، (۲) اللہ کے رسول کی اطاعت، اور (۳) مسلمانوں کے اولی الامر کی اطاعت، اگرچہ مؤخرالذکر دونوں اطاعتیں مجرد اطاعتیں نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کی اطاعت کی ماتحت اور اسی کی توسیع مزید ہیں۔ آزادی کا یہ ایجابی پروگرام جامع اور ہمہ گیر آزادی کا پروگرام ہے۔ یہ انسان کی آزادی کی ضمانت بھی دیتا ہے اور اس آزادی کی حدود بھی طے کرتا ہے۔ یہی سچی اور فطری آزادی ہے۔

خالق، رازق اور مالک کی حیثیت سے الٰہ واحد نے انسان کو ہر وہ آزادی عطا کی ہے جو اس کے نوعی اور منصبی حیثیت کے شایان شان ہے۔ اللہ نے انسان کو نوعی آزادی بخشی ہے۔ انسان کا خود اختیاری نظام (Autonomic System) پوری طرح آزاد ہے۔ اس کی جبلتیں آزاد ہیں۔ کسی بھی دوسرے شخص کا ارادہ اس آزادی پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ اللہ نے انسان کو یہ آزادی اس لئے عطا کی ہے کہ تمام خود اختیاری نظاموں میں یہ خصوصیت مشترک ہے کہ وہ طوعاً و کرہاً اللہ کے احکامات کے پابند ہیں۔ خود اختیاری نظام کی آزادی انسان ہی نہیں چرند و پرند اور پیڑ پودوں کو بھی حاصل ہے اور اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آزادی تو خود زندگی کا خاصہ ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ انسانی آزادی کو اللہ کی قائم کردہ حدود کا پابند ہونا چاہئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوعی آزادی سے آگے بڑھ کر، اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی بھی دی ہے، حالانکہ یہ آزادی انسان سے فروتر مخلوقات کو نہیں دی گئی۔ ارادہ و اختیار کی آزادی تکریم انسانی کے شایان شان آزادی ہے، اس لئے خود یہ آزادی متقاضی ہے کہ انسان خود کو انسانی تکریم کے لائق بنا کر رکھے۔ وہ اپنے ارادی اعمال کو اپنے جبلی افعال کی طرح بے قید بنا کر نہیں رکھ سکتا۔ جبلی افعال ارادی اکتساب عمل۔ ردّعمل کے قانون کے پابند ہوتے ہیں اور اس ردّعمل کا سلسلہ لامتناہی بھی ہوسکتا ہے جبکہ جبلی افعال کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔ تاہم اگر جبلی افعال ارادی اعمال کو انسانیت کے شایان حدود سے باہر کھینچ لے جانے کی کوشش کریں تو ان کی تہذیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن معاشروں میں جبلی افعال اور ارادی اعمال کا فرق مٹا دینے کے رجحانات پائے جاتے ہیں، وہاں دوسروں کی مذہبی شخصیتوں کی اہانت و استہزاء، جنسی انارکی اور معاشی استحصال کے رجحانات پیدا ہونے میں دیر نہیں لگتی، حتیٰ کہ ان کے اعلامیوں میں جن آزادیوں کا ذکر ہوتا ہے، ان کی روح بھی متغیر ہوجاتی ہے، جیسا کہ علامہ یوسف القرضاوی نے اشارہ کیا ہے:

''یہ وہ آزادیاں نہیں ہیں جن کا اہل مغرب دم بھرا کرتے ہیں اور ان آزادیوں کو شخصی آزادی یا Private life سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ یہ کہ انسان شخصی طور پر مکمل آزاد ہے، چاہے زنا کرے، شراب پیئے یا کوئی اور گناہ کا کام کرے۔ اسلام اس کفر و فسق کی آزادی کا قائل نہیں ہے۔ اسلام حقوق و مصالح کی آزادی کا قائل ہے۔ اسلام اس آزادی کا قائل نہیں ہے جس میں اپنا یا دوسروں کا نقصان پوشیدہ ہو یا جو آزادی تباہی و ہلاکت کی طرف لے جاتی ہو'' (فتاوی یوسف القرضاوی، ص ۳۳۸)۔

ہمہ گیر آزادی کی تنفیذ صرف اللہ کی اطاعت کے ذریعہ ہی ممکن ہے؛ کیونکہ اللہ کی اطاعت جہاں ''لا الٰہ'' کا تقاضہ کرتی ہے، وہیں ''الّا اللہ'' کے لیے بھی دامن گیر ہوتی ہے۔ اکتساب و ایجاب کا یہ تعامل آزادی کو متوازن رکھتا ہے۔ یہ فکر میں بھی توازن قائم کرتا ہے اور عمل میں بھی۔ اگر انسانی فکر و عمل اطاعت اللہ کے التزام سے عاری ہو تو آزادی محض ایک آرائشی لفظ رہ جاتی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقت ایک انسان کو دوسرے انسان کا آقا بننے سے باز نہیں رکھ سکتی ہے۔

''آزادی فکر و عمل کے سب سے بڑے دعوے دار اور حقوق انسانی کے نام نہاد علمبردار امریکہ میں وہاں کی کالی آبادی آج بھی بنیادی شہری حقوق سے محروم ہے۔ برطانیہ اور فرانس کا حال اس سے مختلف نہیں ہے جہاں ان کی آبادی کے مخصوص طبقات کو اسی طرح بہت سی صورتوں میں امتیازات اور بے انصافیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے'' (سلطان احمد اصلاحی؛ سلام اور آزادیٔ فکر و عمل، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۰۰۴ء، ص ۱۲-۱۳)۔

اللہ کی اطاعت کے ساتھ جو اللہ کے رسول کی اطاعت کا مطالبہ کیا گیا ہے، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رسول کو اپنا قومی ہیرو سمجھو یا اس کی شخصی عظمت و بزرگی کی پرستش کرو۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول کی اطاعت کو اربابٌ من دون اللہ کی اطاعت سے الگ کیوں کر سمجھا جا سکتا تھا؟ رسول اللہ ﷺ کا تو مشن ہی یہ بتایا گیا ہے کہ:

''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ''(اعراف:۱۵۷)۔

(اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے)۔

حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ کی شخصی حیثیت بھی عہدۂ رسالت کا متبادل نہیں ہے۔ اللہ کا رسولؐ کسی بھی انسان کو اپنا بندہ نہیں بنا سکتا:

ماكان لبشرٍ ان يؤتيهُ اللّٰه الكتٰب والحكم والنبوّةَ ثمّ يقول للناس كونوا عباداً لي مِن دون اللّٰه (آل عمران: ۷۹)۔

(کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔)

وہ خود اپنی طرف سے نہ تو کسی چیز کو حرام ٹھہرا سکتا ہے، نہ کسی چیز کو حلال قرار دے سکتا ہے۔ بلکہ اسے کھلم کھلا اعتراف کرنا ہوتا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اَتّبِع اِلا مایوحیٰ اِلیّ (الانعام:۵۰)۔

(میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے)۔

اللہ کے رسول کی اطاعت کا حکم جو برتری اور اقتدار اس کو عطا کرتا ہے، وہ اس کے اندر الوہیت کا شائبہ بھی پیدا نہیں کرتا؛ کیونکہ وہ دراصل اللہ کے حکم اور اس کی حاکمیت مطلقہ کا عکاس ہوتا ہے، جیسا کہ ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے:

''نبی کو جو اقتدار حاصل ہے وہ ذاتی اقتدار نہیں بلکہ تفویض کردہ اقتدار ہے، اس لیے اس کی اطاعت دراصل خدا ہی کی اطاعت ہے'' (سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیمات، حصہ اول، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء، ص۱۰۱)۔

لہٰذا جس طرح اللہ کی غلامی اور بندگی آزادی کی ضامن ہے، اسی طرح رسول کی اطاعت بھی ہر مسلمان کی آزادی کی امین ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی رسول اللہؐ کی اہانت و استہزاء کا کوئی واقعہ دنیا میں کہیں بھی رونما ہوتا ہے، ساری دنیا کے مسلمان بے چین اور مشتعل ہو اٹھتے ہیں کیونکہ ایسا کر کے وہ دراصل اپنی آزادی کا دفاع کر رہے ہوتے ہیں۔

اللہ کے رسول کی اطاعت کی طرح اولی الامر کی اطاعت بھی لازم ہے، لیکن یہ اطاعت رسول کی اطاعت سے کم تر درجہ کی اور مشروط اطاعت ہے۔ اولی الامر کی اطاعت اسی وقت تک قابل اتباع ہے جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کی نیابت کا فریضہ انجام دے۔ بصورت دیگر مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے:

فاِن تنازعتم فی شئ فردّوہُ اِلی اللّٰہ و الرّسول (النساء:۵۹)۔

(پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو)۔

بالفاظ دیگر اولی الامر کی اطاعت آزادی کے استحکام اور اس نظم کی برقراری کے لئے ضروری تو ہے مگر اولی الامر اپنے آپ میں معیار حق نہیں ہیں، جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے احکامات کی اتباع کریں ان کی اطاعت مسلمانوں کے لئے ضروری ہے، ورنہ وہ ان کے بجائے اللہ اور اس کے رسول کا راستہ اختیار کرنے کے لئے آزاد ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اسلام میں آزادی کا تصور سلبی اور ایجابی، دونوں طرح کی شرائط سے ہم رشتہ ہے۔ سلباً انھیں غیر اللہ کی اطاعت وغلامی سے شعوری انکار کرنا چاہئے اور ایجاباً ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کریں۔ یہی حقیقی آزادی کی راہ ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذرائع ابلاغ کا آزادانہ کردار اور اسلام

مولانا ابرار احمد قاسمی اجراوی ☆

ذرائع ابلاغ، خواہ وہ اخبار ہوں یا ریڈیو، ٹیلی ویژن ہو یا انٹرنیٹ، اس کی اہمیت اور اس کی اثر انگیزی ہر دور میں مسلّم رہی ہے۔ انسانی معاشرے کی بقا اور تعمیر و ترقی کے لیے ابلاغ و ترسیل اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ غذا اور پناہ گاہ۔ انسانی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ترسیل دو طرفہ سماجی عمل ہے اور اس دور میں بھی جب منہ سے نکلی ہوئی آواز نے الفاظ اور منقش تحریر کا جامہ زیب تن نہیں کیا تھا اور انسان اشارے کنائے، حرکات وسکنات اور لمس وشعور کی مدد سے اپنی ترسیل وابلاغ کی ضرورت کی تکمیل کیا کرتا تھا، ابلاغ اور ترسیل کے وسائل انسانی معاشرے میں اہمیت کے حامل تھے، اور آج کے برق رفتار عہد میں تو اس کی اہمیت سے انکار ممکن ہی نہیں۔ ولبر شرم نے صحیح کہا ہے: ''عوامی ذرائع ترسیل دنیا کا نقشہ بدل سکتے ہیں۔'' یہی وجہ ہے کہ ترسیلی شعبے کے بعض ماہرین نے کسی مہذب انسانی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کے ساتھ ذرائع ترسیل وابلاغ کو چوتھے ستون کی حیثیت دی ہے۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی کے ساتھ انسانی معاشرے کی ترقی مربوط ہے۔ اگر یہ ذرائع ترسیل نہ ہوتے، تو انسانی معاشرہ تہذیب وثقافت کے شائستہ تصور سے محروم رہتا اور جہالت وناخواندگی کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہوتا۔

انسانی زندگی میں ابلاغ و ترسیل کو شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے۔ اپنے خیالات

☆ جواہر لال یونیورسٹی، نئی دہلی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجذبات اور افکار ونظریات کے اظہار کے لیے اگر اس کو موقع نہ ملے تو وہ ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو کر مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف تمام ممالک کے دستور میں ہر شخص کو اظہار رائے کی آزادی کے بنیادی اور فطری حق کی ضمانت دی گئی ہے؛ بلکہ اس حق کو سلب کرنے والے عوامل ومحرکات پر بھی قدغن لگانے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ آج انفارمیشن ٹکنالوجی کے میدان میں آنے والے انقلابات نے دنیا کو چھوٹے سے گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ آج آپ کے لیے ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر جام جمشید کی طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا مشاہدہ کرنا اور اس پر برجستہ اپنی رائے دینا اور اس کو وسیع پیمانے پر پھیلانا ممکن ہو گیا ہے۔ انٹرنیٹ جیسے جام جہاں نما کے وجود میں آنے کے بعد تو ساری کائنات ایک چھوٹے سے بکس میں قید ہو گئی ہے اور آپ جب اور جس وقت چاہیں اس کے ذریعے کائنات کے طول وعرض کی سیر کر سکتے ہیں۔ آج ذرائع ابلاغ کا دائرہ کافی وسیع ہو گیا ہے۔ بلاگ نگاری، ای میل، اسکائپ اور فیس بک کی وساطت سے اپنے خیالات کی ترسیل ممکن ہے۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ وغیرہ، ذرائع ابلاغ کے اہم ستون ہیں۔ میں انھیں عوامی ذرائع ابلاغ کے اردگرد اپنی گفتگو مرکوز رکھوں گا۔

ابلاغ کے غیر اسلامی تصورات

ذرائع ابلاغ کو آزاد چھوڑ دینے یا اس کو قانون وضابطے کا پابند بنانے کے تعلق سے ماضی میں بہت سے نظریات وتصورات رائج تھے۔ انھیں میں سے ایک ''مقتدرانہ نظریہ ابلاغ'' ہے، اس کے بانیوں میں مشہور فلسفی افلاطون کا نام سرفہرست آتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کو پابند سلاسل کرنے اور حکومت وریاست کو مکمل بااختیار بنانے کے حوالے سے افلاطون کا یہ قول بڑا مشہور ہے کہ: ''اگر ریاست میں اختیارات کو بہت سے افراد میں تقسیم کر دیا جائے تو ریاست کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے حاکم کو چاہیے کہ ریاست کے انتظام میں عوام کے عمل دخل کو محدود کر دے'' (تاریخ صحافت، افتار کھوکھر، ص:۱۸۸)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نظریہ ابلاغ کی رو سے تمام اختیارات صرف اور صرف ریاست کو حاصل تھے، حکومت وقت ہی سارے سیاہ وسفید کی مالک ہوا کرتی تھی۔ ابلاغ وترسیل کے تمام ذرائع پر حکومت اور بالانشیں طبقوں کا مکمل کنٹرول تھا۔ اخبارات اور صحافی کے پیروں میں حکومت اور مقتدر طبقے نے پابندیوں کی زنجیر ڈالی ہوئی تھی، وہ کوئی ایسا مواد مشتہر نہیں کر سکتے تھے، جس سے حکومت اور فرماں روائے وقت یا حکومتی اہل کاروں کی پالیسیوں پر جرح وتنقید کی گئی ہو۔ پریس کو حکومت کی پالیسیوں میں مداخلت سے باز رکھنے کا واحد مقصد یہ تھا کہ حکومت کی پالیسیوں اور منصوبوں کو روبہ عمل لانے میں کسی عوامی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور عوام حکومت کی ہر جائز اور ناجائز خواہش کی تکمیل میں خاموش رول ادا کرتے رہیں۔ گویا اس نظریہ ابلاغ نے انسانوں کو فکر ونظر اور اظہار رائے کی آزادی سے کلیتاً محروم کر دیا تھا۔ یہ نظریہ پندرہویں اور سولہویں صدی تک جاری رہا۔ آج بھی بہت سے عربی اور غیر عربی ممالک میں یہ نظریہ دوسرے ناموں سے نافذ العمل ہے، جس کے تحت حکومت کی مرضی اور منشاء کے خلاف کسی کو بھی حرف شکایت زبان پر لانے کی اجازت نہیں۔

قید وبند سے عبارت اس نظریئے کے ردعمل کے طور پر ایک دوسرے نظریہ نے جنم لیا، جو مادر پدر آزادی کا حامی تھا۔ یہ نظریہ ''آزاد پسندانہ نظریہ ابلاغ'' کے طور پر تاریخ میں جانا گیا؛ چونکہ اس عہد میں سائنسی دریافتوں نے انسان کو عقلیت کا سبق سکھایا تھا اور وہ ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ہی اس کو اپنی زندگی میں روبہ عمل لاتا تھا۔ اس لئے انھوں نے ماقبل کے نظام حکومت میں عائد قید وبند سے آزادی کے لیے ایک ایسے نظرئے کا سہارا لیا، جس میں فرد کو ساری آزادی میسر تھی۔ آزاد پسندانہ نظریہ ابلاغ کو امریکی حکمرانوں نے خوب شہہ دی اور سب سے پہلے امریکی دستور میں یہ ترمیم کی گئی کہ کانگریس کوئی ایسا قانون نہیں بنائے گی، جس سے تحریر وتقریر اور ذرائع ابلاغ کی آزادی پر حرف آتا ہو۔ کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے حکمراں طبقوں نے اس نظریہ کو اپنے ملکوں میں خوب پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔ ''مقتدرانہ نظریہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابلاغ'' میں تو تمام اختیارات ریاست اور حکمراں طبقے کو حاصل تھے، اس کے برعکس'' آزاد پسندانہ نظریہ ابلاغ'' میں ہر فرد کو یہ آزادی دی گئی تھی کہ وہ جو چاہے، جس طرح چاہے اور جس کے خلاف چاہے تقریر اور تحریر کے سہارے اس کا اظہار کر سکتا ہے۔ مملکت یا حاکم وقت کو اس کے دست و بازو کو پکڑنے اور اس کو مہر بلب کرنے کا حق نہ ہوگا۔

'' کمیونسٹ نظریہ ابلاغ'' بھی اشتراکیت کے عروج کے دنوں میں کافی موضوع بحث رہا۔ کمیونسٹ نظریہ ابلاغ میں اظہار رائے اور فکر و نظر کی آزادی کو حکومت کی پالیسیوں کی تشہیر تک محدود کر دیا گیا تھا۔ ذرائع ابلاغ اس بات کے پابند تھے کہ وہ عوام میں جا کر انھیں حکومت اور پارٹی کی پالیسیوں سے آگاہ کرائیں اور مملکت کے بنیادی نظریے، یعنی کمیونزم کی تشہیر کریں اور اس نظریے کو اپنانے کے لیے عوام کی ذہن سازی کریں۔ مطلب یہ کہ کمیونسٹ نظریہ ابلاغ بھی کسی نہ کسی شکل میں'' مقتدرانہ نظریہ ابلاغ'' کا ہی چربہ تھا۔ اس میں بھی عوام مجبور و مقہور اور مہر بلب تھے۔ یہ سارے نظریات افراط و تفریط کا شکار تھے، کسی مہذب سماج اور انسانی معاشرے میں نہ تو کسی فرد کو مکمل اظہار کی آزادی دی جا سکتی ہے کہ وہ شتر بے مہار بن جائے اور آزادی اظہار کے پردے میں دوسروں کی دل آزاری کا سبب بنے۔ اور نہ ہی انسانوں کی فکر و نظر کی آزادی کو بے جا قانون و اصول کا سہارا لے کر اس طرح قید و بند کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے فطری اور پیدائشی حق کے لیے بھی آواز بلند نہ کر سکیں (تلخیص از تاریخ صحافت، ص: ۱۸۷ تا ۲۰۰)۔

ذرائع ابلاغ کا اسلامی تصور

پریس اور میڈیا ہمارے ترقی یافتہ دور کی ایجاد کردہ اصطلاحیں ہیں۔ آج سے چودہ سو سال قبل ان ناموں اور اس قسم کی اصطلاحات سے انسانوں کے کان مانوس نہیں تھے؛ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ اسلام جو حیات سے لے کر ممات اور فرد کی خانگی زندگی سے لے کر معاشرتی اور سیاسی زندگی کے تمام مسائل کو محیط ہے، اس میں ذرائع ابلاغ یا پریس کے حوالے سے قرآن و حدیث میں احکامات اور ہدایات نہ دی گئی ہوں۔ پریس یا میڈیا فکر و نظر کی آزادی کا ہی نام ہے، جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں صحافی اور رپورٹر سامعین اور قارئین کو اپنی فکر ونظر سے کام لے کر ایسا سچا اور با مقصد مواد دیتا ہے، جس کو وہ صحیح اور معتبر تصور کرتا ہے۔ فکر وعمل کی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی کا باب پریس اور میڈیا کی آزادی کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔ اسلامی ریاست میں عقیدے اور مذہب کی آزادی کے ساتھ فکر ونظر کی بھی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔

اسلام چونکہ رہتی دنیا تک کے لئے ایک جامع دین بن کر آیا ہے۔ اس لیے اس میں میڈیا اور پریس کے حوالے سے بھی ضابطہ اور قانون موجود ہے۔ اسلام میں میڈیا کی کتنی اہمیت ہے اور ان ذرائع ابلاغ کو انسانی زندگی میں کتنا بڑا اور اہم مقام حاصل ہے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے ہمیں ان آیتوں کا مطالعہ اور ان کے مفاہیم میں غور کرنا چاہیے جن سے اسلام کے داعیانہ پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔ "ادع الی سبیل ربک" (نحل:۱۲۵)، "ولتکن منکم أمة یدعون إلی الخیر" (آل عمران، ۱۰۴) " کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر" (آل عمران، ۱۱۰) "وذکر فإن الذکری تنفع المومنین" (ذریات، ۵۵) "بلغوا عنی ولو آیة" اور "نضر الله امرء سمع مقالتی" وغیرہ میں اسلام کے جس آفاقی پیغام کے ابلاغ وترسیل کا امت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے، کیا اس کی وسیع اور عالمی پیمانے پر دعوت اور اشاعت، سائنس وٹکنالوجی کے اس دور میں ذرائع ابلاغ کے سہارے کے بغیر ممکن ہے؟

اسلامی نظریہ ابلاغ کسی انسانی فکر کا زائیدہ نہیں ہے، وہ قرآن وحدیث سے ماخوذ و مستنبط ہے۔ انسان کی فطری آزادی سے لے کر ذرائع ابلاغ کی آزادی تک کا سارا نظام عمل انہی اسلامی احکامات وہدایات پر مبنی ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں جہاں ذرائع ابلاغ کو اظہار رائے کی آزادی دی گئی ہے، وہاں اس کو بہت سی اخلاقی شرائط اور سماجی ومعاشرتی قوانین کا پابند بھی بنایا گیا ہے، تاکہ دیگر اسلامی نظریہ کی طرح یہاں بھی توازن واعتدال برقرار رہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں نہ "مقتدرانہ نظریہ ابلاغ" کی طرح انسانوں کی آزادی کو مکمل طور پر سلب کیا گیا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی ''آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ'' کی طرح ایسی مادر پدر آزادی دی گئی ہے کہ فرد کی آزادی کے پردے میں دوسرے انسانوں کی آزادی پر انگشت نمائی کی جائے اور ان کی پرائیویٹ اور نجی زندگی میں بھی مداخلت کی جائے۔ اگر اظہار کی آزادی کی آڑ میں ذرائع ابلاغ کے اس سرکش گھوڑے کو بے لگام چھوڑ دیا جائے، تو یہ دین و ایمانیات کے ساتھ انسانوں کی اخلاقیات کو بھی پیروں تلے روند کر رکھ دے گا۔

اسلام میں اظہار رائے کی آزادی محض ایک انسانی حق ہی نہیں، بلکہ یہ امت مسلمہ اور ذرائع ابلاغ کا ایک دینی اور اخلاقی فرض بھی ہے۔ اس لیے نہ کوئی فرد، نہ کوئی حکومت اور نہ ہی کوئی ادارہ انسانوں سے ان کی فطری آزادی کو سلب کر سکتا ہے، ہاں البتہ اتنی شرط ضرور عائد کی جائے گی کہ کوئی بھی ذریعہ ابلاغ کوئی ایسی خبر یا بات کی تشہیر نہ کرے، جس سے مفاد عامہ کو زک پہنچے، اور جو اسلامی اقدار کے منافی ہو اور جس میں انسانیت اور انسانی سماج کی تعمیر کے بجائے تخریب کے عوامل پنہاں ہوں۔ اسلام میں ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے عوام الناس تک سچی اور صحیح خبر پہنچائی جائے۔ ذرائع ابلاغ سچ کے اظہار میں کسی لالچ یا مداہنت کا شکار نہ ہوں۔ ذرائع ابلاغ صرف ایسی معلومات کی اشاعت کریں، جن سے سامعین اور قارئین کے اندر نیکی اور تقوی کا عنصر پیدا ہو۔ وہ کسی ایسی خبر کی اشاعت سے باز رہیں، جس کا مقصد ان کی اخلاقیات پر حملہ کرنا ہو اور اس سے دوسروں کی دل آزاری یا دوسرے ادیان و ملل کی تحقیر مقصود ہو۔

ذرائع ابلاغ کے اساسی اصول و اقدار

فکر و نظر کی آزادی:

اسلام نے ہمیشہ آزادی رائے کا احترام کیا ہے اور ہر کس و ناکس کو اپنی بات رکھنے کا فطری حق دیا ہے۔ تاریخ اسلام اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کس درجہ شدت کے ساتھ حریت رائے کے تصور کی پرورش کی ہے اور اس کو انسانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرے کا لازمی جز بنانے کی سعی کی ہے۔ ذرا غزوۂ احد کا وہ واقعہ اپنے ذہنوں میں تازہ کیجیے جب جلیل القدر صحابۂ کرام کی یہ رائے تھی کہ کفار مکہ سے جنگ کے لئے مدینے سے باہر نکلنا مناسب نہیں ہے اور یہیں رہ کر جنگ کی جائے؛ لیکن چند نوجوانوں کی یہ رائے تھی کہ جنگ کے لیے مدینے کی آبادی سے باہر نکلنا زیادہ مناسب ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جنگی قیدیوں کے قتل اور انھیں فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے بارے میں مختلف الرائے تھے۔ اسلام میں فکر ونظر کی آزادی کی ہی دین ہے کہ ایک عام آدمی بھی اپنے خلیفہ کا دست و بازو پکڑ سکتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ قول تو ہر کسی کے ذہنوں میں ہوگا کہ ''ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہونے والے بچے کو کسی کو غلام بنانے کا حق نہیں''۔ اسلام میں قیاس کو چوتھا فقہی اصول قرار دیا گیا ہے، فقہاء اور ائمہ کے درمیان مسائل میں اختلاف اظہار رائے کی آزادی کی ایسی مثال ہے، جس سے دوسرے مذاہب وادیان تہی دست ہیں؛ بلکہ حدیث کے مطابق کسی غیر منصوص مسئلے میں غور وفکر کرنے والے ہر مجتہد کو اجر سے نوازا جاتا ہے، اگر چہ اس کا اجتہاد غلط ہی کیوں نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ اسلام میں ہر شخص کو اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے، بشرطیکہ اس کی رائے نص صریح سے متصادم نہ ہو۔

ذیل کی سطروں میں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہم یہاں ان چند آزادیوں سے بحث کر رہے ہیں، جو اسلام نے فکر ونظر اور اظہار رائے کی آزادی کے تحت ذرائع ابلاغ کو عنایت کی ہیں۔

حکومت وقت سے سوال اور باز پرس کرنے کا حق:

اسلامی نظریہ ابلاغ کے مطابق صحافی اور اخبار نویس کو ملک کی سب سے بڑی اتھارٹی سے بھی سوال کرنے کا حق ہے۔ ایک صحابی نے حضرت عمرؓ سے بھری مجلس میں یہ سوال کیا تھا کہ ہر صحابی کو تو مال غنیمت سے ایک چادر ملی ہے، آپ کے بدن پر یہ دو چادر کیسی ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہونے کے باوجود اس پر ناگواری کا اظہار نہیں کیا تھا اور انتہائی سنجیدگی سے یہ جواب دیا تھا کہ ایک چادر تو میرے حصے کی ہے اور دوسری چادر میرے بیٹے کے حصے کی ہے۔ اس سے بڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی کیا کسی جمہوری ملک میں بھی کسی فرد یا ادارے کو میسر ہے۔ یہ صرف اسلام کا امتیاز ہے اور بس۔

اسلام نے ہمیشہ شورائی نظام فکر وعمل کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی ہے، جمہوریت شورائیت کا ہی دوسرا نام ہے، شورائی نظام کے مفقود ہونے کی وجہ سے ہی بہت سے عرب ممالک میں فکر ونظر کی آزادی حاصل نہیں ہے۔ عوام حکومت وقت کے خلاف لب کشائی کی جرأت کرنے سے محروم ہیں۔ فکر ونظر کی آزادی کو سلب کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بہت سے ممالک قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود دوسرے ممالک کے دست نگر اور محتاج بنے ہوئے ہیں اور وہاں کی فکری اور تخلیقی صلاحیتیں دوسرے ملکوں کے کام آرہی ہیں۔ ان ممالک میں کسی ایسی چیز کی اشاعت کا حق فرد کو حاصل نہیں ہے، جس سے حکومت کی پیشانی پر بل آتا ہو، یہی سبب ہے کہ وہ اپنی تحریروں اور اپنے افکار ونظریات سے عوام کو روشناس کرانے کے لیے امریکہ اور یورپ کے ممالک کا رخ کرتے ہیں، جہاں ان کے خیالات ونظریات کا فراخ دلی سے استقبال کیا جاتا ہے۔

ظلم اور ناانصافی کے خلاف احتجاج کی آزادی:

اسلام نے فرد کے ساتھ ادارے اور ذرائع ابلاغ کو جتنی آزادیاں دی ہیں، اس میں ایک اہم حق، احتجاج کا حق بھی ہے۔ ذرائع ابلاغ کو جہاں کہیں بھی ظلم اور ناانصافی ملے، اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہیے اور مظلوموں کی حمایت میں انسانی غیرت اور حمیت کا ثبوت دینا چاہیے۔ قرآن کریم کی آیت ہے: "لا يحب الله الجهر بالسوء الا من ظلم" (نساء، ۴۸)، حدیث شریف ہے: "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان"۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے: "أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناظرے اور باہمی تنقید کی آزادی:

آج کل کے اخبارات اور نیوز چینلز کا یہ خاص وطیرہ بن گیا ہے کہ وہ چند ماہرین کو بلا کر کسی خاص موضوع پر مباحثے اور مناظرے کراتے ہیں، اس مباحثے کے موضوعات کی تحدید نہیں ہوتی، اس کا موضوع سیاسی بھی ہوتا ہے اور سماجی بھی، مذہبی بھی ہوتا ہے اور تعلیمی بھی۔ اس قسم کے مباحثوں میں ایک فریق دوسرے فریق مخالف کو شکست دینے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے فریق مخالف پر جرح وتنقید سے بھی کام لیتا ہے۔ اسلام نے اس قسم کے مباحثے اور مکالمے کی آزادی دی ہے، بشرطیکہ اس میں کسی قسم کے خلاف شرع امر کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔ اور تنقید و جرح تعمیری ہو، تخریبی نہ ہو۔ بات وزن دار ہو، دلائل سے مزین ہو، اس سے کسی کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوتے ہوں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: "ولا تجادلوا أهل الكتاب إلا بالتي هي أحسن" (عنکبوت:۴۶) آیت میں اگرچہ خطاب یہود سے ہے؛ لیکن اس کے عموم پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔

شہادت کی آزادی:

ذرائع ابلاغ کی وساطت سے منظر عام پر آنے والی خبروں کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ مقامی انتظامیہ سے لے کر ریاستی اور مرکزی حکومت بھی حرکت میں آجاتی ہے اور اس کی بنیاد پر کارروائی کرنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ روزانہ ایسے کتنے معاملات ہماری نظروں سے گزرتے ہیں، جن میں حکومت میڈیا میں شائع ہونے والی خبر کو بنیاد بنا کر مجرمین کو سلاخوں کے پیچھے ڈال دیتی ہے، اور اگر کسی بے قصور شخص کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور میڈیا والے اس کی بے گناہی پر کوئی خبر یا مضمون چھاپ دیتے ہیں، تو حکومت اس بات پر مجبور ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کو بری کر دے۔ شہادت اور گواہی کی اس اہمیت اور تاثیر کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرائع ابلاغ کو کسی کی حمایت یا کسی مجرم کی مخالفت میں گواہی دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اسلام نے شہادت کو چھپانے والے کو سخت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعید اور دھمکی دی ہے۔ "ولا تكتموا الشهادة ومن يكتمها فانه آثم قلبه" (بقرہ:۲۸۳)، جو شہادت کو چھپائے گا اس کا دل گناہ سے آلودہ ہو جائے گا۔

اقرباء اور رشتے داروں کے خلاف گواہی دینے کی آزادی بھی ذرائع ابلاغ کو حاصل ہے، جس کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ چاہے وہ اس کے اقربا اور رشتے داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ شریعت اسلامیہ کا حدود و تعزیر پر مبنی نظام عدل و انصاف کی روشنی کا ایک مینارہ ہے، جس میں اشراف و ارذال، بادشاہ و رعایا اور امیر و غریب سب برابر ہیں۔ اس نظام میں ہر حق دار، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، کے حق کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس نظام میں نہ کسی پر ظلم و زیادتی ہوگی، نہ استحقاق سے زیادہ اس کو سزا دی جائے گی۔ ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ کسی مفسدے سے عوام کو باخبر کرنے اور کسی جرم اور بدعنوانی کا پردہ فاش کرنے میں مداہنت اور مصالحت سے کام نہ لیں؛ کیونکہ اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: "يا يها الذين امنوا كونوا قوامين بالقسط شهداء لله، ولو على أنفسكم أو الوالدين والأقربين، ان يكن غنيا أو فقيرا فالله أولى بهما، فلا تتبعوا الهوى أن تعدلوا وإن تلووا أو تعرضوا، فان الله كان بما تعملون خبيرا" (اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمھارے اپنے خلاف پڑتی ہو، یا والدین اور قریبی رشتے داروں کے خلاف۔ وہ شخص (جس کے خلاف گواہی دینے کا حکم دیا جا رہا ہے) چاہے امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں قسم کے لوگوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، لہذا ایسی نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو تمھیں انصاف کرنے سے روکتی ہو) (نساء:۱۳۵)۔

جرائم کا پردہ فاش کرنے کی آزادی:

اسٹنگ آپریشن میڈیا والوں کا آج کا محبوب مشغلہ ہے۔ کسی کی شبیہ مسخ کرنا ہو تو وہ اسٹنگ آپریشن کا سہارا لیتے ہیں۔ اسلام نے کسی کی نجی زندگی میں تو مداخلت سے منع کیا ہے، لیکن اگر کسی شخص کے حرکت و عمل سے مفاد عامہ پر ضرب لگتی ہو تو ایسے جرم کا پردہ فاش کیا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنگارو لکشمن کی رشوت ستانی کا معاملہ ہو یا پارلیمنٹ میں ووٹ فار کیش کا معاملہ یا نیرا راڈیا والا کیس، ان سارے مقامات پر میڈیا کے جرأت مند رپورٹرس نے ان کے چہرے سے نقاب اتار کر ملک اور قوم کی عظیم خدمت انجام دی ہے۔ قرآن کریم میں کسی کی ٹوہ میں لگنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن اگر کسی مشتبہ شخص کے بارے میں معتبر ذرائع سے معلوم ہو جائے کہ وہ کوئی خطرناک کام کرنے جا رہا ہے، تو اس کے جرم کو طشت از بام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ گھروں میں جاسوسی کے آلات نصب کرنے، کسی شخص کے ٹیلی فون کال ٹیپ کرنے وغیرہ اس قسم کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں، ان پر اسی حکم کا اطلاق ہوگا۔

اگر آثار و قرائن سے کسی ممنوع اور مخالف شریعت امر کا علم ہو جائے، تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی تلافی بالکل ممکن نہ ہو۔ جیسے یہ کہ کوئی اجنبی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں ہے، یا کوئی شخص کسی آدمی کے قتل کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں ایک صحافی اور رپورٹر تحقیق اور تجسس کر سکتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ جرم اس سے کمتر درجے کا ہو اور اس کا جرم متعدی نہ ہو۔ حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ انھیں کسی گھر سے آگ جلنے کی بھنک لگی، تو وہ دیوار پھاند کر گھر کے اندر چلے گئے۔ وہاں چند لوگ مے نوشی میں مصروف تھے۔ ان لوگوں نے خلاف توقع حضرت عمرؓ کو یہاں پا کر کہا کہ ہم نے تو ایک جرم کیا ہے، لیکن امیر المومنین آپ نے دو جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ ایک تو تجسس کیا، دوسرے بلا اجازت دیوار پھاند کر گھر کے اندر داخل ہوئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ اچھا وہ دونوں قصور اس کے عوض سمجھو۔

حمایت و مخالفت کا اسلامی اصول:

ذرائع ابلاغ پروپیگنڈہ اور تشہیر کا مضبوط وسیلہ ہیں۔ عوام ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی رپورٹ اور تجزیوں کی بنیاد پر بہت سے فیصلے کر لیتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ عوام کی ذہن سازی میں کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔ حمایت و مخالفت کی مختلف شکلیں اس وقت دیکھنے کو ملتی ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ملک میں اسمبلی یا لوک سبھا کے انتخابات ہونے والے ہوتے ہیں۔ اس وقت اشتہارات، مضامین اور خبروں اور تبصروں کی وساطت سے اپنے پسندیدہ امیدوار کی حمایت اور فریق ثانی کی مخالفت کا بازار گرم نظر آتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے حمایت ومخالفت کا بھی اصول متعین کر دیا ہے۔ کسی سے محبت بھی ہو تو اللہ کے لیے اور کسی سے بغض وعداوت بھی ہو تو اللہ کے لیے۔ حمایت و مخالفت کو سفارش کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ کسی کی سفارش اسی بنیاد پر کی جائے کہ وہ شخص واقعی اس عہدے یا مرتبے کا مستحق ہو۔ ارشاد باری تعالی ہے: "من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها ومن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها" جو بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا (نساء:۸۵)۔

لیکن ذرائع ابلاغ کو ان امور میں سفارش سے باز رہنا چاہیے جن کا تعلق حدود اور تعزیرات سے ہے۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ قریشیوں کے ہاں ایک مخزومی عورت کا معاملہ پیش آیا، اس نے چوری کی تھی۔ قریشیوں نے کہا کہ اس کے بارے میں آپ ﷺ سے کون بات کرے گا؟ (یعنی ہاتھ نہ کاٹنے کی سفارش کون کرے گا) لوگوں نے کہا: آپ ﷺ کے سامنے اس کی جرأت کون کرے گا، البتہ اسامہ بن زید بات کر سکتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے چہیتے ہیں؛ چنانچہ حضرت اسامہ نے آپ ﷺ سے بات کی۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟ پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ دے کر فرمایا: تم سے پہلے کی امتیں اسی لیے ہلاک ہوئیں کہ ان لوگوں میں جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی ان میں کا کمزور چوری کرتا تو وہ اس پر حد قائم کرتے تھے۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا (بخاری، کتاب الحدود، حدیث نمبر:۶۷۸۹)۔

فریق مخالف کے لیے کوئی ایسا نازیبا لفظ استعمال نہ کیا جائے کہ وہ اس کے جواب اور ردعمل کے طور پر ایسا جواب دے جس سے آپ کی توہین یا تضحیک ہوتی ہو۔ قرآن کریم میں ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم" (انعام:۱۰۹)۔

با اثر افراد کے خلاف اظہار رائے کی آزادی:

آج کے جتنے ذرائع ابلاغ ہیں، ان پر چند با اثر افراد یا سیاست دانوں کا کنٹرول ہے۔ آج کل کے اخبارات کارپوریٹ گھرانے نکالتے ہیں، نیوز چینلز پر بھی انھی کا مالکانہ کنٹرول ہے۔ جو کسی نہ کسی سیاسی پارٹی سے سمجھوتہ کر کے ان کی تشہیر اور حمایت میں فضا سازگار کرنے کے لیے کام کرتے ہیں۔ اور مشہور صحافی سنتوش بھارتی کی مانیں، تو آج کا میڈیا بکا ہوا ہے: ''اس نے اپنی بولی لگادی ہے''۔ آج کا میڈیا صرف اسی خبر کو مشتہر کرتا ہے، جس سے اس کے مخالف کی شبیہ شکنی اور اس کی شبیہ سازی ہوتی ہو۔ موجودہ عہد کے صحافی اور رپورٹران مشتبہ خبروں کو منظر عام پر لانے سے گھبراتے ہیں، جو با اثر افراد سے تعلق رکھتی ہیں؛ جبکہ اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس قسم کی خبروں کی اشاعت کو جس سے مفاد عامہ وابستہ ہو اور اس سے کسی پر ذاتی تنقید اور کیچڑ اچھالنا مقصود نہ ہو، کسی ملامت اور خوف کی پروا کیے بغیر مشتہر کیا جائے۔ وہ اس خبر کی اشاعت میں اس شخص، ادارے، تنظیم، حکومت کے اثر ورسوخ، جنگی ساز وسامان، طاقت وقوت اور فوجی طاقت کو خاطر میں نہ لائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "ألا لا يمنعن رجلا هيبة الناس أن يقول بحق إذا علمه" (خبردار جو تم کسی شخص کے اثر ورسوخ کی وجہ سے حق کے اظہار میں تردد سے کام لو) (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر)۔

با مقصد تفریح کی آزادی:

اسلام نے حیا سوز اور انسانی معاشرے پر برا اثر مرتب کرنے والے تفریحی پروگرام کی اجازت تو نہیں دی ہے، جیسا کہ آج کل کے تجارتی چینل کا یہ ذہن بن گیا ہے کہ وہ تفریح کے نام پر ہر قسم کے ماورائے اخلاق پروگرام پیش کرتے رہتے ہیں اور اس کو تفریح اور ذہنی تسکین کا ذریعہ قرار دیتے نہیں تھکتے۔ لافٹر انڈیا، ڈانس انڈیا ڈانس، بگ باس اور مختلف ریئلٹی شوز پر جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم کے بے سروپا پروگرام کے ذریعے ذہنی آسودگی کا دعویٰ کیا جاتا ہے، وہ ہمارے معاشرے اور بچوں پر منفی اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ اور معصوم ذہنوں کو پراگندہ کر رہے ہیں۔ ذہنی آسودگی کے لئے اسلام نے تفریحی پروگرام اور مزاحیہ لٹریچر بھی شائع کرنے کی اجازت دی ہے۔ خود آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مزاح فرمایا ہے۔ جو مزاح نگاری اور فکاہیہ چینلز کے لیے اسوۂ حسنہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن یہاں بھی وہی شرط ہے کہ یہ تفریح کسی کی دل آزاری کا سبب نہ بنے۔ جیسا کہ آج کل کے ریئلٹی شوز کا یہ وطیرہ بن گیا ہے کہ وہ تفریح کے نام پر ہمارے ذہنوں میں برائی اور بداخلاقی کا زہر گھول رہے ہیں۔ راجو شری واستو، سنیل پال اور احسان قریشی جیسے انٹرٹینر تفریح کے نام پر دوسروں کی پگڑی اچھالنے کا جرم کرتے ہیں اور اس کو تفریح کے نام پر جواز کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ اسلام میں اسی تفریحی پروگرام کی اجازت ہے، جو طنز و تضحیک اور توہین پر منتج نہ ہو۔ ''یا أیها الذین آمنوا لایسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی أن یکن خیرا منهن ولا تلمزوا أنفسکم ولا تنابزوا بالألقاب'' (اے ایمان والو! نہ تو مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہے ہیں) خود ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہی ہیں) خود ان سے بہتر ہوں، اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بہت بری بات ہے، اور جو لوگ ان باتوں سے باز نہ آئیں تو وہ ظالم لوگ ہیں) (حجرات:۱۱)۔

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے (مسلم: کتاب البر والصلۃ، حدیث نمبر: ۲۵۶۴)۔

مذاق اور تمسخر سے دشمنی سر ابھارتی ہے۔ اس سے لوگوں میں اختلاف اور تنازع کو ہوا ملتی ہے۔ ٹکراؤ اور تصادم کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اسی لیے علامہ عبد الرحمٰن سعدی نے لکھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے: تمسخر انھی لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے، جن کا دل برے اخلاق و آداب کی آماجگاہ اور ساری مذموم خصلتوں کا مرکز ہوتا ہے (تفسیر سعدی، ج:۷، ص:۱۳۵)۔

ایسے تمسخر کی ممانعت کے سلسلے میں آپ ﷺ کا منہج واضح اور ٹھوس تھا، جس کا نتیجہ لوگوں کی توہین و تضحیک کی شکل میں برآمد ہوتا ہو۔ ہم یہاں صرف دو مثالیں بیان کرنا چاہیں گے:

پہلی مثال حضرت ابوذر غفاریؓ کی ہے، ان سے روایت ہے کہ میں نے ایک آدمی سے گالم گلوچ کی اور اس کی ماں کو گالی دے ڈالی۔ تو آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: ابوذر! کیا تم نے اس کی ماں کو گالی دی، بلاشبہہ تم ایسے آدمی ہو، جس میں جاہلیت کی عادت ہے (بخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر:۳۰)۔

دوسری مثال حضرت عائشہؓ کی ہے وہ فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ آپ ﷺ کے لیے حضرت صفیہ کا فلاں فلاں عیب، یعنی صفیہ کا پست قد ہونا کافی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے ایسی بات زبان سے نکالی ہے کہ اگر وہ دریا میں گھول دی جائے تو وہ دریا پر غالب آجائے۔ حصرت عائشہؓ نے کہا: میں نے آپ کے سامنے ایک آدمی کی نقل اتاری ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ کسی انسان کی نقل اتاروں، اگرچہ مجھے اتنا اتنا روپیہ ملے (ابوداؤد، کتاب الادب، حدیث نمبر:۴۸۷۵)۔

تصویری صحافت؟

آج کا دور الیکٹرانک میڈیا، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دور ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ میں بات کو کہنے سے زیادہ تصویروں اور نقوش کے ذریعے عام قارئین کے ذہن و دماغ میں اتاری جاتی ہے۔ ایک تصویر جتنی مؤثر ہوسکتی ہے اتنی کوئی تحریر یا تقریر مؤثر نہیں ہوسکتی۔ علاوہ ازیں تصویر سے خواندہ اور ناخواندہ ہر شخص مستفید ہوسکتا ہے، تحریر صرف پڑھے لکھے افراد کو اپیل کرسکتی ہے اور بس۔ فلسطینی مسلمانوں اور دنیا کے دوسرے خطوں میں مسلمانوں کی مظلومیت کی مقدار و معیار کو جتنا نمایاں طریقے سے کسی تصویر سے ابھارا جاسکتا ہے، اتنا کسی تحریر کے ذریعے ممکن نہیں؛

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پونکہ جدید ذرائع ابلاغ "مالا تقوم المعصية بعينه" کے قبیل سے ہیں اور تمام امور کی حلت یا حرمت کا حکم اس کے مقاصد کے اعتبار سے لگایا جاتا ہے، اس لیے جس طرح "المشقة تجلب التيسير" اور "الضرورات تبيح المحظورات" کے تحت، شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ کے لیے، تصویر کھینچوانے کی اجازت دی گئی ہے، دعوت وتبلیغ اور بامقصد تعلیمی پروگرام کے لیے بھی اجازت دی جاسکتی ہے۔ لہو الحدیث کے ذریعے جس طرح اسلام مخالف عناصر ہمارے معصوم ذہنوں کو پراگندہ کررہے ہیں، اس سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو بچانے کے لیے اس قسم کے پروگرام بنانے اور اس کے نشر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے۔

اسی ذیل میں کارٹون سازی کا مسئلہ بھی آتا ہے۔ گورنمنٹ اور کسی بھی مشنری پر تنقید کرنے کے لیے کارٹون سازی کی اجازت بھی دی جاسکتی ہے۔ خاکہ اس طرح بنایا جائے کہ اس پر کسی تصویر کا اطلاق نہ ہوسکے۔

خلاصہ یہ کہ ذرائع ابلاغ کی مثال چھری کی ہے کہ اس کے ذریعے پھل بھی کاٹا جاسکتا ہے اور کسی کی گردن بھی۔ وہ محتسب کا کردار ادا کرکے کسی کی جان اور عزت وآبرو بھی بچا سکتا ہے اور کسی رہزن کا بھیس بدل کر کسی کی جان اور عزت وآبرو سے کھیل بھی سکتا ہے۔ وہ ظلم وستم اور جبر وتشدد کی حمایت اور بے حیائی اور بداخلاقی کا پرچار بھی کرسکتا ہے اور اصلاح وتبلیغ کے میدان میں مصلح ومبلغ کا رول بھی ادا کرسکتا ہے۔ مطلب یہ کہ ذرائع ابلاغ فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہیں؛ بلکہ اس کے حسن وقبح اور جواز وعدم جواز کا دارومدار اس کے استعمال اور نیت ومقصد پر موقوف ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ جہاں ذرائع ابلاغ کو اسلامی قانون اور ضوابط کی روشنی میں ملنے والے حقوق دیئے جائیں، وہیں اس پر ایک محتسب اور نگراں بھی مقرر کردیا جائے؛ تاکہ میڈیا ہر قسم کی بے راہ روی اور انحراف سے دور رہ کر معاشرے کی تعمیر اور ترقی کے لیے کام کرسکے۔ میڈیا میں درآنے والی برائیوں اور بے راہ روی کی وجہ سے ہی "پریس ایسوسی ایشن" کو گائڈ لائن جاری کرنی پڑتی ہے۔ اور پریس کونسل کے چیئرمین کو میڈیا کے اہل کاروں کو کھری کھوٹی سنانی پڑتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؛اس لیے یہ ضروری ہے کہ میڈیا ہر قدم پر بین الاقوامی ضابطۂ اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے حقائق کی ایسی ترجمانی کرے کہ اس کے ذریعے ایک صحت مند، بدعنوانی اور ہر قسم کی برائی سے پاک معاشرے کی تعمیر وتشکیل میں رہ نمائی مل سکے۔وہ خبروں کو نشر کرتے وقت فلاح عامہ اور انسانی عظمت وشرافت کا خیال رکھے۔تعلیمی معلوماتی اور تفریحی مواد کی اشاعت کے وقت حزم و احتیاط کا دامن تھامے رکھے۔مملکت اور ریاست کے حقوق اور اس کی عزت وتوقیر کے تعلق سے اپنی ذمہ داری کا ثبوت دے،جنسی جرائم اور بے حیائی پر مبنی پروگرام کی اشاعت سے اجتناب کرے،تاکہ میڈیا کا صاف ستھرا چہرہ عوام کے سامنے آئے اور اس کی معتبریت پر حرف نہ آئے۔ متنازعہ امور کی رپورٹنگ کرتے وقت اس بات کا خاص طور پر دھیان رکھا جائے کہ اس سے کسی خاص فریق کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔جیسا کہ دہشت گردی سے متعلق واقعات میں عموماً ایسا دیکھنے کو ملتا ہے کہ ذرائع ابلاغ اس واقعے پر ایسے سطحی تبصرے اور تجزیے نشر کرتے ہیں،جن سے ایک مخصوص طبقے کو موردالزام ٹھہرانے کی بو آتی ہے۔کسی بھی خبر کو مشتہر کرتے وقت میڈیا کے اہل کار قرآن کریم کی آیت: "یا أیها الذین آمنو إذا جاء کم فاسق بنبإ فتبینوا أن تصیبوا قوما بجهالة" کو نمونۂ عمل بنائیں،نیوز چینل اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ نیم عریاں رقاصاؤں اور فلمی اداکاروں کے ذریعے ، ماورائے اخلاق پروگرام نشر کرکے فحاشی اور عریانیت کو فروغ نہیں دیں گے چاہے ان کا TRP نیچے کیوں نہ آجائے اور انھیں اس کی بھاری سے بھاری قیمت ہی کیوں نہ چکانی پڑے۔اور اخلاقیات کو کبھی بھی اقتصادیات کے تابع نہیں بنائیں گے انھی خطوط پر عمل کرکے ذرائع ابلاغ کی آزادی کا صحیح اور سچا استعمال کیا جاسکتا ہے۔اور اسلامی شریعت کی رو سے ملنے والی صحافتی آزادی کا بھرپور استعمال کیا جاسکتا ہے۔اور اسی میں ذرائع ابلاغ کی دائمی عزت وعظمت اور آبرو کا راز مضمر ہے۔

نوٹ:اس مقالے کی تیاری میں قرآن وحدیث کے علاوہ درج ذیل اردو کتابوں سے جزوی مدد لی گئی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱)اسلام کا قانون صحافت، ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی، بک ٹاک ٹمپل روڈ لاہور، ۱۹۹۵ء(۲) تاریخ صحافت، افتخار کھوکھر، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۹ء(۳) اسلامی صحافت، عبدالسلام زینی، مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء(۴) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، نذرالحفیظ ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، ۲۰۰۱ء(۵) میڈیا: اردو اور جدید رجحانات، سہیل انجم، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۱۰ء۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی نسواں-اسلام ومغرب کے درمیاں

ڈاکٹر شمس الدین ندوی ☆

موضوع کے بارے میں بات کرنے سے پہلے دولفظ عنوان کے بارے میں عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''آزادی نسواں-اسلام ومغرب کے درمیان'' کا تقابل محل نظر ہے، کیونکہ تقابل ہمیشہ دو مساوی چیزوں کے مابین ہوتا ہے، اسلام ایک مذہب ہے جبکہ مغرب یا مغربیت مذہب نہیں ہے، بلکہ وہ ایک تمدن وتہذیب کا نام ہے، وہ ان کا وضع کردہ دستور زندگی ہے جس کا مذہب سے مطلق تعلق نہیں، اگر عنوان یوں ہوتا ''آزادی نسواں-اسلام ومسیحیت کے درمیان'' یا ''مشرق ومغرب کے درمیان'' تو بہتر ہوتا کہ دونوں ہی شریعتیں یا دونوں ہی تمدن ہوتے۔ کچھ یہی غلطی عام طور پر ہمارے کچھ مسلم دانشوروں سے ہوتی ہے کہ ایک طرف تو وہ مغربی تہذیب وتمدن کی خامیاں گنواتے ہیں اور اس کے بالمقابل مذہب کی خوبیاں، جبکہ اسلام کے بالمقابل کسی اور مذہب کی خوبیاں ہی زیر بحث آنی چاہئیں۔

عورت اسلام میں:

اسلام دین فطرت ہے، اس میں جو احکام دیئے گئے ہیں، وہ اس کے فاطر کے ہیں جس نے "فطرة الله التى فطر الناس عليها" پر انسان کی تخلیق فرمائی، اسلام مرد وعورت کے

☆ لیکچرار ایم ایل بی گرلس کالج، بھوپال۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان تفریق نہیں کرتا، نہ وہ عورت کے مقام کو Degrade کرتا ہے؛ بلکہ اس کا کہنا ہے کہ عورت مرد سے مختلف ہے، اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مرد سے کمتر یا مرد اس سے افضل وبہتر ہے۔

مذہب اسلام نے عورت کے مقام کو بلند تر کیا، اسے ماں کا درجہ دے کر جنت کو اس کے قدموں میں رکھ دیا، اسے بہن بنا کر" کلالہ" کی شکل میں مستحق میراث بنایا، عورت کو بیٹی کا روپ دے کر منبع رحمت بنایا اور فرمایا کہ "ضعیفة خرجت من ضعیفة" مذہب اسلام نے عورت ذات کو جو مقام وعزت مرحمت فرمائی، آج اسی اسلام اور اس کی تعلیمات کے ساتھ "وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلما وعلوا" کا معاملہ کیا جارہا ہے۔

ایڈورڈ ولیم لین (۱۸۷۶-۱۸۰۱ء) لکھتا ہے کہ:

The Fatal Point in Islam is the degradation of woman (1)

Selection from Kuran, London 1982 PXC

یہ بات سراسر اسلام وتعلیمات اسلامی کے خلاف ہے، لیکن ایک ہٹ دھرم نے ایک بات کہی اور وہ ایسی پھیلی کہ ہر شخص ایس بے چون وچراں ایسے تسلیم کرنے لگا جیسے وہ کوئی مسلمہ حقیقت ہو، یہی غلطی بھارت کے سابق چیف جسٹس چندراچوڑ نے شاہ بانو کیس میں کی اور اپنے فیصلے میں اس بے تکے بیان کو اس طرح دہرایا جیسے وہ کوئی غیر متنازع فیہ مسئلہ ہو، فالی اللہ المشتکی۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

عورت زمانہ قدیم میں:

زمانہ قدیم میں مرد عورت کے بالمقابل معاشی ذمہ داریاں سنبھالتا تھا، میدان جنگ میں دشمن سے نبرد آزما ہوتا تھا، محنت وجفاکشی کے تمام کام وہی انجام دیتا تھا، لہذا یہ رائے قائم کرلی گئی کہ مرد اعلی وبرتر ہے اور عورت چھوٹی اور کمتر ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر اقوام عالم نے عورت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں طرح طرح کی تحقیری کہانیاں وبے اصل افسانے گھڑے اور انہیں اس پس منظر کے باعث اتنا قبول عام حاصل ہوا کہ لوگ انہیں حقیقت سمجھ کر ان پر یقین کرنے لگے، انہیں جھوٹے افسانوں میں سے ایک افسانہ وہ ہے جو اہل یونان ویورپ میں بہت زیادہ مشہور ہے، یہ افسانہ ''پہلی عورت'' کے بارے میں ہے: خاتون اسلام کا مصنف رقم طراز ہے کہ:

اس پہلی عورت کا نام پانڈورا (Pandora) ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''سب کچھ دینے والا'' مگر استعمال کے اعتبار سے یہ لفظ ایک برا مفہوم رکھتا ہے یعنی ہر قسم کی خرابیاں دینے والا، مفروضہ کہانی کے مطابق ایک دیوتا پرومی تھیس (Prometheus) نے آسمان سے آگ چرائی اور اس کو زمین میں بسنے والے انسانوں تک پہنچا دیا، دیوتاؤں کے بادشاہ زیوس (Zeus) کو یہ بات ناپسند ہوئی، اس نے زمینی مخلوقات سے اس نعمت کو کالعدم کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ اس نے ایک عورت بنائی جس کا نام پانڈورا تھا، اس کے بعد اس نے اس عورت کو زمین پر بھیج دیا، زمین پر اس وقت ایپی تھیس (Epimetheus) آباد تھا، اس نے پانڈورا کی ظاہری کشش سے متاثر ہو کر اس کو اپنی بیوی بنا لیا اور وہ اس کے ساتھ رہنے لگی، اس پہلی عورت کے ساتھ ایک بکس تھا، جس کو فرضی طور پر پانڈورا کا بکس (Pandora's Box) کہا جاتا ہے، پانڈورا نے زمین پر قیام کرنے کے بعد ایک روز اپنا یہ بکس کھول دیا، اس بکس کے اندر ہر قسم کی برائیاں (Evils) بھری ہوئی تھی، بکس کھلتے ہی تمام برائیاں زمین پر پھیل گئیں، اس کے بعد پھر یہ زمین کبھی برائیوں سے خالی نہ ہو سکی (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، کونس انسائیکلو پیڈیا، تحت لفظ Pandora وحید الدین خاں، خاتون اسلام، ص ۱۷)۔

یہی افسانہ معمولی اختلاف کے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی مشہور ہوا، یہ افسانہ خاتون اول حضرت حوا کے بارے میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدم جنت میں آرام سے تھے، حوا ان کے اخراج کا سبب بنیں، حوا کو سانپ نے بہکایا اور آدم کو حوا نے، اس طرح انسان اس (Original Sin) کا مرتکب ہوا جس میں پوری انسانیت شریک ہو گئی، وہ صرف ایک عورت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے ہوا، گرنتھیوں کے نام ''پولس رسول'' کے پہلے خط میں درج ہے:

پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہئے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے (گنتی، اگرنتھیوں ۱۱:۱۰)۔

ارسطو نے بھی دعوی کیا کہ عورتوں کے دانت مردوں سے کم ہوتے ہیں۔

قرآن وحدیث میں عورت:

اس کے برعکس اسلام نے نہ صرف عورت کو میراث کا حقدار بنایا؛ بلکہ اسے میزان و معیار قرار دے کر مرد کا حصہ مقرر کیا: "للذکر مثل حظ الانثیین"۔ ذیل میں چند آیات قرآنیہ واحادیث درج کی جارہی ہیں، جن سے عورتوں کے حقوق، ان کے مرتبہ، مرد وزن کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے:

"وعاشروهن بالمعروف، فان كرهتموهن فعسى أن تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا" (سورۂ نساء:۱۹)۔

"ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف، وللرجال عليهن درجة والله عزيز حكيم" (سورۂ بقرہ:۲۲۸)۔

"ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة" (الروم:۲۱)۔

"ومن يعمل من الصالحات من ذكر وأنثى وهو مؤمن فأولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون فتيلا" (نساء:۱۲۴)۔

احادیث نبویہ ﷺ:

"ما اكرم النساء إلا كريم وما أهانهن إلا لئيم" (رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق)۔

"أكمل المؤمنين ايمانا أحسنهم خلقا، وخياركم خياركم لنسائكم" (رواہ الترمذی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"الدنیا کلها متاع وخیر متاعها المرأة الصالحة" (رواہ مسلم)۔

"لیس من متاع الدنیا شئ افضل من المرأة الصالحة" (ابن ماجہ)۔

"عن ثوبان قال لما نزلت: والذین یکنزون الذهب والفضة.....الآیة کنا مع النبی ﷺ فی بعض أسفاره فقال بعض أصحابه: نزلت فی الذهب والفضة، لو علمنا أی المال خیر نتخذه، فقال: أفضله لسان ذاکر وقلب شاکر وزوجة مؤمنة تعینه علی ایمانه" (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

اسلام میں عورت کی آزادی:

مذہب اسلام نے مرد کی طرح ہر عاقل بالغ عورت کو حق آزادی عطا کیا، اور یہ آزادی ہر میدان میں ہر اعتبار سے اسے حاصل ہے، بس اس فرق کے ساتھ کہ مرد وعورت ایک دوسرے سے مختلف ہیں نہ کہ مرد عورت سے افضل، مرد کی قوامیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ عورت سے برتر ہے، اسلام میں مقام ومرتبہ کے اعتبار سے مرد وعورت دونوں یکساں ہیں، مثلاً ایک عورت اگر مرد کو قتل کردے تو قصاصاً عورت کو بھی قتل کیا جائے گا، اسی طرح مرد اگر کسی عورت کی جان لیتا ہے تو بدلہ میں اسے بھی سزا قتل ہی کی دی جائے گی، حدیث میں ہے: "ان الرجل یقتل بالمرأة" کیا عورت کی آزادی کو بتلانے والی اس سے بھی زیادہ کوئی واضح مثال یا نمونہ ہوسکتا ہے؟ "هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین" (نمل:۶۴)۔

اسلام یا اسلامی تعلیم کو ہدف تنقید بنانے والے اگر مسلمانوں کے بجائے مذہب اسلام کو قرآن وحدیث سے سمجھیں تو ان کی غلط فہمی نہ صرف دور ہوگی بلکہ ان کی آنکھیں خیرہ ہوجائیں گی کہ اسلام نے عورت کو عزت وبلندی کے کس مقام پر فائز کیا ہے، لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ اس کی اجازت کے بغیر شادی کا عمل پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا، مطالبہ مہر پر اسے فی الفور مہر ادا کرنا ہوگا، اگر وہ مہر معاف کردے تو اس کا یہ معاف کرنا معتبر ہوگا، اگر کسی وجہ سے رشتہ ازدواج کا نبھاؤ مشکل ہورہا ہو تو خلع کے ذریعہ وہ اس جوئے کو اپنی گردن سے اتار پھینک سکتی ہے، اس کی گواہی معتبر،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا اقرار معتبر، اس کا انکار معتبر۔

آزادی خاتون کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب منبر اسلام سے مسلمانوں کو ایک لائحہ عمل دے رہے ہیں اور مہر کی زیادتی سے روک رہے ہیں، اچانک ایک خاتون کھڑی ہوتی ہے اور عمر سے پوچھتی ہے کہ اے عمر! ہم تیری مانیں یا اللہ کی؟ اللہ کی، عمر کا جواب تھا، تو اس خاتون نے کہا کہ اللہ تو کہہ رہا ہے: "و آتیتم احداھن قنطارا فلا تأخذوا منه شیئا"، حضرت عمر علی رؤوس الاشہاد برملا یہ اعتراف کرتے ہیں کہ "اصابت امرأۃ واخطأ عمر"

شیشوں میں نزاکت پیدا کی کردار کے جوہر چمکائے

مغربی عورت کی آزادی:

مغربی تہذیب کے علمبرداروں نے دین کو چھوڑ کر عورت ذات کے ساتھ لطف وکرم کی بالکل نئی بنا ڈالی، انہیں اسلام میں قدامت پسندی، اس کی تعلیمات میں جکڑن اور عورت کی آزادی پر قدغن نظر آئی، جسے انہوں نے آزاد کرنے کا فیصلہ لیا اور فطرت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا بیڑا اٹھالیا، لیکن اس کا انجام کیا ہوا؟ بقول اقبال:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیاں بنے گا وہ ناپائیدار ہوگا

عورت مرد سے کسی طرح کم نہیں ہے، لہذا دونوں میں کامل مساوات ہونا چاہئے، اس خوشنما، دلفریب، غیر فطری تخیل کو وجود میں لانے کے لئے خاندان ومعاشرت کا سارا ڈھانچہ الٹ پلٹ دیا گیا، لیکن اخیر میں جو چیز حاصل ہوئی وہ یہ کہ عورت تو گھر سے باہر آ گئی مگر وہ مرد کی ہمسر نہ بن سکی؛ کیونکہ فطرت اپنے اصولوں پر گامزن رہتی ہے، چاہے انسانی تخیلات وخواہشات کتنا ہی چاہیں کہ وہ ان کا ساتھ دے، ذیل میں ہم چند مثالوں سے واضح کریں گے کہ فطرت سے جنگ کرنا کیا بھیانک نتائج لاتا ہے اور انسان کو اس کی کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱-شادی نہ کرنا:

Greta Garbo کسی زمانہ میں ہالی ووڈ کی مشہور ترین ایکٹریس تھی، مگر اب بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے کے بعد فلمی دنیا میں اس کی قیمت نہیں، اس کے پرانے دوست بھی اس کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں، ۱۸ر ستمبر ۱۹۸۰ء کو اس نے اپنی ۷۵ ویں سالگرہ تنہا منائی، گریٹا گاربو کے سوانح نگار نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس بات پر افسوس ہے کہ آپ نے شادی نہیں کی، جس کی وجہ سے آج آپ کی تنہائیوں کا کوئی ساتھی نہیں ہے، گریٹا گاربو نے غمگین لہجہ میں جواب دیا:

Not getting married was a mistake(Hindustan Times21,Sep,1980)

ہائے اس زور پشیماں کا پشیماں ہونا

ناکامی کا اعتراف:

امریکہ کی ایک ایکٹریس جین سیبرگ (Jean Seberg) نے اپنی پرکشش شخصیت کی وجہ سے غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل کی، اس نے ایک گھر بسانے کے بجائے لاکھوں گھروں کے لئے سامان تفریح بننے کو ترجیح دی مگر مرنے کے بعد اس کی ڈائری پڑھی گئی جس میں یہ الفاظ درج تھے:

I wish I had stayed home (Times of India8,Nov,1981)

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب وہ شمع بزم ہے پہلے چراغ خانہ تھی

شہرت کا بوجھ:

فرانس کی تاریخ میں جس خاتون نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی، وہ Brigitte

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Bardot ہے، کہا جاتا ہے کہ بی بی کے ذریعہ باہر کی دولت جو فرانس میں آئی، وہ اس سے بھی زیادہ ہے جو مشہور رینالت (Renault) موٹر کمپنی کے ذریعہ فرانس میں آئی، اس کی مقبولیت اتنی بڑھی کہ بعض اوقات وہ اپنے گھر سے باہر نکلنے میں صرف اس لئے کامیاب نہ ہوسکی کہ اس کے گھر کے باہر فوٹو گرافروں کی ناقابل عبور فوج کھڑی تھی، اس کے نام روزانہ اتنے زیادہ خطوط آتے تھے کہ ان کی منتخب تعداد کو پڑھنا بھی اس کے لئے ناممکن تھا، لیکن اس کی یہ شہرت اس کے لئے بوجھ بن گئی، اس نے خودکشی کے ارادہ سے ایک رات زیادہ مقدار میں خواب آور گولیاں کھالیں، تاہم وہ مر نہ سکی، جب وہ اس نازک حالت میں اسپتال لے جائی جارہی تھی، فوٹو گرافروں نے اس کی ایمبولنس کار کو زبردستی روکا تاکہ وہ اس کا فوٹو لے سکیں، ایک رپورٹ کے مطابق:

She never really felt at ease in front of the camera

شدت خلوص بھی ایک جرم عاشقی
پروانہ جل کے شمع کو بدنام کرگیا

۳۹ سال کی عمر میں جب پچاس کامیاب فلمیں بنا چکی تھی اس نے اچانک اپنا کریئر ختم کردیا، وہ فلمی دنیا سے بالکل بے تعلق ہوگئی، اس نے اپنی شاندار رولس رائس کار فروخت کردی اور اپنے مکان میں تنہا رہنے لگی جہاں وہ ایک معمولی انسان کی طرح خاموش زندگی گزار سکے (خاتون اسلام: وحیدالدین خاں، ص ۹۱، ۹۲)۔

شہرت کی بلندی بھی پل بھر کا تماشا ہے
جس شاخ پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے

مطلق آزادی رحمت نہیں زحمت ہے، نعمت نہیں لعنت ہے، آزادی یا آزادی نسواں صرف اتنی ہی مفید ہے جس کی اسلام نے اجازت دی ہے، جس کے حدود اربعہ اسلام نے متعین کردیئے ہیں، کسی ملک کی آزادی پر ایک شہری زور زور سے ہاتھ ہلا کر چل رہا تھا، اس کا ہاتھ سامنے سے آنے والے ایک دوسرے شہری کی ناک سے ٹکرا گیا، اس نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے والے نے جواب دیا: میرا ملک آزاد ہو گیا، اس لئے میں آزادی کا جشن منا رہا ہوں، سامنے والے نے جواب دیا کہ تمہاری آزادی وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں سے میری ناک شروع ہوتی ہے۔

''مرد و زن کی عدم یکسانیت کا نظریہ ابھی صرف علمی تحقیق ہے، ابھی وہ فکری انقلاب نہ بن سکا، اس دنیا کا قاعدہ ہے کہ کوئی نقطۂ نظر خواہ کتنا ہی مدلل ہو وہ لوگوں کے درمیان اس وقت تک عمومی قبولیت حاصل نہیں کرتا جب تک اس کو فکری انقلاب کا درجہ نہ دے دیا جائے، یہ اور اس طرح کی دیگر اسلامی تعلیمات و نظریات کو ایک فکری انقلاب درکار ہے، علم جدید نے اس کے حق میں استدلالی بنیاد فراہم کر دی ہے، اب ضرورت ہے کہ اہل ایمان اس مہم کو آگے بڑھائیں اور اس کے حق میں ضروری جد و جہد کر کے اس کو عالمی فکری انقلاب کے درجہ تک پہنچائیں'' (ایضاً ص ۸، مقدمہ کتاب)۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار رائے کی آزادی اور اس کی حدیں

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

مفتی محمد مقصود رامپوری ☆

ادع إلى سبيل ربک بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن، وقال النبي ﷺ من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلک اضعف الايمان۔

پروردگار عالم کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور سوچنے سمجھنے وغور وفکر کرنے اور بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ اسلام نے انسان کو جہاں دوسری آزادیاں دی ہیں، ان کے ساتھ ساتھ بولنے سمجھنے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کی بھی آزادی دی ہے۔ ہر انسان جس چیز کو اچھا سمجھے یا برا سمجھے، اس کا اظہار کرسکتا ہے، اور اسلام کے اندر اس بات کو بطور حکم بیان کیا گیا ہے کہ انسان جب اخلاقی وشرعی ضابطہ کے خلاف کوئی عمل دیکھے تو فوراً اس کے خلاف آواز اٹھائے اور اسے دیکھ کر خاموش نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر" (اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی قائم ہو جو بھلائی کی دعوت دے اور برائی سے روکے)۔ دوسری جگہ پروردگار عالم کا

☆ خادم دارالافتاء، جامع العلوم فرقانیہ، رام پور۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشادگرامی ہے:"الذین إن مکناهم فی الأرض أقاموا الصلوٰة وآتوا الزکاة وأمروا بالمعروف ونهوا عن المنکر" (ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں طاقت دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکاۃ ادا کریں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے)۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تمام شہداء کے سردار حضرت حمزہ ہیں اور وہ شخص بھی ہے جس نے ایک ظالم بادشاہ کے سامنے اٹھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا اور اس کی وجہ سے اسے قتل کر دیا گیا۔

چنانچہ امام احمد، نسائی اور بیہقی نے ایک روایت بیان کی ہے:" أفضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر" (ظالم بادشاہ کے سامنے حق کی بات کہنا سب سے بڑا جہاد ہے)۔

اسلام نے جہاں انسان کو زبان و بیان کی آزادی و رائے دہی کا حق دیا ہے، وہیں یہ بھی اس پر پابندی لگائی ہے کہ ایسی آزادی سے باز رہے جس سے اخلاق و آداب کے حدود متاثر ہوں یا عالم کے نظام میں فساد برپا ہو یا کسی کی ذات و تشخص اور مذہب و مشرب و مسلک پر لعن وطعن یا بدگوئی ہو۔ ایسی آزادی کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اپنی رائے دینے اور اس کو ظاہر کرنے کا اختیار ہر شخص کو حاصل ہے مگر دوسرے کو نامزد کر کے برا کہنے اور اس کی تنقیص کرنے کا اختیار شرعاً حاصل نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے کتنی عمدہ حکمت عملی کی انسانوں کو تعلیم دی ہے اور اپنے نبی کو خطاب فرما کر نبی کی امت کو تعلیم دی ہے۔ فرمایا: اے نبی! اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان پر حجت ایسے طریقہ پر قائم کیجئے جو بہتر ہو اور دل میں اتر جائے۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:"خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلین" (درگزر کیجئے اور بھلائی کا حکم دیجئے اور نادانوں سے اعراض کیجئے) اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:"واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما" (اور جب ان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نادان لوگ بات کریں تو وہ سلاماً کہہ دیں) یعنی خاموشی سے گذر جائیں یا بلطائف الحیل ٹال دیں۔ نیز اہل اسلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدواً بغير علم" (تم ان لوگوں کو برا مت کہو جو ہمارے علاوہ کسی دوسرے کی پرستش کرتے ہیں تاکہ پھر وہ اس کے جواب میں بغیر سوچے سمجھے ہمیں برا کہیں۔

"لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم" (اللہ پسند نہیں کرتا کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا مگر وہ جس پر ظلم ہوا ہو)۔ اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ ولا تجادلوا أهل الكتاب إلا بالتي هي أحسن إلا الذين ظلموا منهم" (اور اہل کتاب سے جھگڑا مت کرو مگر اس طرح سے جو بہتر ہو، سوائے ان لوگوں کے جو بے انصاف ہیں)۔ وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ان تمام مذکورہ بالا آیات واحادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کو اخلاقی وادبی وشرعی حدود میں رہتے ہوئے اسلامی تعلیمات کے مطابق زبان وبیان واظہار رائے کی آزادی دی ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ باقاعدہ اسلام نے شورائی قانون کا نظام پیش کیا اور اس وقت پیش کیا جب اہل عرب اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وشاورهم في الامر" اور دوسری جگہ فرمایا: "وامرهم شورى بينهم" - اس شورائی نظام کی اہمیت اور اس کی منزلت کو برقرار رکھنے کے لئے اس میں طے شدہ فیصلہ کو تسلیم کرنے کا سب کو حکم دیا گیا؛ کیونکہ شورائی نظام میں اختلاف رائے کا ہونا لازمی ہے اور آزادی کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہر شخص اپنے خیال اور علم کے مطابق اپنی رائے پیش کرے لیکن اجتماعی یا اکثریتی فیصلہ ہو جانے کے بعد ہر ایک کو اس فیصلہ کی قدر کرنا ہی پڑے گی بشرطیکہ اسلامی تاریخوں سے وہ نہ ٹکرائے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اسی آزادی رائے کے مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض مواقع پر صحابۂ کرامؓ کو جمع فرمایا اور ان سے مشورہ کیا۔ غزوۂ احد کے موقع پر قریش کی تیاری اور جبل احد کے قریب ان کے آجانے کی اطلاع حضور کو ملی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع فرمایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مشورہ کیا کہ قریش سے مدینہ کے اندر رہ کر جنگ لڑی جائے یا مدینہ کے باہر جا کر لڑی جائے؟ آپ ﷺ کی رائے اس میں یہ تھی کہ جنگ مدینہ کے اندر قلع بند ہو کر لڑی جائے، چنانچہ آپ کی رائے سے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے جو منافق تھے، اتفاق کیا؛ مگر اکثر صحابۂ کرام کی رائے تھی کہ جنگ مدینہ سے باہر جا کر لڑی جائے۔ اسی اکثریتی فیصلہ کی حضورؐ نے قدر کی اور اسی پر اتفاق کر لیا اور گھر میں تشریف لے گئے اور ہتھیار لگا کر باہر تشریف لائے، اگرچہ صحابۂ کرام کو حضورؐ کے مشورہ کے خلاف فیصلہ پر چلنا بہت دشوار کن ثابت ہوا لیکن اللہ کے رسولؐ نے آزادی رائے کی قدر کی اور اسی پر فیصلہ کیا۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام نے بھی اسی پر عمل کیا، حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں فتنۂ ارتداد پیدا ہوا۔ اکثر صحابۂ کرامؓ کی رائے تھی کہ مرتدین اسلام اور مانعین زکاۃ سے جنگ نہ کی جائے بلکہ ان سے مصالحت کا طریقہ اختیار کیا جائے، حالانکہ بعض صحابۂ کرام کی رائے تھی جن میں خود صدیق اکبرؓ بھی شامل تھے کہ مرتدین اور مانعین زکاۃ سے جنگ ہونا چاہیے۔ آخر کار صدیق اکبرؓ کی رائے پر بحث ومباحثہ کے بعد فیصلہ ہوا اور جنگ کا آغاز ہوا تو وہ صحابۂ کرام جو آپ کی رائے کے خلاف تھے جنگ میں سب سے آگے نظر آئے تھے۔ معلوم ہوا کہ آزادی رائے کو اسلام نے سراہا ہے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام امت مسلمہ کو اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آزادی کا تصور

(ایک تجزیہ)

ظفر دارک قاسمی☆

اسلام میں آزادی کا مفہوم:

اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو تمام دنیائے انسانیت کو مکمل آزادی عطا کرتا ہے اور تمام اقوام وملل کا احترام کرتا ہے، اللہ کی کتاب اور رسول اکرم کے فرمودات میں بارہا اس کی تلقین کی گئی ہے کہ انسانیت کا احترام وتقدس، عزت نفس، اکرام مومن کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے؛ چنانچہ آزادی کی خاطر انسانوں اور انسانوں کے درمیان کھڑی دیواروں کو منہدم کر دیا، غلامی کی مکررہ روایت جو صدیوں سے بڑی بڑی سلطنتوں اور تہذیبوں کی پشت پناہی سے پوری دنیا میں چھائی ہوئی تھی، دھیرے دھیرے اس طرح نابود کر دیا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں آقا وغلام برابر آکر کھڑے ہو گئے اور غلام کو آزاد کرنا اور اسے برابر کا درجہ دینا ایک فضیلت، نیکی اور شرف کا اقدام تصور کیا جانے لگا، اسی وجہ سے بے شمار غلام اسلامی مملکت کے بلند ترین مناصب تک پہنچ گئے، حضرت عمرؓ کو جب مکہ کے گورنر نافع بن الحارث نے بتایا کہ میں آزاد کردہ غلام ابن امیری کو اپنا نائب بنا کر آیا ہوں تو آپ نے ان کی صفات سنیں اور پھر خوش ہو کر فرمایا: کیوں نہ ہو! ہمارے نبی فرما گئے ہیں کہ اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بعض کو اوپر اٹھائے گا اور بعض کو نیچے گرائے گا۔

☆ ریسرچ اسکالر شعبۂ دینیات (سنی) اے ایم یو، علی گڑھ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی آزادی کا اعلان خود قرآن حکیم میں کیا گیا ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُواْ عِبَاداً لِّي مِن دُونِ اللّهِ وَلَـكِن كُونُواْ رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ (آل عمران:۷۹)۔

''کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے غلام بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ ربانی (خدا کے غلام) بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے کہ جسے تم پڑھتے ہو اور پڑھاتے ہو''۔

اسلام آزادیٔ انسانیت کے سلسلہ میں مسلم و غیر مسلم کی تفریق نہیں کرتا۔ غیر مسلموں کو بھی اسلامی ریاست آزادی کی ضمانت دیتی ہے۔ اور اس سلسلے میں فقہاء نے یہ اصول بیان کیا ہے: ''لهم مالنا وعليهم ما علينا'' یعنی ان کے حقوق وہی ہیں جو ہمارے حقوق ہیں اور ان کی ذمہ داری اور ہماری ذمہ داریاں بھی یکساں ہیں۔

اسلام نے انسانی آزادی کی اہمیت پر خاصا زور دیا ہے حتی کہ کسی کی نجی زندگی میں تاک جھانک کی اجازت نہیں دیتا اور اسلامی ریاست میں فرد کو تخلیہ کی مکمل آزادی حاصل ہے۔ سورہ نور میں اللہ کا واضح فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَداً فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ○ (سورۂ نور:۲۷-۲۸)۔

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو..... اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ سطور سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اسلام نے انسانی آزادی کا کتنا خیال رکھا ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانیت کو جن بنیادی آزادیوں کی ضرورت پڑتی ہے ان کا خاکہ سامنے آجائے تاکہ انسان ان اصول وقوانین کی روشنی میں زندگی گزارنے کا مجاز ہو۔

جان ومال کی آزادی:

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو تقریر فرمائی تھی اس میں فرمایا تھا کہ تمہاری جانیں اور تمہارے مال ایک دوسرے پر قیامت تک کے لئے حرام ہیں۔

إن دماء كم و أموالكم عليكم حرام إلى أن تلقوا ربكم.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً (النساء: ۹۳)۔

''جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ اس پر سخت غضب ناک ہے اور اس نے اس (قاتل) پر لعنت فرمائی ہے اور اس کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

نبی ﷺ نے ذمیوں [یعنی مسلم ریاست کے غیر مسلم شہریوں] کے متعلق بھی فرمایا:

من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة (بخاری، کتاب الدیات)۔

''جس نے کسی معاہد (یعنی ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ سکے گا۔''

قرآن قتل کو حرام قرار دینے کے بعد اس میں صرف ایک استثنار کھتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایسا قتل حق کے ساتھ ہو یعنی ناحق نہ ہو بلکہ کوئی قانونی حق اس کا تقاضا کرتا ہو کہ آدمی کو قتل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ حق اور ناحق کا فیصلہ ایک عدالت ہی کر سکتی ہے اور جنگ یا بغاوت کی صورت میں ایک عادل حکومت، یعنی شریعت کی پابند حکومت ہی یہ طے کر سکتی ہے کہ برحق جنگ کون سی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں انسانی خون بہانا جائز ہو، اور قانون اسلام کی رو سے باغی کون قرار پاتا ہے، جس پر تلوار اٹھائی جائے یا جسے موت کی سزا دی جائے۔

یہ فیصلے نہ کسی ایسی عدالت پر چھوڑے جا سکتے ہیں جو خدا سے بے خوف انتظامیہ سے مرعوب وخوفزدہ ہو کر انصاف کا خون کرنے لگے اور نہ کسی ایسی حکومت کے جرائم قرآن وحدیث کی سند پر جائز قرار پا سکتے ہی جو بلا تکلف اپنے شہریوں کو صرف اس لیے خفیہ یا اعلانیہ اشارے پر قتل جیسے جرم عظیم کا ارتکاب کرنے والوں کا الٹا تحفظ بہم پہنچاتی ہو کہ ان کے خلاف نہ پولیس کارروائی کرے نہ عدالت میں کوئی ثبوت اور شہادت پیش ہو سکے۔ ایسی حکومت کا وجود ہی ایک جرم ہے، کجا کہ اس کے حکم سے کسی انسان کے قتل پر قرآن کی اصطلاح ''قتل بالحق'' کا اطلاق ہو سکے۔

جان کے ساتھ مال کے تحفظ کا حق بھی اسلام نے پوری صراحت کے ساتھ دیا ہے۔ جیسا کہ خطبۂ حجۃ الوداع کے حوالہ سے آ چکا ہے بلکہ قرآن مجید تو خدا کے قانون کے سوا کسی اور طریقہ سے لوگوں کے مال لینے کو قطعی حرام قرار دیتا ہے۔ ولا تأكلو أموالكم بينكم.....الخ۔ اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھایا کرو۔

روزگار کی آزادی کا حق:

اسلام میں ہر جائز ذریعۂ روزگار کو مستحسن قرار دیا گیا ہے، حدیث میں ہے: ما أكل أحد طعاماً قط خير من أن يأكل من عمل يديه وإن نبي الله داوٗد يأكل من عمل يديه (صحیح البخاری: ۲/۷۳۰)۔

''کوئی بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر اور کوئی کھانا نہیں کھا سکتا اور اللہ کے نبی داؤد اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے''۔

اسلامی مملکت میں اقلیتوں سمیت ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ تجارت، صنعت وزراعت، غرض یہ کہ جو کام بھی وہ کرنا چاہے کر سکتا ہے بشرطیکہ ان چیزوں کے قریب نہ جائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے، جیسے سودی معاملات ہیں، اور جائز حدود میں بھی اخلاقی قدروں کا لحاظ رکھے۔ اپنے کام کی وجہ سے کسی دوسرے کی تجارت یا صنعت کے درپے آزادانہ ہو، یہ اسلامی شریعت میں ناجائز ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (النجم:۳۹)۔

''اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے''۔

حکومت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی فرد کو جائز کاموں کے کرنے سے روک دے؛ البتہ اگر کوئی شرعی ضرورت ہو تو ایسا کر سکتی ہے؛ تاکہ وہ اپنے اثر و رسوخ اور منصب کا ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکیں اس لیے حضرت عمر بن خطابؓ اپنے گورنروں کی مالیت کا محاسبہ کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی یہ جواز پیش کرتا کہ میں نے تجارت سے نفع کما کر یہ دولت اکٹھی کی ہے تو آپ فرماتے:

نحن بعثنا کم ولاۃ و لم نبعثکم تجاراً (محمد حسین ہیکل، الفاروق ۲/ ۲۰۳)۔

''ہم تمہیں والی بنا کر بھیجتے ہیں تاجر بنا کر نہیں''۔

تمدنی اور معاشرتی آزادی کا حق:

اسلامی ریاست میں اقلیتیں اپنی قومی اور تہذیبی روایات کے مطابق رہ سکیں گی، یہاں تک کہ ان کے شخصی معاملات یعنی نکاح، طلاق، بایں حد کہ نکاح محرمات بھی اگر ان کے تہذیبی شعار میں رائج ہو تو اس سے بھی کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت حسن بصری سے دریافت فرمایا کہ خلفاء راشدین نے اہل ذمہ کو نکاح محرمات کی کیوں اجازت دے دی تھی اور شاید آپ اس پر پابندی لگانا چاہتے تھے؛ کیونکہ یہ فعل شناعت کے اعتبار سے اس قدر شنیع ہے کہ فطرت سلیم اسے ہرگز قبول نہیں کرتی، جواب میں حضرت حسن بصریؒ نے لکھا:

''انہوں نے جزیہ اس لیے دیا ہے کہ انہیں ان کے اعتقادات پر چھوڑ دیا جائے، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ تو خلفاء راشدین کی پیروی کرنے والے ہیں نہ کہ نئی راہ بنانے والے (سرخسی، المبسوط ۳۹/۵)۔

آبرو کا تحفظ:

دوسرا اہم حق شہری کی عزت کا تحفظ ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی صرف جان و مال ہی کو ایک دوسرے پر حرام قرار نہیں دیا ہے بلکہ ان کی عزت وآبرو (اعراضکم) کو بھی تا قیامت حرام ٹھہرایا ہے۔ قرآن مجید میں صاف حکم ہے کہ لایسخر قوم من قوم، ''لوگ ایک دسرے کا مذاق نہ اڑائیں''، ایک دوسرے کی تضحیک نہ کریں۔ ولا تلمزوا انفسکم، ''اورتم آپس میں ایک دوسرے پر چوٹیں نہ کرو'' الزام نہ دھرو، طعنے نہ دو، کھلم کھلا یا زیرِ لب یا اشاروں سے اس کی تذلیل نہ کرو۔ ولا تنا بزوا بالالقاب، ''ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔'' ولایغتب بعضکم بعضا، اورتم میں سے کوئی کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی نہ کرے، یہ ہے ہمارا قانون تحفظ عزت جو اہل مغرب کے قانون ہتک عزت (Defamation) سے بدر جہا بہتر ہے۔ ہمارے قانون کی رو سے اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ کسی نے کسی شخص کی عزت پر حملہ کیا ہے تو قطع نظر اس سے کہ وہ مظلوم اپنے آپ کو عزت دار ثابت کرتا ہے یا نہیں، ظالم کو اس کی سزا بہر حال دی جائے گی۔

لیکن مغربی قانون کا کمال یہ ہے کہ ہتک عزت کا دعوی کرنے والے کو پہلے یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ وہ عزت والا ہے اور اس بحث میں اس غریب کی اس سے زیادہ توہین وتذلیل ہوجاتی ہے جس کی فریاد لے کر وہ انصاف کا دروازہ کھٹکھٹانے گیا تھا۔ مزید برآں اسے چند ایسے گواہ بھی پیش کرنے پڑتے ہیں کہ ملزم کی توہین آمیز باتوں سے وہ واقعی انَ کی نگاہ میں ذلیل ہوگیا ہے، کس غضب کی قانون دانی ہے یہ، جسے خدا کے بنائے ہوئے قانون کے سامنے لایا جاتا ہے۔

اسلام تو بجائے خود کسی شخص کی توہین کو جرم قرار دیتا ہے، خواہ [معاشرے کی نظر میں] عزت والا ہو یا نہ ہو، اور خواہ توہین کرنے والے کی باتوں سے اس کی واقعی توہین ہوئی ہو یا نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی قانون کی رو سے ملزم کے اس فعل کا ثابت ہو جانا اس کو مجرم قرار دینے کے لیے کافی ہے کہ اس نے ایسی بات کی ہے کہ جو عقل عام (Comon Sense) کے لحاظ سے مستغیث کے لیے موجب توہین ہو سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل مغرب آزادی اظہار کی حدود سے زیادہ آشنا نہیں رہے۔ وہ اپنے اسی مقولے کو بھلا چکے ہیں کہ ''تمہاری آزادی وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں سے میری ناک کا آغاز ہوتا ہے''۔

نجی زندگی کی آزادی :

اسلام نے ہر انسان کو یہ حق دیا ہے کہ اس کی نجی زندگی میں کوئی ناروا مداخلت نہ ہونے پائے۔ قرآن مجید کا حکم ہے کہ "لا تجسسوا" ایک دوسرے کے حالات کا تجسس نہ کرو۔ "لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا" لوگوں کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک تاکید کی کہ آدمی خود اپنے گھر میں بھی اچانک نہ داخل ہو بلکہ کسی نہ کسی طرح اہل خانہ کو خبردار کر دے کہ وہ اندر آ رہا ہے؛ تاکہ ماں بہنوں اور جوان بیٹیوں پر ایسی حالت میں نظر نہ پڑے جس میں وہ اسے پسند نہ کر سکتی ہوں کہ انہیں دیکھا جائے (البخاری)۔

دوسروں کے گھر میں جھانکنے کی کوشش کرنا بھی سخت ممنوع ہے؛ حتی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنے گھر میں جھانکتے ہوئے دیکھے اور وہ اس کی آنکھ پھوڑ دے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ حضور نے دوسرے کا خط تک اس کی اجازت کے بغیر پڑھنے سے منع فرمایا ہے، حتی کہ اگر کوئی اپنا خط پڑھ رہا ہو اور دوسرا شخص جھانک کر اسے پڑھنے لگے تو یہ بھی سخت منع ہے۔ یہ ہے اسلام میں انسان کے تخلیے (Privacy) کا تقدس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادھر اس جدید تہذیب کے تحت ہماری دنیا کا حال یہ ہے کہ نہ صرف لوگوں کے خطوط پڑھے جاتے ہیں اور ان کو سنسر کیا جاتا ہے بلکہ باقاعدہ انکی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بھی رکھ لی جاتی ہیں، اور اب تو لوگوں کے گھروں میں ایسے آلات بھی لگائے جانے لگے ہیں جن کی مدد سے آپ دور بیٹھے ہوئے ہی سنتے رہیں کہ ان کے گھر میں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اب تخلیہ کوئی چیز نہیں ہے اور آدمی کی نجی زندگی کا عملاً خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

اس تجسس کے لیے یہ کوئی اخلاقی جواز نہیں ہے کہ حکومت خطرناک آدمیوں کے رازوں سے واقف رہنا ضروری سمجھتی ہے؛ حالانکہ درحقیقت اس کی بنیاد وہ شک وشبہ ہے جس سے آج کل کی [جمہوری لیبل والی آمرانہ] حکومتیں اپنے ہر اس شہری کو دیکھتی ہیں جس میں وہ کچھ دیانت اور سرکاری پالیسیوں پر عدم اطمینان کی بو سونگھ لیتی ہیں۔ یہی چیز ہے جس کو اسلام سیاست میں فساد کی جڑ قرار دیتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **إن الأمير إذا ابتغى الريبة في الناس أفسدهم**" (حاکم وقت جب لوگوں کے اندر شبہات کے اسباب تلاش کرنے لگتا ہے تو ان کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے)۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے خود حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "**إنك إن اتبعت عورات الناس أفسدتهم أو كدت أن تفسدهم**" (تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گئے تو انہیں بگاڑو گے یا کم از کم بگاڑ کے قریب پہنچا دو گے)۔

شخصی آزادی کا تحفظ:

اسلام یہ اصول بھی طے کرتا ہے کہ کسی شخص کو اس کا جرم عدالت میں، اور وہ بھی کھلی عدالت میں ثابت کیے بغیر قید نہیں کیا جا سکتا۔ محض شبہ کی بنا پر پکڑنا اور کسی عدالتی کارروائی کے بغیر اور صفائی کا موقع دیے بغیر قید کر دینا اسلام میں جائز نہیں ہے۔ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ نبی ﷺ ایک دفعہ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ خطبے کے دوران میں ایک شخص نے اٹھ کر کہا: "یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ! میرے ہمسائے کس جرم میں پکڑے گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے سنا اور خطبہ جاری رکھا اس نے پھر اٹھ کر یہی سوال کیا۔ آپ ﷺ نے پھر خطبہ جاری رکھا۔ اس نے تیسری بار پھر اٹھ کر یہی سوال کیا۔ تب آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہمسایوں کو چھوڑ دو"۔

واضح رہے کہ عہد رسالت میں سرکاری محکموں کی علیحدہ علیحدہ عمارتوں کا تصور موجود نہیں تھا۔ اس معاشرے میں مسجد نبوی ہی عبادت گاہ تھی، وہی پارلیمنٹ ہاؤس تھی۔ یہیں حضور کی سپریم کورٹ لگا کرتی تھی، یہی کمیونٹی سنٹر بھی تھا اور اسی کو بسا اوقات جیل کے طور پر استعمال بھی کیا گیا، بعد میں معاشرے کے پھیلاؤ اور تمدن کے ارتقاء کے ساتھ یہ ادارے الگ الگ وجود پذیر ہوئے۔

قرآن کا صاف حکم ہے کہ "واذاحکمتم بین الناس أن تحکمو بالعدل" (ور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو)۔ اور حضور ﷺ کو خود یہ حکم تھا کہ امرت ان اعدل بینکم" (اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں)۔ اسی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ "لأیوسر رجل فی الاسلام إلا بالعدل" (اسلام میں کوئی شخص عدل کے بغیر قید نہیں کیا جا سکتا)۔

یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ عدل سے مراد معقول عدالتی طریقہ کار (Due Process of Law) ہے۔ اور جس کی نفی کی گئی ہے وہ یہ کہ کسی شخص کو ثبوت جرم اور عدالت میں صفائی کا موقع دیئے بغیر پکڑ کر قید کر دیا جائے۔ اگر حکومت کسی پر یہ شبہ رکھتی ہو کہ اس نے کوئی جرم کیا ہے یا وہ کوئی جرم کرنے والا ہے تو اسے عدالت کے سامنے اپنے شبہ کے وجوہ بیان کرنی چاہیے اور ملزم یا مشتبہ آدمی کو کھلی عدالت میں اپنی صفائی پیش کرنی چاہئے تا کہ عدالت یہ فیصلہ کر سکے کہ اس شخص پر شبہ کی کوئی معقول بنیاد ہے یا نہیں، اور معقول بنیاد ہے تو اس کو جرم سے باز رکھنے کے لیے کتنی مدت قید رکھنا چاہئے۔ یہ فیصلہ لازماً کھلی عدالت میں ہونا چاہئے نہ کہ بند کمرے میں؛ تا کہ حکومت کا الزام اور ملزم کی صفائی اور عدالت کی کارروائی دیکھ کر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کے ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف کیا جارہا ہے، بے انصافی نہیں کی جارہی ہے۔

حضرت علیؓ کے زمانے میں خارجیوں کا طرز عمل جیسا کچھ تھا وہ تاریخ کے طالب علموں سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ اعلانیہ آپؓ کو گالیاں دیتے تھے۔ قتل تک کر دینے کی آپؓ کو دھمکیاں دیتے تھے، مگر ان باتوں پر جب کبھی ان کو پکڑا گیا تو آپؓ نے انہیں چھوڑ دیا اور اپنی حکومت کے افسروں سے فرمایا کہ ''جب تک وہ باغیانہ کارروائیاں نہیں کرتے، محض زبانی مخالفت اور دھمکیاں ایسی چیز نہیں ہیں جن کی وجہ سے ان پر ہاتھ ڈالا جائے''۔

امام ابوحنیفہ امیر المومنین کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ''**مالم یعزموا علی الخروج فالامام لایتعرض لھم**'' (جب تک وہ خروج (مسلح بغاوت) کا عزم نہیں کرتے خلیفہ وقت ان سے تعرض نہ کرے گا)۔

ایک اور موقع پر حضرت علیؓ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، خارجیوں نے اپنا مخصوص نعرہ دوران خطبہ بلند کیا۔ آپ نے اس پر فرمایا: ''**لن نمنعکم مساجد اللہ أن تذکروا فیھا اسم اللہ ولن نمنعکم الفیٔ مادامت أیدیکم مع أیدینا ولن نقاتلکم حتی تقاتلونا**'' (ہم تمہیں مسجدوں میں آ کر اللہ کو یاد کرنے سے نہ روکیں گے اور حکومت کے مال میں سے تمہارا حق دینا بھی بند نہ کریں گے، جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے ساتھ ہیں اور ہم تم سے ہرگز جنگ نہ کریں گے جب تک تم ہم سے جنگ نہیں کرتے)۔

اب دیکھیے جس اپوزیشن سے حضرت علیؓ کو سابقہ درپیش تھا، ایک جمہوری نظام میں اس سے زیادہ سخت اپوزیشن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس کے مقابلے میں جو آزادی انہوں نے دے رکھی تھی کسی حکومت نے ایسی آزادی اپوزیشن کو نہیں دی۔ انہوں نے قتل کی دھمکیاں دینے والوں کو بھی نہ گرفتار کیا اور نہ کسی کو جیل بھیجا، یہاں تک کہ جب انہوں نے باقاعدہ جنگی کارروائیاں کیں تو آپ نے ان کے خلاف تلوار اٹھائی بالآخر ایک خارجی نے ہی آپ کو شہید کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد رسالت اور دور خلافت راشدہ میں عدلیہ کو مکمل آزادی دے دی گئی تھی، ایسے بہت سے واقعات منقول ہیں جب قاضی نے خود خلیفہ کی ذات کے خلاف فیصلہ سنا دیا اور خلیفہ نے چون و چرا نہ کی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر ایک یہودی نے اپنی زرہ کے لیے قاضی شریح کی عدالت میں دعوی دائر کیا۔ آپ نے اپنے حق میں اپنے بیٹے حسن اور ملازم قنبر رضی اللہ عنہما کی گواہی پیش کی۔ قاضی شریح جن کی شہرت ایک ''محب اہل بیت'' کی ہے۔ انہوں نے حسن و قنبر کی گواہی کو سیدنا علی کے حق میں قبول کرنے سے انکار کر دیا؛ کیونکہ ایک کا رشتہ مدعا علیہ سے بیٹے کا جبکہ دوسرے کا ملازم کا تھا۔ فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا گیا۔ اس عدل سے متاثر ہو کر یہودی نے خود تسلیم کر لیا کہ میرا دعوی جھوٹا تھا اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

موجودہ دور میں ''توہین عدالت'' کے قانون کے ذریعے عدالت کو تنقید سے ماوراء قرار دے دیا گیا ہے۔ اسلام کے آئیڈیل دور میں اس کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ عدالت خواہ کسی چھوٹے موٹے قاضی کی ہوتی یا خلیفہ وقت کی، اس کے فیصلوں پر کھلی تنقید کی اجازت ہوا کرتی تھی۔ اس طریقے سے عدالت کے ''عادل ہونے'' پر ایک اخلاقی اور سماجی پریشر موجود رہا کرتا تھا جو قاضیوں کو عدل کے ساتھ فیصلے کرنے پر مجبور کیا کرتا۔ اگر کوئی قاضی انصاف کا خون کرتا تو اپیل کے حق کے علاوہ فریقین کو اپنا مقدمہ عوامی عدالت میں لے جانے کا حق بھی حاصل تھا۔

ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی آزادی:

اسلام کے دیے ہوئے حقوق میں سے ایک ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَّا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ (النساء:۱۴۸)۔

''اللہ کو برائی کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں ہے سوائے اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اللہ برائی پر زبان کھولنے کو سخت ناپسند کرتا ہے؛ لیکن جس شخص پر ظلم کیا گیا ہو اس کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ علی الاعلان ظلم کے خلاف آواز اٹھائے۔ یہ حق صرف افراد ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ آیت کے الفاظ عام ہیں، اس لیے اگر کوئی شخص نہیں بلکہ کوئی جماعت یا گروہ اقتدار پر غلبہ حاصل کر کے افراد یا جماعتوں یا ملک کی پوری آبادی پر ظلم ڈھانے لگے تو ان کے خلاف برسر عام صدائے احتجاج بلند کرنا خدا کا دیا ہوا حق ہے اور اس حق کو سلب کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اب اگر کوئی اللہ کے دیے ہوئے اس حق کو سلب کرتا ہے تو وہ اللہ کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ دفعہ 144 کا تعویذ اسے دنیا میں چاہے بچالے جائے۔ اللہ کی دوزخ سے بچانا اس کی کرامتوں میں شامل نہیں ہے۔

اظہار رائے کی آزادی:

اسلام آزادی اظہار رائے کا حق اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ بھلائی پھیلانے کے لیے ہو نہ کہ برائی پھیلانے کے لیے۔ اظہار رائے کی آزادی کا یہ اسلامی تصور موجودہ مغربی تصور سے بدرجہا بلند ہے۔ برائی پھیلانے کی آزادی اسلام نہیں دیتا۔ تنقید کے نام سے دشنام طرازی کی بھی وہ اجازت نہیں دیتا؛ البتہ اس کے نزدیک بھلائی پھیلانے کے لیے اظہار رائے کا حق صرف حق ہی نہیں بلکہ مسلمان پر ایک فرض بھی ہے جسے روکنا خدائے ذوالجلال سے لڑائی مول لینا ہے اور یہی معاملہ برائی سے منع کرنے کا بھی ہے۔

برائی خواہ کوئی شخص کر رہا ہو یا کوئی گروہ، خود اپنے ملک کی حکومت کر رہی ہو یا کسی دوسرے ملک کی، اپنی قوم کر رہی ہو، یا دنیا کی دوسری قوم، مسلمان کا حق ہے اور یہ اس کا فرض بھی ہے کہ اسے ٹوکے، اس سے روکے اور اس کے خلاف علی الاعلان اظہار ناراضگی کر کے یہ بتائے کہ بھلائی کیا ہے جسے اس فرد یا قوم، یا حکومت کو اختیار کرنا چاہیے۔

قرآن مجید میں مومنوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ "یامرون بالمعروف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وینھون عن المنکر" (وہ بھلائی کے لیے کہنے والے اور برائی سے روکنے والے ہوتے ہیں)۔اس کے برعکس منافقوں کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ "یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف"، (وہ برائی کے لیے کہنے والے اور بھلائی سے روکنے والے ہوتے ہیں)۔

اہل ایمان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ان کی حکومت کا مقصد وجود ہی یہ ہے:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ (الحج:۴۱)۔

''ان کو اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص برائی کو دیکھے تو ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے نہیں روک سکتا تو زبان سے روکے، اگر زبان سے بھی نہیں روک سکتا تو دل سے روکے یعنی کم از کم دل سے اسے برا سمجھے، اور یہ آخری درجہ ہے ایمان کا۔اس کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں ہے۔یہ ہے "امر بالمعروف "اور "نھی عن المنکر "کی حدیث۔

اگر کوئی حکومت لوگوں سے یہ حق چھینتی ہے اور انہیں یہ فرض ادا کرنے نہیں دیتی تو وہ براہ راست خدا کے حکم سے ٹکرا رہی ہے۔اس کا تصادم ہم سے نہیں ہے، اس کا تصادم خدا سے ہے وہ خدا کے مقابلے میں برسر جنگ ہے اور اس حق کو چھین رہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے صرف حق ہی نہیں فرض قرار دیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے، رہی وہ حکومت جو برائیوں کو پھیلاتی اور پھیلنے دیتی ہے اور بھلائی کی طرف دعوت دینے والوں کی مزاحمت کرتی ہے، تو وہ از روئے قرآن منافقوں کی حکومت ہے۔

آزادی اجتماع کا حق:

اجتماع اور جماعت سازی کا حق بھی اسلام نے لوگوں کو دیا ہے مگر وہ بھی اس شرط کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مشروط ہے کہ وہ بھلائی پھیلانے کے لیے ہو، برائی پھیلانے کے لیے نہ ہو۔ اس نوعیت کے اجتماع اور اس قسم کی جماعت سازی کا صرف حق ہی نہیں بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ (آل عمران:۱۱۰)۔

''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں (کی اصلاح) کے لیے نکالا گیا ہے، تم نیکی کے لیے کہتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

یعنی پوری کی پوری مسلمان امت ہی کا یہ کام ہے کہ وہ بھلائی کے لیے لوگوں سے کہے اور برائی سے روکے، لیکن اگر سب مسلمان ایسے نہ ہوں تو کم از کم:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران:۱۰۴)۔

''تم میں سے ایک گروہ تو ایسا ہونا ہی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے، بھلائی کے لیے کہے اور بدی سے روکے اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قوم اگر مجموعی طور پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے سے غافل ہو جائے تو ان میں سے ایک گروہ کا موجود رہنا ضروری ہے جو بھلائی پھیلانے، برائی سے روکنے اور خیر کی دعوت دینے کی خدمت انجام دے۔ یہ حق ہی نہیں فرض ہے، جس کے ادا کرنے پر فلاح کا انحصار ہے۔

اسلام نے واضح طور پر مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ان میں کم از کم ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے۔ مسلمانوں کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ معاشرے میں ہاتھ کے ذریعے برائی کو روکنے کے لیے ایک سرکاری محکمہ احتساب تشکیل دیا گیا جس نے یہ کام کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس محکمے کے علاوہ زبان اور دل کے ذریعے نیکی کے حق میں اور برائی کے خلاف آواز بلند کرنے کا کام امت کے اہل علم نے ہمیشہ جاری رکھا۔ عام لوگ اپنے قانونی دائرہ عمل میں برائی کو ہاتھ، زبان اور دل سے روکتے رہے۔ یہ کام ان نیکی کے علمبرداروں نے انفرادی طور پر بھی کیا ہے اور اس کے لیے ادارے اور جماعتیں بھی تشکیل دی ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں بالعموم کوئی بڑا فساد اس وجہ سے پیدا نہیں ہوا کہ کسی نے اپنی قانونی حدود سے تجاوز کیا ہو، اگر کہیں ایسا کیا گیا تو اس کا نتیجہ سوائے فساد کے اور کچھ نہیں نکل سکا۔

دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ قانونی حدود میں رہتے ہوئے برائی کے خلاف جدوجہد کے نتیجے میں کبھی فساد فی الارض پیدا نہیں ہوا۔ ایسا ضرور ہوا ہے کہ برائی کے علمبرداروں نے اس کے خلاف اٹھنے والی آواز کو خاموش کرنے کی کوشش ضرور کی ہے، جس پر نیکی کی تلقین کرنے والوں نے مظلومانہ جدوجہد کی وہ تاریخ رقم کی ہے، جس کی مثالیں آج بھی ہمارے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ امام احمد بن حنبل سے لے کر آج تک کے علماء کی مظلومانہ جدوجہد اور قربانیوں کی ایک پوری تاریخ ہے جس میں کوئی فساد پیدا کیے بغیر برائی کے خلاف موثر آواز ہر دور میں بلند کی جاتی رہی ہے۔

دین کی خدمت اور دعوت و تبلیغ کے لیے متعدد افراد، اداروں اور جماعتوں کا قیام ناگزیر ہے۔ اس ضمن میں ہمارے ہاں ایک اور فتنہ جو پیدا ہوا ہے اس کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں ایک عرصے سے مختلف اداروں اور جماعتوں سے وابستہ افراد کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کی جا رہی ہے کہ صرف ان کی جماعت ہی دین کا معیاری کام کر رہی ہے اور دوسرے لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اس کی کوئی خاص حیثیت نہیں۔ مزید برآں ہمارے ہاں ادارے اور جماعتیں مسلکی اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر قائم کی جاتی ہیں۔

اس طرز فکر کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ دینی اداروں اور جماعتوں کا باہمی تعلق، جو کہ احترام اور تعاون کے رویہ پر مبنی ہونا چاہئے، چپقلش اور عدم تعاون کا تعلق بن کر رہ گیا ہے۔ اس رویہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاح کرنا بہت ضروری ہے کہ ہم دین کی خدمت انجام دینے والے مختلف افراد، اداروں اور جماعتوں میں احترام اور تعاون کے رویے کو فروغ دیں۔ ایک دوسرے کے دائرہ عمل اور کام کا احترام کیا جائے اور اس میں ممکنہ حد تک تعاون کیا جائے۔ اگر ایک دوسرے پر تنقید کرنا بھی ہو تو اس کا احسن انداز ہونا چاہیے۔

ضمیر و اعتقاد کی آزادی کا حق:

اسلام اپنے معاشرے اور اپنی مملکت میں لوگوں کو ضمیر و اعتماد کی آزادی کا حق بھی دیتا ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ "لا اکراہ فی الدین "(دین میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے)۔ اگرچہ دین حق سے بڑی کوئی نیکی نہیں ہے اور مسلمان اس کی طرف دعوت ضرور دیں گے اور اس کی حقانیت دلائل سے بھی ثابت کریں گے مگر یہ نیکی لوگوں پر زبردستی مسلط نہ کی جائے گی۔

جو شخص اس کو مانے تو اپنی مرضی سے مانے۔ ہم اسے سینے سے لگائیں گے اور اپنے معاشرے میں بالکل مساوی حقوق کے ساتھ شامل کرلیں؛ لیکن اگر کوئی شخص اس کو نہ مانے تو ہم اس کا یہ حق بھی تسلیم کریں گے کہ وہ اس کو نہ مانے۔ کوئی جبر اس پر نہیں کیا جائے گا۔

ضمیر و اعتقاد کی آزادی اسلام کا دیا ہوا حق ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کے بڑے حصے میں مذہبی جبر کا خاتمہ کیا۔ افسوس کہ ہمارے مذہبی لوگ اب انسان کا یہ حق تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔

مذہبی آزادی:

آزادی اعتقاد و آزادی ضمیر کے ساتھ اسلام نے لوگوں کو یہ حق بھی دیا ہے کہ ان کی مذہبی دل آزاری نہ کی جائے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ (الانعام:۱۰۸)۔

"جن معبودوں کو یہ مشرکین اللہ کے سوا پکارتے ہیں، ان کو گالیاں نہ دو۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ معاملہ صرف بتوں اور معبودوں ہی کی حد تک خاص نہیں ہے؛ بلکہ کسی قوم کے بزرگوں اور پیشواؤں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ اسلام اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ ایک گروہ اگر آپ کے نزدیک برا عقیدہ رکھتا ہے، اور ان لوگوں کو اپنا بزرگ مانتا ہے جو آپ کے نزدیک بزرگی کے مستحق نہیں ہیں تو آپ ان کو گالیاں دینے لگیں اور اپنی اس بیہودہ حرکت سے ان کے ماننے والوں کا دل دکھائیں۔

مذہبی مسائل میں بحث مباحثہ کرنے سے اسلام نہیں روکتا مگر وہ چاہتا ہے کہ یہ تہذیب وشائستگی کے ساتھ ہو۔ "ولا تجادلو االهل الكتاب إلا بالتى هى أحسن" ۔(اہل کتاب سے مباحثہ نہ کرو مگر احسن طریقے سے)، یہ حکم صرف اہل کتاب ہی کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ سب اہل مذاہب کے لیے ہے۔

ہمارے ہاں دین کے اس حکم پر سلف صالحین اور سنجیدہ اہل علم نے ہمیشہ عمل کیا ہے۔ جاہل مناظرہ بازوں اور بسا اوقات عام لوگوں نے بہت سے مقام پر اس کی خلاف ورزی بھی کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے مذہب یا مسلک کی شخصیات کی شان میں گستاخی کی جائے گی تو وہ پلٹ کر ہمارے مذہب و مسلک کی شخصیات کی توہین پر اتر آئے گا۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں سوائے فساد کے اور کچھ پیدا نہ ہوگا۔

ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم دیگر مذاہب و مسالک کی شخصیات کا پورا احترام کریں اور جہاں ہمیں ان کے نظریات سے اختلاف ہو، وہاں شائستگی اور تہذیب کے ساتھ اپنی بات دلائل کے ساتھ رکھ دیں۔ کسی کی دل آزاری نہ کریں اور نہ ہی کسی کی ذات پر تنقید کریں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو خدا کی بارگاہ میں ہم مجرم قرار پائیں گے جہاں ہمیں دیگر مذاہب و مسالک کی جانب سے اپنی مذہبی شخصیات کی توہین کا ذمہ دار بھی قرار دے دیا جائے گا۔

کیونکہ اسلام رواداری اور برداشت سکھاتا ہے، مذہب وعقیدے میں تنگ نظری کا قائل نہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاء فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاء فَلْيَكْفُرْ (الکہف:۲۹)۔

''اور کہو سچی بات جو ہے تمہارے رب کی طرف سے، پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے''۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصاً لَّهُ دِينِي ○ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِ ○ (الزمر: ۱۴-۱۵)۔

''تم کہو میں تو اللہ کو پوجتا ہوں خالص کر کہ اپنی زندگی اس کے واسطے، اب تم پوجو جس کو چاہو اس کے سوا''۔

حضور ﷺ کی بے انتہا خواہش تھی اور اسی سلسلہ میں سعی بلیغ فرماتے تھے کہ سب لوگ اسلام میں داخل ہوں، لہٰذا ہر وقت متفکر و پریشان رہا کرتے تھے۔ اس پر ارشاد الٰہی ہوا:

وَلَوْ شَاء اللّهُ مَا أَشْرَكُواْ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظاً وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ (الانعام:۱۰۷)۔

''اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے، ہم نے تم کو ان پر کوئی محافظ (مقرر) نہیں کیا، اور نہ تم ان کے وکیل ہو (کہ انہیں بھٹکنے نہ دو)'' (الانعام:۱۰۸)۔

اسی مضمون کی ایک اور آیت ہے:

''اگر تمہارا رب چاہتا تو دنیا کے تمام لوگ سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو مجبور کر سکتے ہو''۔

وَلَوْ شَاء رَبُّكَ لآمَنَ مَن فِي الأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعاً أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُواْ مُؤْمِنِينَ (یونس:۹۹)۔

کلام پاک میں غیر مسلموں کی الگ مذہبی حیثیت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (الکافرون:۶)۔

''ان غیر مسلموں سے کہہ دو کہ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔''

ان قرآنی آیات سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ردو قبول میں لوگوں کو آزاد رکھا ہے۔ قتال کا مقصد لوگوں کو مسلمان بنانا نہیں بلکہ ان کی سرکشی و شرارت ختم کر کے انہیں مطیع و پرامن بنانا ہے۔ اسلام کی دعوت رشد و ہدایت سب کے لیے عام ہے۔ مگر اس معاملہ میں کسی پر جبر نہیں۔ اسلام کی بنیاد توحید پر قائم ہے اور اسی کی اشاعت و ترویج کے لیے پورا نظام دعوت و جہاد قائم ہوا ہے۔ قرآن مجید نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے اور اس سے مکمل بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود غیر مسلموں کے دیوتاؤں اور مذہبی تقدس کی حامل اشیاء کو برا بھلا کہہ کر ان کی دل آزاری سے منع فرمایا ہے۔

اسلام غیر مسلموں کے مذہبی اداروں کا بھی احترام سکھاتا ہے۔ اور قتال کی ایک غرض محض ان شر پسند قوموں کا خاتمہ قرار دیتا ہے جن کے سبب مذہبی مراسم کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ان قرآنی تعلیمات کے پیش نظر مسلم فاتحین نے غیر مسلم اقوام کے ساتھ جہاد و قتال میں ان کی مذہبی عبادت گاہوں کو عموماً نقصان نہیں پہنچایا۔ اور نہ ان مذہبی رہنماؤں اور راہبوں وغیرہ سے کوئی تعارض کیا جن کا مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کوئی کردار نہ تھا۔ محمود غزنوی کے سومنات کے مندر پر حملے کی وجہ مذہبی تعصب نہیں بلکہ عسکری ضرورت تھی؛ کیونکہ وہ مندر مسلمانوں کے خلاف مدافعت میں اہم کردار کا حامل تھا۔ اس کے برعکس زمانہ رسالت اور خلفائے راشدین بلکہ بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفاء کی طرف سے عطا کردہ امان ناموں میں ان کی عبادت گاہوں کو مکمل تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی روشنی میں فرد کی سیاسی آزادی

ڈاکٹر رشید کہوس☆

اسلام فرد کی آزادی کی قدر کرتا ہے، سب سے بڑی آزادی جو اسلام نے ایک انسان کو دی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اللہ کے علاوہ اسے تمام معبودان باطل کی عبادت سے آزاد کیا، اس کے بعد نفس کی غلامی سے آزادی دلائی۔

علماء اسلام کی نظر میں آزادی کی حد یہ ہے کہ اس کے اقوال واعمال سے نہ خود اسے نقصان پہنچے اور نہ ہی کسی دوسرے کی تکلیف کا باعث ہو۔

آزادی کسی بھی دوسرے حق کی طرح انسان کا حق ہے، اس کی کچھ سماجی ذمہ داریاں ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام نے ایک فرد کو انسانی، علمی، سیاسی، سماجی، مذہبی اور فکری تمام اقسام کی آزادی عطا کی ہے، مختصر یہ کہ انسان کو اللہ نے آزادی کی صفت عطا کر کے دیگر مخلوقات سے ممتاز کر دیا ہے۔

پہلا موضوع بحث:

سیاسی آزادی کی حقیقت:

سیاست کا میدان بہت وسیع ہے، اختصار کے ساتھ اس کا احاطہ مشکل کام ہے، حاصل

☆ استاذ شعبہ اسلامیات، القرویین یونیورسٹی مراکش۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہ ایک مسلمان کے سیاسی حقوق ملک وملت کی فلاح وبہبود سے مربوط اور اس کی سیاسی سرگرمیوں پر مرکوز ہونی چاہئیں۔

سیاسی آزادی کی تعریف:

الف-آزادی کا مفہوم:

اہل عرب لفظ حر کو معاشر: کے اشرافیہ طبقہ کے لئے استعمال کرتے ہیں، اسی طرح اس لفظ کا اطلاق اچھی چیزوں اور اچھے اعمال پر بھی ہوتے ہیں، جہاں تک اصطلاح کا تعلق ہے تو قرآن کریم نے لفظ حر کا استعمال نہیں کیا ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ حریت کا معنی لغوی واصطلاحی دونوں ایک ہیں اور وہ ہے عبودیت اور رقیت کی ضد، جس کا مطلب یہ کہ ایک آزاد وعاقل شخص اپنی ذات اور اپنے معاملات میں تصرف کے لئے خود مختار ہے، کسی دوسرے کی دخل اندازی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، انسان کی شخصی آزادی کی اساس یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک عبودیت میں سب برابر ہیں، اللہ تعالی نے بنی نوع انسان کو مکرم بنایا ہے اور یہ کہ آزادی اللہ تعالی کی عطائے خاص ہے، کسی ایک انسان کی طرف سے دوسرے کے لئے بھیک نہیں ہے، اور چونکہ آزادی وخود مختاری ہی سزا وجزا کی اساس ہیں اس لئے جملہ فقہاء کرام نے ایک انسان کے لئے آزادی وخود مختاری کے بنیادی حق کو ثابت تسلیم کیا ہے۔

ب-سیاست کا معنی:

سیاست کا مطلب ہے کسی معاملہ کی ذمہ داری ایسے طریقہ سے سنبھالنا کہ جس سے وہ معاملہ درست طریقہ سے صحیح سمت میں چلتا رہے، حدیث نبوی شریف میں ہے: "كان بنو إسرائيل يسوسهم أنبياؤهم" یعنی بنواسرائیل کے انبیاء ان کے امور کے ویسے ہی ذمہ دار تھے جیسے کوئی والی ریاست ہوتا ہے۔

ت-سیاسی آزادی کا مطلب:

سیاسی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ قوم حکومتی معاملات میں بااختیار ہو بایں معنی کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم کا انتخاب کرے، اس پر نگراں رکھے، اس کے ساتھ تعاون کرے اور ضرورت ہو تو اسے معزول بھی کر سکے۔ خواہ یہ سارے کام براہ راست ہوں یا منتخب نمائندوں کے ذریعہ انجام پائیں، سیاسی آزادی انسانی بھیک نہیں بلکہ ربانی اعزاز ہے۔ تاہم اسلامی معاشرہ میں سیاسی آزادی کے کچھ اصول وضوابط ہیں، جن میں سرفہرست: اللہ کے دین کی حاکمیت، دوسروں کو نقصان نہ پہنچانے کی حتمیت، منافع ومصالح کے حصول کی رعایت، اخلاقی امور کی نگرانی، فضول بحث ومباحثہ اور زبانی جنگ سے گریز و پرہیز اور لافانی سچائی اور لاثانی دلائل کے ذریعہ آزادی کی حفاظت وصیانت۔

بایں ہمہ آراء میں اختلاف وتعددیت کا احترام اور مبنی بر اصلاح تنقید کا اہتمام جو کہ امت کے فائدہ سے خالی نہیں، انتہائی ضروری ہے۔

سیاسی میدان میں فرد کی آزادی:

۱-فرد کا شورائی حق:

شوری ایک ایسی ہیکل سیاسی کا نام ہے جس میں پوری امت کی وحدت اور اس کی ارادی قوت جھلکتی ہے، وہ معروف معنی میں ڈیموکریسی کا مترادف نہیں ہے، جو لوگ صرف "وأمرهم شورى بينهم" کو اس کے سیاق وسباق سے الگ کر کے دلیل بناتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے کوئی "ویل للمصلین" کہہ کر خاموش ہو جائے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وما عند الله خير وأبقى للذين آمنوا وعلى ربهم يتوكلون والذين يجتنبون كبائر الإثم والفواحش وإذا ما غضبوا هم يغفرون، والذين استجابوا لربهم وأقاموا الصلاة وأمرهم شورى بينهم ومما رزقناهم ينفقون، والذين إذا أصابهم البغي هم ينتصرون" (سورہ شوری:۳۶-۳۹)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اہل ایمان کے لئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر اور تادیر باقی رہنے والا ہے اور وہ لوگ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، اور جو کبیرہ گناہوں اور فواحش سے پرہیز کرتے ہیں اور جب کبھی غصہ ہوتے ہیں تو درگذر کردیتے ہیں، اور جو اپنے رب کی بات مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے معاملات باہم مشورہ سے طے پاتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب انہیں بغاوت کا سامنا ہوتا ہے تو فتح پاتے ہیں)۔

مذکورہ بالا قرآنی اقتباس میں شوریٰ جس سیاق وسباق میں ہے اس میں نو باتوں کا ذکر ہے جن میں پہلی بات ایمان ہے اور آخری انتصار، اگر سیاق وسباق سے الگ کر کے شوریٰ کو پڑھا جائے تو وہ معاصر ڈیموکریسی ہوگی جس میں نہ اللہ کا ذکر ہے نہ ہی آخرت کا تصور، جس شوریٰ کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے وہ جن نو باتوں سے مربوط ہے ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

۱- اہل ایمان کے لئے دنیاوی مال ومتاع وقتی اور عارضی ہیں، موت آنی ہے اور پھر زندہ بھی ہونا ہے۔

۲- اس بات پر ایمان وایقان کہ آخرت کے گھر میں اللہ نے اہل ایمان کے لئے جو رکھا ہے وہ زیادہ بہتر اور تادیر باقی رہنے والا ہے۔

۳- دار آخرت کی خوبیاں انہیں کے لئے ہیں جو اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

۴- کبیرہ گناہوں اور فواحش سے بچتے ہیں۔

۵- انہیں اپنے نفس پر قابو ہے، غضب ناک ہوتے ہیں تو ظلم نہیں ڈھاتے بلکہ درگذر کردیتے ہیں۔

۶- اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

۷- نماز قائم کرتے ہیں۔

۸- اپنے معاملات مشورہ سے طے کرتے ہیں۔

۹- اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰- بغاوت اور ظلم و بربریت کا مقابلہ کرتے ہیں۔

اگر شوری کو مذکورہ دس باتوں میں سے نکال دیا جائے اور اس کے بعد بھی اسے اسلامی کہا جائے تو تزویر و تلبیس کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

حاکم کے انتخاب کا وقت:

حاکم کے انتخاب کا طریقہ جو صحابہ کرام نے اختیار کیا وہ یہ تھا کہ شوری کے اراکین جس پر متفق ہوں اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تھے۔ اہل شوری مسلمانوں کے امام، فقہاء، قبائل کے سردار، لشکر کے سالار اور معاشرہ کے باحیثیت لوگ ہوتے تھے۔

اس طریقہ سے حاکم کے انتخاب کی تاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے خلیفہ کے بارے میں بات کی تو آپ نے کسی کو معین نہیں کیا بلکہ مسلمانوں پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنی صواب دید سے جسے چاہیں مشاورت کے ذریعہ منتخب کر لیں۔ اسی طریقہ سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا انتخاب عمل میں آیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی مشہور مجلس مشاورت اس کی بہترین دلیل ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی بالکل اسی طریقہ سے خلیفہ بنائے گئے تھے جیسے ابوبکرؓ بنائے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو خلیفہ معین نہیں کیا تھا بلکہ اپنی صوابدید کے مطابق ان کو نامزد کیا تھا۔ یہ نامزدگی مسلمانوں کے لئے الزامی و اجباری نہیں تھی بلکہ اختیاری تھی، چاہتے تو اسے رد بھی کر سکتے تھے، نیز حاکم کے انتخاب کے لئے شوری کے تمام اراکین کی بیعت ضروری نہیں، اگر اکثری تعداد نے بیعت کر لی تو انتخاب درست قرار پائے گا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا: ''اے لوگوں! مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر عمر بن الخطاب کا انتقال ہو جائے تو بھی فلاں کے ہاتھ پر بیعت کروں گا، تو جان لو کہ جس کسی نے بھی مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر بیعت کی تو اس کی بیعت درست نہیں اور بیعت کرنے والا اور جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے دونوں قتل کر دیئے جائیں گے''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ''مجھے یہ خلافت میری رائے، میری خواہش اور مسلمانوں کے مشورے کے بغیر ملی ہے، لہذا میں اپنی بیعت سے تمہاری گردنوں کو آزاد کرتا ہوں اپنے لئے جسے چاہو منتخب کرلو''۔

حضرت امام بغدادی فرماتے ہیں: ''ہماری جماعت ''اہل سنت والجماعت'' کی غالب ترین اکثریت، معتزلہ، خوارج اور نجاریہ کا ماننا ہے کہ خلیفہ کی تعیین امت کے انتخاب سے ہی عمل میں آئے گی''۔

جمہور فقہاء اچھے حاکم کے انتخاب اور اس کے ہاتھ پر بیعت کو امت کا حق تسلیم کرتے ہیں اور یہ حق خلفاء راشدین کے دور کے اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔

موقع کی مناسبت سے رعایا کے حاکم پر اور حاکم کے رعایا پر جو حقوق ہیں انہیں ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

(ا) حاکم پر رعایا کے حقوق:

۱- اسلام کی حفاظت اور اس کا دفاع۔

۲- دین کو اس کے بنیادی ثابت شدہ اصولوں پر قائم رکھنا۔

۳- شعائر اسلام کو قائم رکھنا۔

۴- کیس، مقدمات کے فیصلے کرنا۔

۵- جہاد فرض بمعنی قتال کو اپنی ذات اور لشکر سے قائم رکھنا۔

۶- شرعی تعزیرات کو قائم رکھنا۔

۷- زکوۃ اور جزیہ وصول کرنا۔

۸- اوقاف کی حفاظت کرنا۔

۹- غنیمت کی تقسیم پر نظر رکھنا۔

۱۰- اپنی حدود سلطنت میں عدل قائم کرنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) رعایا پر حاکم کے حقوق:

۱- ظاہر اور باطن میں اس کی اطاعت کرنا۔

۲- پوشیدہ اور علانیہ اس کی خیر خواہی کرنا۔

۳- ظاہر و باطن میں اس کی حمایت کرنا۔

۴- اس کے حق کی عظمت اور قدر و منزلت کو سمجھے۔

۵- اسے غفلت سے بیدار کرے۔

۶- دشمن کے برے ارادے اور حاسد کی تکلیف سے اسے خبردار کرے۔

۷- عمال کے چال چلن کے بارے میں اس کو اطلاع دے۔

۸- امت کے بوجھ کو اٹھانے میں اس کی مدد کرے۔

۹- جن دلوں میں اس کے لئے نفرت پیدا ہوگئی ہے انہیں پھر سے محبت میں بدل دے۔

۱۰- ظاہر و باطن میں قول و عمل اور جان و مال سے اس کا دفاع کرے۔

(۳) حاکم پر نظر رکھنے، اس کا احتساب کرنے اور اس کو معزول کرنے کی آزادی:

اگر قوموں کے حکام ان کی حفاظت نہیں کرتے، فلاح و بہبود کے کام نہیں کرتے، تو وہ اندھے طاغوت ہیں اور ذلت و پستی اور تباہی و بربادی ان کا مقدر ہے، ہم ہمیشہ ایک بیش قیمت پرانی کہاوت کو دہراتے ہیں، لیکن اس کے معنی نہیں سمجھتے: ''ایسی قوم کے اندر کوئی بھلائی نہیں جو باہم نصیحت نہیں کرتی، اور کوئی بھلائی اس قوم میں نہیں جو نصیحت کو قبول نہیں کرتی''۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تنقید کے اصول سے غافل ہو چکے ہیں، ہماری رائے سے اختلاف کرنے والوں کے لئے ہمارے دلوں میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ مغلوب الغضب ہو جاتے ہیں، تنقید پر نظر نہیں رکھتے تنقید کرنے والوں کو دیکھتے ہیں، شخصی مصلحت پسندی غالب ہوتی ہے اور مخالفت و اختلاف کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معانی نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں، جبکہ تنقید کسی بھی چیز کی قیمت کو دوچند کردیتی ہے۔

جو لوگ تعمیری تنقید اور نصیحت کو ٹھکرا دیتے ہیں، اس کی مثال ایسے شخص کی ہے جو گاڑی کو گھوڑے کے آگے رکھے اور ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے اور ایسی بدترین غلطی پر خاموش رہنے والا اس غلطی کے تسلسل میں برابر کا شریک مانا جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''اگر میں صحیح کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر غلطی کروں تو مجھے سیدھا راستہ دکھاؤ''۔ اسی طرح کسی موقع سے حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: ''عورت نے درست کہا اور عمر نے غلطی کی''۔ ایک شخص عمر فاروقؓ سے کہتا ہے: ''اے امیر المؤمنین اللہ سے ڈریئے''۔ کسی دوسرے نے اس سے کہا: ''تم امیر المؤمنین کو کہتے ہو: اللہ سے ڈرو''؟ تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: ''اسے کہنے دو جو اس نے کہا''، پھر فرمایا: ''تم لوگوں کے اندر کوئی بھلائی نہیں اگر تم ایسا نہیں کہہ سکتے اور ہمارے اندر کوئی بھلائی نہیں اگر ہم یہ سب سن نہیں سکتے''۔

انفرادی واجتماعی حیثیت میں امت کا حق ہے کہ وہ اپنے حاکم پر نظر رکھے، اسلامی احکام کے نفاذ کو پیش نظر رکھے، امت اور حاکم کا تعلق وکیل اور مؤکل کا تعلق ہے، موکل کا حق ہے کہ وہ اپنے وکیل کی کارگذاریوں کو دیکھے اور اس کے حسن ادا پر اطمینان حاصل کرے، بصورت دیگر اس پر عدم اعتماد کا اظہار کرکے اسے سبکدوش کردے۔

علاء بن الحضرمی کو بحرین کا والی مقرر کرتے وقت رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین کو لکھا تھا:

''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ جس کسی کو بھی میں نے مسلمانوں کے معاملات کا والی بنایا اور اس نے انصاف نہ کیا تو اس کی اطاعت واجب نہیں، وہ میری سونپی ہوئی ذمہ داریوں سے معزول ہے اور مسلمانوں میں سے جو اس کے ساتھ ہے میں اس سے بری الذمہ ہوں''۔

امام ابومحمد علی بن احمد بن حزم الاندلسی نے فرمایا: امام جب تک کتاب وسنت کی روشنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں قیادت کرے واجب الاطاعت ہے اور اگر کچھ بھی انحراف کرتا ہے تو اسے روکا جائے گا، حد وحق قائم کیا جائے گا اور اگر اس کے شر سے بچنے کے لئے معزول کرنا ضروری ہو تو اسے معزول کر کے کسی دوسرے کو ولایت وخلافت سونپ دی جائے گی۔

امام غزالی فرماتے ہیں: ''ظالم سلطان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ولایت سے دست کش ہو جائے۔ وہ معزول ہو یا واجب العزول ہو اور حق یہ ہے کہ وہ حاکم ووالی ہے ہی نہیں''۔

حاصل بحث یہ ہے کہ قوم حاکم کا انتخاب کرتی ہے تا کہ وہ اللہ کی شریعت نافذ کرے، اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکومت کرے اور امور انجام دے اور جو تعین واختیار کا حق رکھتا ہے وہ عدم اعتماد کے اظہار اور معزول کرنے کا حق بھی رکھتا ہے۔

(۴) سیاست میں شرکت کی آزادی:

الف- ووٹنگ کا حق:

اس میں امیر وغریب یا مذکر ومؤنث کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ ایمان اور عمل کی شرط ہونی چاہئے۔

ب- نامزدگی کا حق:

اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کو یہ حق ہے کہ امت اور اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر سکے۔

ت- اجتماعی اور پرامن احتجاج:

سقیفہ بنی ساعدہ کی گفت وشنید، مانعین زکوۃ سے جنگ کے سلسلہ میں صحابہ کا اختلاف، عراق کی زمینوں کا معاملہ اور اس پر ٹیکس کی فرضیت کا معاملہ، اور ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے ساتھ صحابہ کا مناقشہ پرامن احتجاج ومظاہرہ کی دلیلیں ہیں جو اسلامی معاشرہ کو حیات ونشاط بخشتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ث- سیاسی اظہار رائے کا حق:

اسلامی شریعت اظہار رائے کے حق پر قدغن نہیں لگاتی بلکہ اس کے برعکس شوری کا مفہوم آزادئ اظہار کی آزادی دینا ہے تا آں کہ عالم اسلامی اصولوں کے دائرے میں ہو۔

سیاسی اظہار رائے کی آزادی سے ہماری مراد یہ ہے کہ فرد کے پاس رائے کے اظہار واعلان کی قدرت ہو، اور دین ودنیا کے معاملہ میں خیر خواہانہ مشورہ دے جس سے فائدہ حاصل ہو، فرد ومعاشرہ کی مصالح کی حفاظت ہو، جس کا تعلق براہ راست حاکم ومحکوم سے ہو۔

ایسی اظہار رائے کی آزادی جو مفادات کے حصول اور نقصانات سے محفوظ رہنے کے لئے ہو اس کی اساس قرآن وسنت میں موجود ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ "ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وأنتم تعلمون" (سورہ بقرہ:۴۲)۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند اور تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، شرک نہ کرو، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور انتشار کا شکار نہ ہو جاؤ اور اللہ نے جس کو تمہارا حاکم بنایا ہے اسے خیر خواہانہ نصیحتیں کرتے رہو الخ۔

اظہار رائے اہم ترین واجبات میں سے ایک ہے، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب کبھی ضرورت محسوس ہو اس پر عمل کرے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کا خوف تم میں سے کسی کو حق بات کے جاننے کے بعد اسے کہنے سے نہ روکے"۔

اس بحث کو مندرجہ ذیل نکات میں اختصار کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں:

۱- فرد کی سیاسی آزادی سے مراد یہ ہے کہ وہ اظہار رائے کی آزادی، حق گوئی اور نصیحت کا فرض ادا کر سکے جس میں فرد اور ملت کا فائدہ ہو اور نقصانات سے اس کی حفاظت ہو۔

۲- سیاسی اظہار رائے کی آزادی کے لئے کچھ شرائط وضوابط ہیں جن میں مندرجہ ذیل اہم ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف- شریعت کے دائرے میں ہو، اسلامی معاشرہ کی بنیادوں کی محافظ ہو اور مسلمانوں کے فائدہ میں ہو۔

ب- اظہار رائے کی آزادی کا حق جائز ومشروع وسائل کے ذریعہ ہو، نیز جب ظن غالب ہو کہ ایسا کرنے میں فرد وملت کا فائدہ ہے تو کرے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔

ج- اظہار رائے کی آزادی حق کے لئے ہو باطل کے لئے نہیں کہ مسلمان کو معلوم ہے کہ اسے اللہ کے سامنے اپنے ایک ایک لفظ کا حساب دینا ہے۔

کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ اسلام میں فرد کی سیاسی آزادی حالات حاضرہ کی مرہون منت ہے یا بین الاقوامی دباؤ کا نتیجہ ہے یا کسی سیاسی جماعت نے اسے وضع کیا ہے بلکہ وہ ایسے حقوق اور فرائض میں سے ہے جنہیں لوگوں کے رب نے معین کیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ ان کی نگرانی بھی ہو رہی ہے اور احتساب بھی عمل میں لایا جائے گا۔ انہیں خبردار کر دیا کہ وہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کریں، جن سے دنیا وآخرت میں ملت کو فائدہ پہنچے نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ سب کے سب اس کی مخلوق ہیں، سبھوں کی اصل ایک ہے اور سبھی اللہ کے نزدیک مکرم ہیں، اگر کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے تو وہ صرف تقوی کی وجہ سے۔ عام طور پر اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی اور خاص طور پر شیخ خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے ہم شکر گذار ہیں کہ وہ علم ومعرفت اور امت کی خدمت کے لئے شب وروز کوشاں ہیں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

IFA Publications

161 - F, Basement, Joga Bai, Post Box No - 9708,
Jamia Nagar, New Delhi - 110025
Tel : 26981327 Email:ifapublication@gmail.com